اور انہیں ناپسند کرتے۔ علاوہ اس کے ان سے جاڑوں کے موسم میں بدنوں کے اندر بیماریاں پیدا ہو جاتیں۔

دیکھو! کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ موسم سرما میں ککڑیاں تیار ہو جاتی ہیں، تو لوگ ان کے کھانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ البتہ وہ حریص آدمی جسے اپنے نقصان اور خرابی کی پروا نہیں ہوتی، ضرور کھا لیتا ہو گا۔

مفضل! کھجور کے درختوں کو خیال کرو۔ چونکہ ان میں ایسے مادہ درخت ہوتے ہیں جنہیں حمل رکھانے کی ضرورت ہوتی ہے، ان کے واسطے نر بھی پیدا کیے گئے ہیں جو بغیر باغبانی اور بونے کے حمل قائم کر سکیں، تو ان میں سے جو درخت نر ہیں وہ حیوانات کے نروں کے مانند ہیں، کہ دوسروں میں حمل قائم کرتے ہیں خود حامل نہیں ہوتے (درخت خرما کی دو قسمیں ہیں۔ نر اور مادہ۔ جب تک نر کے پھول مادہ پر نہیں ڈالے جاتے تب تک مادہ میں اچھے پھل نہیں لگتے۔ اسی کا نام تدبیر ہے اسی کو تنقیح بھی کہتے ہیں۔ چونکہ اس بات کی شناخت ہندوستانیوں کو نہیں ہے اور نہ وہ مادہ خرما کو مدبر کرنا جانتے ہیں اسی سبب سے جو کھجور کے درخت ہندوستان میں ہیں ان میں اچھے پھل نہیں لگتے۔)

درخت خرما کے تنے کی ساخت پر غور کرو اور دیکھو کہ کیسا بنا ہے؟ تم اسے تانے بانے کی طرح پاؤ گے حالانکہ، اس میں لمبے لمبے دھاگے نہیں ہیں پھر بھی ایسا بنایا گیا ہے جیسے ہاتھ سے کپڑے بنے جاتے ہیں۔ یہ اس لیے ہے تاکہ سخت اور مضبوط رہیں، اور نخل ہو جانے کے بعد وزنی خوشوں کا بار اور تیز و تند ہواؤں کے جھونکوں کو برداشت کر لیں اور پورے تنادار درخت ہو جانے کے بعد چھتوں اور پلوں وغیرہ کے کام آ سکیں؟...... اور تم اس کے اندر دیکھو گے کہ جیسے تانے بانے کے اجزاء ایک دوسرے میں داخل ہو گئے ہیں۔ اسی طرح طول و عرض میں بھی اس کے اجزاء داخل ہیں۔ اور پھر اس میں اس قسم کا استحکام ہے کہ آلات بنانے کے

Presented by Ziaraat.Com

کام میں آتا ہے۔ اگر اس میں پتھر جیسی سختی ہوتی تو چھتوں وغیرہ میں جہاں لکڑی استعمال کی جاتی ہیں مثلاً دروازے جالیاں، تخت وتابوت اور صندوق وغیرہ کام نہ آسکتے۔

لکڑی میں ایک بڑی مصلحت یہ بھی ہے کہ وہ پانی پر تیرتی ہے اور ہر شخص اس بات کو جانتا ہے مگر اس کی قیمت وقدر کو نہیں سمجھتا (کہ اس میں قادر مطلق نے کیا کیا مصلحتیں پنہاں کر دی ہیں) اگر یہ صفت اس میں نہ ہوتی تو بھلا کشتیاں اس سے کیوں کر بن سکتیں جو پہاڑ جیسے بوجھ برداشت کر لیتی ہیں اور انسان کو بآسانی بغیر زیادہ محنت و مشقت کے ایک شہر سے دوسرے شہر میں تجارتی اسباب کے لے جانے کے لیے کس طرح حاصل ہوتی اور کیسی دشواری ان کو اشیائے تجارت کی باربرداری میں ہوتی، یہاں تک کہ بہت سی چیزیں کسی کسی شہر میں بالکل مفقود ہو جاتیں، یا، یہ کہ بہت مشکل سے دستیاب ہوسکتیں اور زیادہ قیمت میں ملتیں۔

ان جڑی بوٹیوں پر غور کرو، کہ ان میں سے ہر ایک کو کیا کیا خواص عطا کیے گئے ہیں اور بعض دواؤں سے کس قدر اہم کام لیے جاتے ہیں یہ بوٹیاں جوڑوں کے اندر اتر جاتی ہیں اور ان میں سے غلیظ اور فاسد مادوں کو نکالتی ہیں جیسے، شاہترہ ہے اور بعض مرہ سودا کو دفع کرتی ہیں، جیسے افیتمون، بعض ریاح کو تحلیل کرتی ہیں جیسے سکنجبین، بعض ورم کو تحلیل کرتی ہیں، جیسے عنب (الثعلب) علیٰ ہذا القیاس اور بھی ان کے تاثیرات وافعال ہیں۔

کس نے ان میں یہ قوتیں قرار دیں؟ اسی قادر مطلق نے، جس نے ان کو پیدا کیا ہے تا کہ انسان ان سے فائدہ حاصل کریں، اور کس نے آدمیوں کو ان کے سمجھنے کی قوت عطا فرمائی؟ صرف اسی نے کہ جس نے ان تمام دواؤں میں یہ خاصیتیں رکھیں۔ بالفرض اور بخت واتفاق سے کیوں کر یہ باتیں معلوم ہوسکتی تھیں؟ جیسا کہ قائلین بخت و اتفاق (دہریے) کہتے ہیں۔

اچھا، اسے (بالفرض) مان لیا جائے کہ انسان ان چیزوں کو اپنے ذہن و ذکاوت،

Presented by Ziaraat.Com

فکر و تجربہ سے سمجھ گیا، لیکن حیوانات انہیں کیوں کر سمجھ گئے؟ (حالانکہ ان میں فہم و ذکاء نہیں ہے) یہاں تک کہ بعض درندے جب زخمی ہو جاتے ہیں تو اپنا علاج بعض بعض جڑی بوٹیوں سے خود ہی کر لیتے ہیں اور تندرست ہو جاتے ہیں۔ اور بعض پرندے جب انہیں قبض ہو جاتا ہے تو دریا کے پانی سے حقنہ لیتے اور تندرست ہو جاتے ہیں۔ ایسی ہی اور بھی بہت سی چیزیں ہیں۔

شاید تم کو یہ شک ہو، کہ صحراؤں اور میدانوں میں جو نباتات پیدا ہوتے ہیں جہاں نہ کوئی آدمی نہ آدم زاد، ان کا کیا فائدہ ہے؟ بالکل فضول اور بیکار ہیں؟ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ یہ انہیں وحشیوں کی خوراک ہے اور ان کے دانے پرندوں کی غذائیں ہیں اور ان کی لکڑیاں اور شاخیں ایندھن کے کام آتی ہیں۔ لوگ انہیں استعمال کرتے ہیں۔

اس میں اور بھی کچھ باتیں ہیں:

۱۔ یہ کہ ان سے بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے۔

۲۔ یہ کہ ان سے کھال کو دباغت (صاف کرنا) دی جاتی ہے۔

۳۔ یہ کہ ان سے کپڑے رنگے جاتے ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس اور بھی ان کے مصالح ہیں۔

تمہیں علم نہیں کہ تمام نباتات سے زیادہ ذلیل و حقیر چیز بَردی، (ایک قسم کی نبات ہے جو عراق میں پیدا ہوتی ہے) وغیرہ ہے۔ ان میں بھی بہت سے فوائد ہیں:

۱۔ ان سے کاغذ بنائے جاتے ہیں جن کی ضرورت بادشاہوں اور رعایا تک کو ہوتی ہے۔

۲۔ انہیں سے چٹائیاں بنائی جاتی ہیں، جنہیں تمام قسم کے لوگ استعمال کرتے ہیں۔

۳۔ انہیں کے ڈھکنے بنائے جاتے ہیں جن سے ظروف کو ڈھکتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

۴۔ انہیں کو شیشے وغیرہ کے ظروف کے اندر جو صندوقوں میں رکھے جاتے ہیں، بھر دیتے ہیں تا کہ عیب دار نہ ہوں، ٹوٹیں نہیں۔ ایسے ہی اور بھی فوائد ہیں۔

پس عبرت حاصل کرو، ان قسم قسم کے اغراض وفوائد سے جنہیں تم چھوٹے سے جسم اور بڑے سے جسموں میں دیکھتے ہو۔ اور نیز ان چیزوں سے جن کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور جن کی قدر و قیمت ہے۔ ان سب میں زیادہ بے قدر سرگین و براز (فضلہ) ہے جس کے اندر خساست اور نجاست دونوں ہی جمع ہیں اور پھر ان کی قدر و قیمت اور فوائد پر بھی غور کرو۔ جو فوائد ان سے زراعتوں بقولات اور سبزیوں کو پہنچتے ہیں اور یہ ایسے فائدے ہیں جن کے برابر کوئی فائدہ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہاں تک تو ہے کہ کوئی ترکاری اچھی اور بہتر ہوتی ہی نہیں جب تک اس میں کھاد نہ ڈالی جائے۔ جسے لوگ گندی چیز سمجھتے ہیں اور اس کے پاس بھی جانے سے نفرت کرتے ہیں۔

یہ بھی جان لو کہ کسی شے کی قدر محض اس کی قیمت ہی سے نہیں ہوتی بلکہ یہ دونوں باتیں دو بازاروں کے لحاظ سے الگ الگ اس کی دو قیمتیں ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز کسب معاش کے بازار میں بے قدر ہوتی ہے اور وہی چیز علم کے بازار میں نفیس سمجھی جاتی ہے۔ (ایک علمی کتاب کا ورق کوئی بڑھئی کیا جان سکتا ہے کہ اس کی قیمت کیا ہے لیکن ایک عالم جان سکتا ہے کہ اس کے برابر دنیا میں کوئی چیز نہیں، سلطنت بھی اس کی قیمت کے لیے کافی نہیں)۔

ایسا نہ ہونے پائے کہ تم کسی چیز کو اس کی قیمت کے کم ہونے کی وجہ سے بے قدر سمجھو (کیونکہ ہر چیز کا سودا الگ، بازار الگ، خریدار الگ ہیں)۔ دیکھو! اگر کیمیا گروں کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ انسان کے گوہ (فضلہ) میں کیا خاصیت ہے تو اس بہت ہی گراں قیمتوں میں خریدنے لگیں اور اس کی قیمت بڑھا دیں۔ (واقعی یہ بات ہے کہ علم کیمیا میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اکثر نسخے اس کے، بغیر انسانی براز (فضلہ) کی مدد کے تیار نہیں ہو سکتے)۔

Presented by Ziaraat.Com

مفضل کہتے ہیں کہ اس موعظت اور گفتگو کے دوران زوال کا وقت آ گیا۔ مولیٰ نماز کے لیے اُٹھے اور مجھے حکم دیا کہ تم کل صبح کو میرے پاس انشاءاللہ آنا۔

میں وہاں سے بہت ہی خوش خوش واپس آیا کہ کیا کیا انکشافات حضرت نے واضح فرمائے اور خدا کا شکریہ ادا کر رہا تھا کہ کیا کچھ نہیں اس نے مجھے (حضرت کے ذریعے سے) مرحمت فرمایا اور یہ شب نہایت ہی سرور کے ساتھ بسر کی۔

Presented by Ziaraat.Com

چوتھی نشست

آپ نے پہلے یہ حمد و نعت فرمائی:

منا التحمید والتسبیح والتعظیم والتقدیس للاسم الاقدس والنور والاعظم العلی العلام ذی الجلال والاکرام و منشئی الانام و مفنی العوالم والدُّھور و صاحب السر المستور والغیب المخطور والاسم المخزون والعلم المکنون و صلواته و برکاته علی مبلغ وحیه و مودی رسالته الذی انبعثه بشیرا و نذیرا و داعیا الی الله باذنه و سراجاً منیراً لیھلك من ھلك عن بینة و یحییٰ من حیّ عن بینه فعلیه و علیٰ آلہٖ من بارئه الصلوٰت الطیبات والتحیات الزاکیات النامیات و علیه و علیھم السلام والرحمته والبرکات فی الماضین والغابرین ابدا لابدین ودھر الداھرین و ھم اھله و مستحقه

پھر فرمایا:

مفضل! میں نے تم سے خلقت کی دلیلیں اور شواہد درستی تدبیر و ارادہ کی بابت (یعنی ہر چیز اپنے موقع و محل سے نہایت درست پیدا کی گئی اور بقصد و ارادہ خلق ہوئی ہے نہ کہ خود بخود) جو انسان، حیوان، نباتات اور درخت وغیرہ میں ہے۔ ایسی مفصل بیان کر دی ہیں کہ عبرت حاصل کرنے والوں کے واسطے عبرت ہو سکے۔

آفات و حوادث تادیب و اصلاح کے لیے ہیں

اب میں تم سے ان آفات و حوادث کا مفصل ذکر کرتا ہوں جو بعض اوقات واقع ہوتے ہیں اور جنہیں ان جاہل لوگوں نے انکار خلق و خالق و عمد و تدبیر کا ذریعہ بنایا ہے (یعنی

Presented by Ziaraat.Com

ہے کہ اس خلقت میں غلطی و خطا ہے اور خالق تبارک و تعالیٰ کو جاہل بتاتا ہے۔

اللہ کی ذات عقل و اِدراک سے بالاتر ہے

ان سب سے زیادہ تعجب تو ان معطلہ فرقے والوں پر ہے جو اس بات کے خواستگار ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو آنکھ سے دیکھ لیں جو عقل سے بھی نہیں معلوم ہوسکتا، اور جب یہ ممکن نہ ہوا تو انکار ہی کر بیٹھے (کہ عالم کا کوئی خالق نہیں) اور کہتے ہیں کہ ہماری سمجھ میں کیوں نہیں آتا، عقل میں یہ بات کیوں نہیں آتی؟

(بھائی اس کا جواب تو یہ ہے) کہ وہ مرتبہ عقل کی رسائی سے بالاتر ہے۔ (اس لیے تمہاری سمجھ میں نہیں آ سکتا۔) جیسا کہ آنکھ ان چیزوں کو نہیں دیکھ سکتی جو اس کی طاقت سے باہر ہیں۔ (اسی طرح عقل بھی اس شے کو نہیں سمجھ سکتی جو ادراک عقل سے بالاتر ہے) اس سے مراد حضرت کی حقیقت ذات خدائے تعالیٰ کا علم ہے جو انسانی عقل میں نہیں آ سکتا اور یہ کہ اس کے وجود کا بھی علم محال ہے۔ آخر اتنے موجودات و عجائبات عالم اس کے وجود ہی کے تو دلائل و شواہد ہیں۔

مثلاً، اگر تم کسی پتھر کو ہوا میں اڑتا ہوا دیکھو، تو ضرور جان لوگے کہ اسے کسی پھینکنے والے نے پھینکا ہے۔ یہ بات آنکھ سے تو سمجھ میں نہیں آ سکتی بلکہ عقل سے ادراک میں آئی، کیونکہ عقل ہی اس بات کی تمیز کرتی اور جانتی ہے کہ پتھر خود بخود ہوا میں نہیں اڑ سکتا۔ دیکھو تو سہی کہ نظر اس حد پر آ کر ٹھہر گئی اور آگے نہ بڑھ سکی (یعنی نظر نے اس بات کا ادراک نہیں کیا کہ اس پتھر کا کوئی پھینکنے والا ہے، بلکہ عقل نے اسے سمجھا، آنکھ نے تو صرف پتھر کو اوپر جاتے ہوئے دیکھا تھا)۔

علیٰ ہذا القیاس، عقل بھی معرفت خالق عالم میں اپنی حد سے تجاوز نہیں کرتی لیکن ہم کہتے ہیں کہ جس عقل نے یہ سمجھا ہے کہ مجھ میں نفس اور جان ہے حالانکہ نفس کو دیکھا نہیں اور نہ

Presented by Ziaraat.Com

کسی دوسرے حاسے نے محسوس ہی کیا۔ وہی عقل خالق کو اسی طور پر پہچانتی اور جانتی ہے جس سے اس کو (وجود خالق) کا اقرار کرنا پڑتا ہے اور اس طور پر نہیں معلوم کرسکتی کہ اس کے تمام صفات کا ادراک کرے (جیسے اپنی روح اور اپنے نفس کی حقیقت کا کوئی شخص پورا پورا ادراک نہیں کرسکتا کہ وہ کیا ہے، کس چیز سے بنا ہے؟ البتہ اتنا جانتا ہے کہ مجھ میں روح ہے مگر یہ کہ اس کی حقیقت کیا ہے، اس کا علم نہیں ہوسکتا)۔

اب اگر وہ یہ کہیں کہ بندۂ ضعیف کو اس نے اس بات کا مکلّف ہی کیوں کیا کہ عقل لطیف سے اس کی معرفت حاصل کرے، حالانکہ وہ پورے طور پر اسے نہیں پہچان سکتا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بندوں کو معرفت حاصل کرنے کی اسی قدر تکلیف دی گئی ہے جس قدر ان کے امکان میں ہے اور جہاں تک پہنچنے کی ان کو طاقت ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس کے وجود ذی جود کا یقین کریں، اس کے اوامر و نواہی پر عمل کریں۔ انہیں یہ تو تکلیف نہیں دی گئی کہ اس صفات (اور ذات) پر احاطہ حاصل کرلیں۔

چنانچہ کوئی بادشاہ اپنی رعایا کو اس بات کے جاننے کی تکلیف نہیں دیتا کہ وہ جانیں کہ بادشاہ بلند قامت ہے یا پست قد ہے۔ گورا ہے یا گندمی رنگ کا ہے۔ صرف اس بات کا ان کو مکلّف کرتا ہے کہ اس کی اطاعت کریں اور اس کے اصول پر عمل کریں۔

دیکھو! اگر کوئی شخص کسی بادشاہ کے دروازے پر آ کر یہ کہے کہ اپنے تئیں میرے سامنے پیش کرو۔ تاکہ میں تجھے اچھی طرح پہچان لوں، ورنہ تیرا حکم نہ مانوں گا تو بیشک اس نے اپنے تئیں کو سزا دلوائی۔ (لامحالہ اس جرأت پر بادشاہ اس کو سزا دے گا۔) اسی طرح جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں تو خالق کے وجود کا اقرار ہی نہ کروں گا جب تک اس کی رویت نہ ہو جائے اور اس کی کُنہ و حقیقت کو معلوم نہ کرلوگا، تو وہ خدائے تعالیٰ کو اپنے سے ناراض کرتا ہے۔

اگر وہ یہ اعتراض کریں کہ آخر تم اس کے صفات تو بیان کرتے ہو کہ اللہ جواد ہے،

Presented by Ziaraat.Com

حکیم ہے، کریم ہے عزیز ہے وغیرہ؟

تو اس کا یہ جواب دیا جائے گا کہ یہ صفات اقرار ہیں (یعنی یہ وہ صفات ہیں جن کا اقرار ہم کو لازم ہے)۔ صفات احاطہ نہیں ہیں۔ کیونکہ ہم اتنا ضرور جانتے ہیں کہ وہ حکیم ہے۔ لیکن ہم اس کی کُنہ کو نہیں جانتے (کہ کس طرح کا حکیم ہے، یہ صفت اس میں کس طور پر ہے اس صفت کی اس کی ذات میں کیا ماہیت ہے) اسی طرح قدیر و جواد وغیرہ صفات ہیں۔ جیسا کہ ہم لوگ آسمان کو دیکھتے ہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ اس کا مادہ کیا ہے، کس چیز سے بنا ہے اور دریا کو دیکھتے ہیں مگر یہ نہیں معلوم کر سکتے کہ اس کی انتہا کہاں تک ہے۔ بلکہ خدائے تعالیٰ تو ان تمام مثالوں سے بھی لا انتہا بالاتر ہے۔ اس لیے کہ تمام مثالیں اس کی مثال بننے سے قاصر ہیں۔ البتہ اتنا ہے کہ عقل کو اس کی معرفت کی طرف لے جاتی ہیں (اور رہبری بھی کرتی ہیں)۔

اب اگر وہ یہ کہیں کہ پھر اس میں اختلاف ہی کیوں ہے؟

ان کو یہ جواب دیا جائے گا کہ خیالات اس کی عظمت کی حد تک نہیں پہنچ سکتے اور اس کی معرفت کے حاصل کرنے میں اپنی مقدار سے زیادہ تعدی کرتے ہیں۔ اس (خدا) کی پوری حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہیں حالانکہ اس سے (بلکہ) اس سے کم درجہ سے بھی عاجز ہیں۔

اس کی مثال آفتاب ہے جسے تم دیکھتے ہو کہ تمام جہان پر اپنی روشنی ڈالتا ہے حالانکہ اس کی حقیقت کسی کو بھی نہیں معلوم ہوئی (تو جب ایک معمولی مخلوق (آفتاب) کی حقیقت و ماہیت نہیں معلوم ہو سکتی تو بھلا خالق کی حقیقت کو کوئی کیوں کر جان سکتا ہے؟) اسی وجہ سے اس کی بابت بہت سے قول ہیں۔ اور فلسفیوں نے اس بیان میں اختلاف کیے ہیں کسی نے تو یہ کہہ دیا کہ وہ ایک فلکی جسم خولدار ہے جو آگ سے بھرا ہوا ہے اس میں منہ ہے جس سے روشنی پھیلتی اور شعاعیں نکلتی ہیں۔

کچھ لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ وہ ایک ابر (سفید) ہے،

Presented by Ziaraat.Com

کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ وہ ایک شیشہ سے مشابہ جسم ہے۔ ناریت عالم کو قبول کرتا ہے اور پھر اسی ناریت کی شعاعیں عالم پر ڈالتا ہے۔

کچھ لوگوں کا خیال وعقیدہ ہے کہ وہ ایک صاف وشفاف ولطیف شے ہے۔ پانی بستہ ہو کر (جم کر) بنا ہے۔

کچھ لوگوں کی یہ رائے ہے کہ آگ کے بہت سے اجزا ہیں جو ایک مقام پر مجتمع ہو گئے ہیں۔

کچھ لوگوں کی یہ رائے ہے کہ عناصر اربعہ کے علاوہ یہ ایک اور ہی پانچواں عنصر ہے۔

پھر یہ بھی کہ ان لوگوں نے اس کی شکل (ہیئت) میں بھی اختلاف کیا ہے۔

- بعض کہتے ہیں کہ یہ بمنزلۂ ایک چوڑے صفحے کے ہے۔
- دوسروں نے یہ رائے دی ہے کہ آفتاب مثل ایک گیند کے ہے۔
- علیٰ ہذا القیاس اس کی مقدار میں اختلاف کیا ہے۔
- کسی کا تو یہ دعویٰ ہے کہ آفتاب زمین کے برابر ہے۔
- دوسروں نے یہ کہا ہے کہ زمین سے چھوٹا ہے۔
- کسی نے یہ کہا ہے کہ اس جزیرۂ عظیمہ (غالباً زمین مراد ہے) سے بڑا ہے۔
- علم ہندسہ والوں نے کہا ہے کہ آفتاب بہ نسبت زمین کے ایک سو ستر درجے بڑا ہے۔

ان کے اس (قدر) اختلاف اقوال سے یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ لوگ اس کی واقفیت اور حقیقت امر پر واقف نہیں ہوئے۔ اور جبکہ اس آفتاب کی حقیقت معلوم کرنے سے عقلیں عاجز رہیں جسے آنکھیں بسا اوقات دیکھتی ہیں اور عقل اسے ادراک کرتی ہے تو اسے کیوں کر محسوس کر سکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں جبکہ جو چیز جس سے محسوس ہی نہیں ہو سکتی اور وہم و

Presented by Ziaraat.Com

خیال سے مخفی و مستتر ہے۔

پھر اگر کہیں کہ آخر کیوں مخفی و پوشیدہ ہے؟

ان کو یہ جواب دیا جائے گا کہ وہ کسی تدبیر و حیلے سے مخفی نہیں ہوا، وہ اس طرح پوشیدہ نہیں ہے جیسے کوئی دروازوں اور پردوں کے پیچھے آدمیوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو جاتے کے لیے مستتر ہوتا ہے، کہ ہم جو کہتے ہیں کہ وہ (خدائے تعالیٰ) نگاہوں سے پوشیدہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس تک وہم و خیال نہیں پہنچ سکتا۔ وہ ان کے ادراک سے زیادہ لطیف ہے (جیسے نفس (نفسِ ناطقہ، روح) لطیف ہے (اور اسی لطافت کی وجہ سے آنکھ اسے دیکھ نہیں سکتی۔ ہوا بھی لطیف ہے جو محسوس ہوتی ہے لیکن آنکھ کی بینائی اسے دیکھنے سے قاصر و عاجز ہے) حالانکہ یہ سب چیزیں مخلوقات خداوندی میں سے ہیں پھر بھی وہم و خیال کے ادراک سے بالاتر ہیں۔ (جس خالق کی مخلوق ادراک انسانی سے بالاتر ہو بھلا وہ خود کسی کے وہم و خیال میں کیسے آ سکتا ہے)؟

اب اگر وہ کہیں کہ وہ لطیف ہی کیوں ہے، حالانکہ وہ اس سے زیادہ بالاتر ہے؟

یہ سوال نہایت ہی غلط ہوگا کیونکہ جو خدا تمام اشیاء کا خالق ہے اس کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ وہ ہر شے سے مبائن و مغائر (غیر) ہو اور ہر چیز سے بالاتر ہو۔ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔

اب اگر وہ یہ کہیں کہ اس کا مبائن و بالاتر ہونا تمام اشیاء سے کیوں کر معلوم ہوا؟ تو ان کو یہ جواب دیا جائے گا کہ کسی شئے کے معلوم کرنے کا حق چار طریقوں سے پورا ہوتا ہے:

۱۔ یہ کہ دیکھا جائے، آیا وہ شے موجود ہے یا موجود نہیں ہے؟

۲۔ یہ معلوم کیا جائے کہ وہ شے فی نفسہ وفی حدِ ذاتہ کیا چیز ہے؟

۳۔ یہ کہ وہ شے کیوں کر ہے اور اس کی صفت کیا ہے؟

۴۔ یہ معلوم کیا جائے کہ وہ کس وجہ اور کس سبب سے ہے؟

ان چاروں باتوں میں سے کوئی ایسی نہیں ہے جس کو کوئی مخلوق اپنے خالق کے متعلق پورے طور پر معلوم کر سکے۔ سوائے اس کے کہ اس قدر جان لے کہ وہ موجود ہے۔ بس (اور اس سے زیادہ کوئی نہیں جان سکتا کہ خدائے تعالیٰ کیا چیز ہے؟)

اب اگر ہم یہ کہیں کہ وہ کیوں کر ہے اور کیا چیز ہے؟ تو اس کی کُنہ کا جاننا اور اسے کامل طور پر سمجھنا محال ہے لیکن یہ کہنا کہ کیوں اور کس سبب سے ہے؟ تو یہ سوال خدائے تعالیٰ کی صفت میں بالکل ساقط (اور غلط ہے) اس سبب سے کہ وہ جلّ شانہٗ ہر چیز کی علت ہے اور اس کا سبب بھی ہے۔ کوئی اور شے اس کی علت اور سبب نہیں ہے (بھلا اس میں کیوں اور کس طرح کو کیا دخل ہو سکتا ہے۔)

جب آدمیوں نے اس قدر معلوم کر لیا ہے کہ وہ (خدائے تعالیٰ) موجود ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ یہ بھی جان لیں کہ وہ کیا چیز ہے اور کیوں ہے نفس و روح کا جاننا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ اس کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے کہ وہ کیا چیز ہے اور کیوں کر ہے (کیوں کر ہر شخص اس بات کو جانتا ہے کہ ہم میں روح و نفس موجود ہے۔ مگر آج تک کسی کو یہ نہ معلوم ہوا کہ نفس و روح کی حقیقت کیا ہے۔ اس کی واقعی کیفیت کیا ہے؟)

علیٰ ہذا القیاس، دیگر روحانی لطیف اشیاء ہیں۔ (کہ ان کا وجود تو معلوم ہے مگر حقیقت ان کی کسی نے اب تک نہ جانی۔ اسی طرح پروردگار عالم کا وجود تو معلوم ہو گیا مگر اس کی حقیقت نہیں معلوم ہو سکتی کیونکہ وہ کسی حاسے سے محسوس نہیں ہو سکتا۔)

پھر اگر وہ یہ کہیں کہ تم اس کی عدم معرفت (بہ سبب تصور علم کے) کی نسبت کیا بیان کرتے ہو گویا وہ ایک نامعلوم چیز ہے۔

تو ان کو یہ جواب دیا جائے گا کہ ایک راہ سے تو واقعی ایسا ہی ہے (یعنی) جبکہ عقل

Presented by Ziaraat.Com

اس کی کنہ وحقیقت کی معرفت اور واقفیت کا علم حاصل کرنا چاہے (تو ضرور وہ اس راہ سے بالکل نامعلوم ہے) اور دوسری راہ سے وہ ہر قریب سے بھی زیادہ قریب ہے جبکہ دلائل شافیہ کے ذریعے سے اس کے وجود پر استدلال کیا جائے گا (تو اس کا وجود ایسا ثابت ہے، گویا وہ ہمارے سامنے ہی موجود ہے اور واقعاً ہے بھی ایسا ہی)۔ پس ایک جہت سے تو وہ واضح و روشن ہے اور کسی پر بھی مخفی نہیں ہے (علم من حیث الوجود) اور ایک جہت سے بالکل غامض (دھوکا یا ناقابل فہم) ہے کہ اسے کوئی بھی ادراک نہیں کرسکتا۔ (من حیث الحقیقہ والماہیئتہ) یہی حال عقل کا بھی ہے کہ شواہد و دلائل سے اس کا وجود معلوم ہے مگر اس کی ذات (وحقیقت) مخفی ہے۔

مگر اصحاب طبائع (نیچری، جن کا مدار صرف ظاہری سائنس پر ہے) تو یہ کہتے ہیں کہ طبیعت کوئی ایسا فعل کرتی ہی نہیں جو بے معنی اور بیکار ہو اور نہ کسی ایسی چیز کو چھوڑتی ہے جس سے کسی چیز کا کامل ہونا فی حد ذاتہ و طبیعتہ ہوتا ہو۔

انکا یہ خیال ہے کہ امتحان (وتجربہ) اس پر شاہد ہے (کہ دراصل فاعل وخالق اشیاء طبعیت ہے اور وہی ہر چیز کو بطور اکمل پورا کر دیتی ہے۔)

ان کو یہ جواب دیا جائے گا کہ کس نے طبعیت کو یہ حکمت اور تمام اشیاء کے حدود پر اطلاع بخشی ہے بغیر اس کے کہ کسی کام کے حد اعتدال وقابلیت سے قدم آگے نہ بڑھائے (اور جو کرے وہ بالکل باقاعدہ اور درست ہی ہوا کرے) حالانکہ، یہ ایک ایسی بات ہے کہ عقلوں کو بہت سے تجربوں کے بعد بھی نہیں حاصل ہوتی (اور طبیعت غیر مدرکہ نے بغیر کسی تجربے اور امتحان کے ایسے محکم و منضبط باتدبیر وحکمت افعال کرنے شروع کر دیے، یہ بالکل ہی خلاف قیاس ہے۔)

پس اگر وہ یہ کہیں کہ طبعیت حکیم ہے اور ایسے افعال پر قادر ہے تو انھوں نے جس کا

Presented by Ziaraat.Com

انکار کیا تھا اسے مان لیا، کیونکہ یہی تو خالق کی بھی صفت ہے (کہ وہ حکیم و قادر ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ وہ اس کا نام طبیعت رکھتے ہیں اور ہم اس کو اللہ، معبود، حکیم، قادر وغیرہ کہتے ہیں)۔

اور اگر وہ اس بات سے انکار کردیں (کہ طبیعت میں حکمت و قدرت پائی جاتی ہے) تو یہ حکیمانہ خلقت بلند آواز سے پکار کر کہہ رہی ہے کہ ضرور یہ کسی ایسے خالق کا فعل ہے جو بڑا حکمت والا ہے۔ (کیونکہ جب طبیعت حکیم و قادر نہ ہوئی تو ضرور یہ افعال کسی حکیم ہی کے ہوں گے کیونکہ وہ حکمت و تدبیر سے بھرے ہوئے ہیں۔)

قدماء میں بھی کچھ لوگ ایسے تھے جو عمد و تدبیر کے منکر تھے۔ وہ اس بات کے قائل تھے کہ اشیاء عالم بالعرض و بالاتفاق پیدا ہوگئی ہیں۔ (یعنی بلا ارادہ اتفاقاً پیدا ہوگئی ہیں۔ جیسے کسی کو زمین کھودنے سے اتفاقاً خزانہ مل جاتا ہے۔ حالانکہ کھودنے والے کا ارادہ نہیں ہوتا کہ وہ خزانے کی غرض سے زمین کھود رہا ہو) ان کی دلیل یہ تھی کہ عورتوں سے بچے خلاف عادت پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے بچہ کبھی چھ انگلیوں کا پیدا ہوتا ہے کبھی عضو ناقص کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ یا بد ہیئت مبدل الخلق ہوتا ہے۔ اس کو انہوں نے اس بات کی دلیل ٹھہرائی تھی کہ اشیاء عالم کسی کے ارادہ و تدبیر سے وقوع پذیر نہیں ہوئیں (کیونکہ مدبر و مرید ایسا نہیں کرسکتا کہ کسی بچے میں پانچ انگلیوں کی بجائے چھ پیدا کردے، کسی میں ایک سر کے ساتھ دوسرا سر بھی پیدا کردے۔ کسی کو ایک ہی ہاتھ کا اور کسی کو چار ہاتھوں کا پیدا کردے) بلکہ محض بالعرض اور اتفاقی طور پر پیدا ہوئے ہیں۔

ارسطا طالیس نے ان کے کلام کو (اسی زمانے میں) رد کردیا تھا۔ اس نے یہ جواب دیا تھا: ''کہ جو چیز کبھی اتفاقی طور پر ہو جاتی ہے اس کے کچھ خاص خاص اسباب ہوتے ہیں جو طبیعت کو عارض ہو جاتے ہیں اور اس کو اس کے اصلی افعال سے ہٹا دیتے ہیں۔'' (مثلاً قوت مولدہ جو رحم میں ہوتی ہے اس کا بہ سبب اپنی کمزوری کے کامل صورت پیدا کرنے سے قاصر

Presented by Ziaraat.Com

رہنا، یا کثرتِ حرارت اور اضطرابِ فعل کی وجہ سے ایک کی جگہ دو کا ہو جانا وغیرہ) تو وہ اتفاق بھی بمنزلۂ امور طبعیہ کے نہیں ہو سکتا جو ایک ہی طور پر برابر ہمیشہ جاری رہے حالانکہ اے مفضل! تم قسم قسم کے حیوانات کو دیکھتے ہو کہ اکثر ایک ہی صورت اور ایک ہی قانون پر چلے جاتے ہیں۔ مثلاً انسان ہی ہے کہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے دو ہاتھ ہوتے ہیں، دو پاؤں ہوتے ہیں، پانچ انگلیاں ہوتی ہیں جیسا کہ عام طور پر لوگوں میں موجود ہے۔ مگر (کبھی کبھی) جو اس کے برخلاف ہو جاتا ہے وہ کسی علت کی وجہ سے ہو جاتا ہے جو رحم یا مادے میں ہوتی ہے جس سے جنین بنتا ہے جیسے صنعتوں میں ہوتا ہے کہ کاریگر تو چاہتا ہے میں اس چیز کو ٹھیک اور باقاعدہ بناؤں مگر اس کے اوزاروں میں کوئی نقص پیدا ہو جاتا ہے (تو اس کی صنعت میں عیب رہ جاتا ہے)۔

اسی طرح حیوانات کے بچوں میں بھی کچھ ایسے ہی اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ (جنہیں ہم نے بیان کیا) جن سے بچہ ناقص یا زائد یا بدہیئت پیدا ہوتا ہے اور اکثر باقاعدہ اور درست پیدا ہوتے ہیں جن میں کوئی عیب یا نقص نہیں ہوتا)۔

پس جس طرح بعض کاموں میں کسی سبب سے کوئی خرابی واقع ہو جاتی ہے مگر موجب اہمال نہیں ہوتی اور نہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کا کوئی صناع نہیں ہے۔ اسی طرح بعض امور جو افعال طبعیہ میں کسی مانع و خارج کی وجہ سے واقع ہو جاتے ہیں وہ بھی اس بات کا سبب نہیں ہو سکتے کہ کُل کے کُل اتفاقاً پیدا ہوئے ہوں۔ پس جو شخص کسی امر کے برخلاف طبعیت (وقانونِ فطرتِ ظاہری) ہو جانے کی وجہ سے یہ کہتا ہے کہ تمام چیزیں بخت و اتفاق سے پیدا ہو گئی ہیں اس کا یہ کلام غلط اور فاسد ہے۔

اب اگر وہ یہ کہیں کہ پھر اشیاء عالم میں ایسا کیوں ہوتا ہے کہ بعض ناقص اور بعض تام پیدا ہوتے ہیں؟

Presented by Ziaraat.Com

ان کو یہ جواب دیا جائے گا کہ یہ اس لیے ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اشیاء عالم کا وجود طبیعت کی مجبوری کے سبب سے نہیں ہے اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ اگر طبیعت کی طرف سے ہو تو سب میں مساوات ہی ہو۔ جیسا کہ ان کہنے والوں نے کہا ہے بلکہ خالق حکیم کے ارادے اور تقدیر سے ایسا ہوا ہے کہ اس نے طبیعت کو ایسا بنایا کہ اکثر تو ایک ہی قاعدہ اور قانون پر چلا کرے اور کبھی کسی سبب سے اس قانون سے ہٹ بھی جائے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ طبیعت بھی کسی غیر کے تصرف میں ہے۔ اس میں کسی غیر کی تدبیر و حکمت نے کام کیا ہے۔ یہ بھی کسی اپنے حد کے کمال تک پہنچنے اور اپنے عمل کو پورا کرنے میں خالق کے پیدا کرنے اور اس کی قدرت کی محتاج ہے۔

تَبَارَکَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ

مفضل! میں نے جو تمہیں دیا ہے اسے لے لو اور جو میں نے بخشا ہے (تعلیم کیا ہے) اسے یاد کر لو۔ اور اپنے پروردگار کا شکر ادا کرو۔ اور اس کی نعمتوں پر حمد بجا لاؤ، اس کے دوستوں کی اطاعت کرو۔

میں نے تم سے عالم کے مخلوق ہونے کی دلیلیں اور درستی تدبیر اور ارادے کے شواہد بہت سے میں سے تھوڑا سا اور کُل میں سے ایک جز، بیان کیا ہے۔ اسے خیال میں رکھو اور اس میں غور و فکر کرو، اس سے عبرت حاصل کرو۔

مفضل کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی مولیٰ! انشاء اللہ آپ کی مدد سے میں اس امر پر قادر ہوں گا، اور اس مطلب تک پہنچ جاؤں گا۔ اس وقت آپؑ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا اور فرمایا، احفظ بمشیة الله و لا تنس انشاء الله تو میں بے ہوش ہو کر گر پڑا (اس کے سبب کو علم نفس والے خوب سمجھیں گے) جب میں ہوشیار ہوا تو آپؑ نے فرمایا:

"مفضل! اب تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟"

Presented by Ziaraat.Com

میں نے عرض کی اپنے مولیٰ کی مدد اور تائید سے اس کتاب سے میں مستغنی ہو گیا جسے میں نے لکھا اور ایسا مجھے حفظ ہو گیا ہے گویا میں اسے اپنی انگلیوں کے لکھے ہوئے سے پڑھ رہا ہوں۔

پس میری مولیٰ! (خدائے تعالیٰ) ہی کے لیے شکر و حمد ہے جس کا بس وہی مستحق ہے اور جیسا مستحق ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مفضل! اپنے دل کو مطمئن کر لو اور اپنے دماغ و عقل و اطمینان کو مجتمع کر لو تو میں انشاء اللہ تم سے ملکوت، آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان اور ان کے اندر خدائے تعالیٰ نے عجائب مخلوقات اور اقسام و صفوف ملائکہ پیدا کیے ہیں اور سدرۃ المنتہیٰ تک ان کے مقامات و مراتب مقرر کیے ہیں اور تمام مخلوقات جن و انس سے لے کر زمین کے ساتویں طبقے اور تحت الثریٰ تک سب بیان کر دوں گا تا کہ (تمہیں معلوم ہو) کہ جو کچھ تم نے اس وقت یاد کر لیا ہے وہ بہت سے جزوں میں سے ایک جز ہے۔

اچھا اب تم چلے جاؤ، جب تمہارا جی چاہے میرے پاس آتے جاتے رہنا۔

"خدا حافظ و ناصر۔"

ہمارے نزدیک تمہارا بڑا مرتبہ ہے اور مؤمنین کے دلوں میں تمہاری قدر ایسی ہے جیسے پیاس میں پانی کی۔ (مگر) جو میں نے تم سے وعدہ کیا ہے اس کی درخواست مجھ سے نہ کرنا۔ جب تک میں خود تم سے بیان نہ کروں۔

مفضل کہتے ہیں کہ میں حضرت کے پاس سے وہ شے لے کر واپس آیا کہ کوئی بھی ایسی شے لے کر نہ واپس آیا ہوگا۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَ اٰخِرًا و ظاهرًا و باطنًا و هو علٰى كُلِّ شَىءٍ قَدِير

Presented by Ziaraat.Com

باب دوم

حدیث اہلیلج (ہلیلہ یا ہریڑ)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ہندی طبیب کو توحید کا درس دینا

''کتاب التوحید بحار الانوار'' بیان کیا مجھ سے محرز بن سعید نحوی نے دمشق میں، کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن ابی مُسہر نے رملہ میں اپنے باپ سے اس نے اپنے باپ سے روایت کی، کہ مفضل بن عمر جعفی نے حضرت ابو عبداللہ جعفرؑ بن محمدؑ الصادق علیہ السلام کو خط لکھا، اس میں یہ ظاہر کیا کہ کچھ لوگ اس ملت کے ایسے نکل پڑے ہیں جو پروردگار عالم کے پروردگار ہونے ہی کا انکار کرتے ہیں اور اس پر جھگڑتے ہیں اور حضرت سے یہ درخواست کی ہے کہ آپؑ ان کے اقوال کو رد فرمایئے اور جس طرح دوسروں کی دلیلوں کو آپؑ نے باطل کیا ہے اسے طرح ان کے دعوؤں کو بھی باطل کیجئے۔

اس کے جواب میں جناب ابو عبداللہ علیہ السلام نے یہ مضمون تحریر فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ......

اَمَّا بَعْدُ:

معبودِ برحق ہم کو بھی اور تم کو بھی اپنی اطاعت کی توفیق دے اور اس کے ذریعے سے ہمارے لیے اپنی رضامندی کو اپنی رحمت سے لازم فرمائے۔

تمہارا خط پہنچا، تم نے اس میں لکھا ہے کہ ہمارے مذہب (اسلام) میں (فسادات) پھیلے ہیں اور یہ ان لوگوں کے سبب سے ہے جو ربوبیت کا (پروردگار کے پروردگار ہونے کا) انکار کرتے ہیں۔ ان کا عدد بڑھ گیا ہے اور ان کے جھگڑے و تکرار بہت سخت ہو گئے ہیں۔

تم نے اس خط میں یہ بھی درخواست کی ہے کہ میں ان کی رد میں کوئی کتاب اسی

Presented by Ziaraat.Com

پرواز پر لکھ دوں جیسے میں نے اور بدعتیوں اور اختلاف کرنے والوں کے اقوال رد کیے ہیں!

ہم اللہ کی کامل نعمتوں اور حد کو پہنچی ہوئی حجتوں اور اس کے امتحان ممدوح پر جس سے اس نے خاص و عام کو جانچا ہے، شکر کرتے ہیں! اس کی عظیم نعمتوں اور بڑے عطیوں میں سے جو اس نے دیے ہیں، ایک یہ ہے کہ اس نے ان کے (خاص و عام کے) دلوں میں اپنی ربوبیت کو قائم فرما دیا اور اپنی معرفت کا عہد ان سے لے لیا، ان پر ایسی کتاب نازل فرمائی جس میں دلوں کے امراض (شکوک) کی شفا ہے جو امور مشتبہ اور خیالات ہیں (یعنی اصل بیماری دل کی یہی شکوک وشبہات وخیالات ہیں جو اس میں آتے ہیں) اور نہ خود ان (خاص و عام) کو نہ کسی اور چیز کو اپنے سوا کسی دوسرے کا محتاج کیا ہے۔ مگر خود ان سب سے مستغنی ہے اور (بیشک) اللہ غنی ومحمود ہے۔

اپنی عمر کی قسم! ان جاہلوں کو اس قدر ضرر پہنچا ان کے رب کی طرف سے (یعنی اپنے رب کا انکار کرنے کے سبب سے) حالانکہ صاف صاف دلیلیں اور ظاہر بظاہر علامتیں (خدا کے وجود کی) اپنی خلقت میں دیکھتے ہیں اور ملکوت آسمان وزمین وصنعت عجیبہ محکمہ کا معاملہ کرتے ہیں جو بتا رہی ہیں کہ ان سب چیزوں کا کوئی بنانے والا ہے۔ لیکن یہ وہ قوم ہے جس نے اپنے سامنے معصیتوں کا دروازہ کھول لیا ہے اور اپنے نفسوں کی خواہشوں کے راستے سہل کر لیے ہیں اسی وجہ سے خواہشہائے نفسانی ان کے دلوں پر غالب آ گئی ہیں اور ظلم کرنے کی وجہ سے شیطان کو ان پر غلبہ ہو گیا ہے۔ اسی طرح خدائے تعالیٰ سرکشوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔

تعجب ہے اس مخلوق پر جو اس بات کا دعویٰ کرے کہ خدائے تعالیٰ اپنے بندوں پر مخفی ہے (یعنی اس کا وجود اب تک ثابت نہیں ہوا) حالانکہ خود اپنے نفس میں صنعت کا اثر دیکھ رہا ہے کہ اس کی ایسی ترکیب ہے جس میں عقل حیران ہے اور ایسی تالیف ہے جو خود اس کی دلیل کو باطل کر رہی ہے۔ (یعنی انسان کے جسم وروح کی ساخت اور اس کی خوبی ترکیب وامتزاج

Presented by Ziaraat.Com

آپ ہی بتا رہی ہے کہ ضرور اسے کسی مدبر حکیم نے بنایا ہے)۔

قسم اپنی جان کی، اگر یہ لوگ ان بڑی بڑی باتوں میں ذرا بھی غور کرتے تو کھلی ہوئی ترکیب اور بدیہی خوبیٔ تدبیر اور اشیاء عالم کا مخلوق ہونا آنکھوں سے معائنہ کر لیتے (کہ یہ اشیاء پہلے نہ تھیں اور بعد کو پیدا ہوئیں، تو آخر کسی نے پیدا کیا ہی ہوگا)۔

پھر ان اشیاء کا ایک حال سے دوسرے حال پر اور ایک ساخت سے دوسری ساخت پر بدلنا ہی ایسا ہے جو صانع کی دلیل ہے۔ کیونکہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس میں تدبیر و ترکیب کا اثر نہ ہو۔ اور اس بات کو نہ بتاتا ہو کہ اس کا کوئی خالق و مدبر ہے۔ کوئی ایسی شے نہیں جس میں حکمت کے ساتھ ترکیب نہ ہو اور جو واحد حکیم کو نہ بتا رہی ہو۔

تمہارا خط مجھ کو ملا میں نے تمہارے لیے ایک مضمون لکھا ہے جس پر میں نے منکرین میں سے ایک شخص سے بحث کی تھی وہ یہ ہے کہ:

ایک ہندی طبیب میرے پاس آیا کرتا تھا اور اپنی ضلالت اور رائے پر برابر مجھ سے بحث کیا کرتا تھا۔ یک روز وہ دوا میں ملانے کے لیے، جس کی مجھے ضرورت تھی، ہلیلہ کوٹ رہا تھا کہ اتنے میں وہ ایک بات بول اٹھا جس میں وہ مجھ سے بحث کرتا تھا۔

اس کا دعویٰ یہ تھا کہ دنیا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ ایک درخت اگتا ہے دوسرا گرتا ہے۔ ایک جان پیدا ہوتی ہے، دوسری تلف ہو جاتی ہے (اسی طرح عالم کا سلسلہ چلا آ رہا ہے اور چلا جائے گا) اور یہ بھی اس کا خیال تھا کہ میں جو خدائے تعالیٰ کی معرفت کا دعویٰ کرتا ہوں یہ بغیر دلیل ہے۔ میرے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ اسے پچھلوں نے اگلوں سے لیا ہے اور چھوٹوں نے بڑوں سے (یعنی محض سنی سنائی بات ہے کہ خدا بھی کوئی چیز ہے ورنہ دراصل کچھ نہیں ہے)۔

اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ اشیاء مختلفہ و متفقہ خواہ ظاہری ہوں، یا باطنی صرف حواس

Presented by Ziaraat.Com

خمسہ سے معلوم ہوتی ہیں۔ آنکھ سے دیکھ کر، کان سے سن کر، ناک سے سونگھ کر، منہ سے چکھ کر، ہاتھ پاؤں سے چھو کر۔ (اور چونکہ خدائے تعالیٰ ان تمام حاسوں سے محسوس نہیں ہوتا، لہٰذا اس کا وجود محال ہے)۔

پھر اس نے اپنی گفتگو کو اپنے بنائے ہوئے قاعدے تک پہنچا کر کہا کہ میں نے کسی حاسے سے خالق کو محسوس نہیں کیا جو میرے دل میں بیٹھتا ہے (یہ صرف خدائے تعالیٰ کے وجود سے انکار کرنے کے لیے اس نے کہا تھا)۔

پھر اس نے مجھ سے کہا کہ جس دلیل سے تم اپنے پروردگار کی معرفت کا ثبوت دیا کرتے ہو جس سے اس کی قدرت اور ربوبیت کو بیان کرتے ہو وہ مجھ سے بیان کرو، حالانکہ دل انہیں چیزوں کو جان سکتا ہے جو حواس خمسہ سے محسوس ہوئی ہوں جنہیں میں نے تم سے کہہ دیا ہے۔

میں نے کہا، اس عقل کے ذریعے سے خدا کے وجود کا ثبوت دیتا ہوں جو میرے دل میں ہے اور اس دلیل کے ذریعے سے جس سے اس کی معرفت کا ثبوت پیش کرتا ہوں۔

ہندی طبیب...... یہ کہاں سے تم کہتے ہو حالانکہ جانتے ہو کہ دل کسی چیز کو بغیر حواس خمسہ کے نہیں معلوم کر سکتا۔ تو کیا تم نے اپنے رب کو آنکھ سے دیکھا ہے یا اس کی آواز سنی، یا اسے سونگھا، یا اسے زبان سے چکھا، یا اسے ہاتھ سے چھوا جس سے تمہارے دل میں اس کی معرفت آ گئی؟

میں نے کہا...... تم اس وجہ سے خدائے تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتے ہو کہ اپنے حواس خمسہ سے تم نے محسوس نہیں کیا جو اشیاء کے احساس کا آلہ ہے۔ اور میں اس کے وجود کا اقرار کرتا ہوں، تو کیا کوئی اس سے سوا چارہ ہے کہ ایک ہم دونوں میں سے جھوٹا ہو اور دوسرا سچا۔

Presented by Ziaraat.Com

اس نے کہا، نہیں (بلکہ ضرور ہے کہ یا اپنے دعویٰ میں میں سچا ہوں گا، یا آپ اپنے دعوے میں۔)

میں نے کہا، اچھا، اگر تمہاری ہی بات سچی ہے تو میں جو تم کو عذاب خدا سے ڈراتا ہوں، اس میں میرے لیے کوئی خوف کی بات ہے؟

اس نے کہا، نہیں۔ (زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ ڈرانے کا فعل عبث ہو، کیونکہ یہ دراصل کوئی خدا ہی نہ ہوگا تو اس سے ڈرانا یا اس کے عذاب سے خوف کرنا ایک بیکار سی بات ہے)۔

میں نے کہا، اور اگر وہی سچ ہو جو میں کہتا ہوں، تو کیا ایسا نہیں ہوگا کہ تم تو انکار کی وجہ سے ہلاکت میں پڑو گے اور میں اس سبب سے کہ عذاب خالق سے برابر ڈرایا کرتا تھا، محفوظ رہوں گا؟

اس نے کہا، ضرور ایسا ہوگا۔

میں نے کہا، اچھا پھر زیادہ عقلمند اور قریب بہ نجات کون رہا (میں یا تم؟)

اس نے کہا، آپ...... مگر یہ کہ آپ جو کہہ رہے ہیں وہ محض دعویٰ اور ایک شبہ ہے اور میں جو کہہ رہا ہوں وہ یقینی ہے اور قابل وثوق ہے۔ اس لیے کہ میں اپنے حواس خمسہ میں سے کسی ایسے حاسے کو نہیں پاتا جس نے اللہ کو محسوس کیا ہو اور جسے میرے حاسے نے احساس نہیں کیا۔ اسے میں موجود نہیں جانتا۔

میں نے کہا، تمہارا حاسہ جب ادراک خدا سے عاجز رہا تو تم نے اس کا انکار کر دیا اور میرا حاسہ جو اس کے ادراک سے قاصر رہا تو میں نے اس کی تصدیق کی (یعنی جس وجہ سے تم انکار کرتے ہو، اسی وجہ سے میں اس کا اقرار کرتا ہوں۔)

اس نے کہا، یہ کیونکر؟

Presented by Ziaraat.Com

میں نے کہا، اس لیے کہ جس چیز میں ترکیب کا کچھ بھی اثر ہے، (یعنی جو چیز مرکب ہے) وہ جسم ضرور رکھتی ہے۔ یا جس پر نظر پڑتی ہے وہ رنگ ضرور رکھتی ہے۔ لہٰذا جس چیز کو آنکھ نے یا باقی دوسرے حاسوں نے ادراک کیا وہ خدائے تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور شئے ہے۔ اس لیے کہ وہ مخلوقات سے مشابہ نہیں ہے اور نہ مخلوقات میں سے کوئی چیز اس سے مشابہ ہے۔ اور نیز یہ کہ ان مخلوقات میں تغیر و زوال ہوتا رہتا ہے اور جو کسی تغیر اور زوال پذیر چیز سے مشابہ ہو وہ بھی متغیر اور زوال پذیر ہے (لہٰذا خدائے تعالیٰ کو ان سے مشابہ نہ ہونا چاہیے اور جب ان سے مشابہ نہ ہوا تو کوئی حاسہ اسے کیوں کر محسوس کر سکتا ہے) اور مخلوق مثل خالق کے نہیں ہو سکتا اور نہ محدث مثل محدث کے۔ (لہٰذا اسے محسوس نہ ہونا چاہیے۔ پھر عام احساس اس کے عدم وجود کی کیوں کر دلیل ہو سکتا ہے؟)

اس نے کہا، یہ تو ایک بات ہے لیکن میں تو اسے مانتا ہی نہیں جو میرے حاسے سے محسوس ہو کر میرے دل تک نہ پہنچے۔

جب اس نے یہ بات کہی اور یہ حجت پکڑ لی تو میں نے کہا،

جب تم نے جہالت ہی پر کمر باندھ لی اور جھگڑنے کو دلیل بتاتے ہو تو جس بات کا تم نے عیب مجھ پر لگایا ہے وہی عیب تم میں بھی ہوا (یعنی دعویٰ بلا دلیل) تم نے بھی وہی کیا جسے ناپسند کرتے تھے۔ یعنی، تم نے یہ کہا کہ میرا یہ ذاتی دعویٰ ہے کہ جو چیز میرے حواس سے نہ محسوس ہو وہ میرے نزدیک لاشئے ہے (خواہ میرے پاس کوئی دلیل اس کی ہو یا نہ ہو۔)

اس نے کہا، یہ کیوں کر (جو عیب میں نے آپ پر لگایا وہی مجھ میں پایا گیا۔)

میں نے کہا، تم نے مجھے یہ الزام دیا تھا کہ آپ محض دعویٰ ہی دعویٰ کرتے ہیں، آپ کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور خود دعویٰ بلا دلیل کر بیٹھے اور ایسی بات کا دعویٰ کر لیا جس کی پوری طور پر حالت نہیں معلوم کی اور نہ علم و یقین کے راہ سے کہا۔ تم نے خدائے تعالیٰ کے وجود

Presented by Ziaraat.Com

کے انکار میں اپنے لیے کیسے محض دعویٰ ہی دعویٰ کر لینے کو جائز رکھ لیا، اور علامت نبوت و حجت واضحہ کو رد کر دیا اور مجھ کو اسی کا عیب لگایا تھا۔

اچھا یہ بتاؤ کہ تم تمام جہات میں گھوم پھر کر آئے ہو، اور ان جہتوں کی حد تک پہنچے ہو؟

اس نے کہا، ''نہیں''۔

میں نے کہا، کیا کبھی تم اس آسمان پر چڑھے ہو جسے دیکھ رہے ہو یا زمین کے آخری درجے تک گئے ہو۔ اس کے اطراف و جوانب میں گھومے ہو، یاد دریاؤں کے اندر غوطہ لگایا ہے، آسمان کے اوپر یا اس کے نیچے زمین تک اور زمین کی انتہائی تہہ تک، فضا کے اطراف و جوانب میں پھرے ہو، اور ان سب مقامات پر دیکھ چکے ہو کہ یہاں، وہاں کسی جگہ کوئی مدبر حکیم، عالم، باخبر، (دانا) نہیں ہے؟

اس نے کہا، ''نہیں۔'' (میں تو ان مقامات میں سے کسی ایک مقام پر بھی نہیں گیا)۔

میں نے کہا، پھر تمہیں کیا خبر کہ تم جس کا انکار کرتے ہو شاید انہی مقامات میں سے کسی جگہ ہو جہاں تمہارے حاسے نے کام نہیں کیا اور نہ تمہیں اس کا علم ہو سکا۔

اس نے کہا۔ مجھے تو خبر نہیں۔ شاید ان مقامات میں سے جن کا آپ نے ذکر کیا ہے کوئی مدبر ہو اور یہ بھی خبر نہیں، شاید ان میں سے کسی ایک جگہ کوئی بھی مدبر نہ ہو۔

میں نے کہا، جبکہ تم انکار کی حد سے شک کی حد تک پہنچے (پہلے تو کہتے تھے قطعی کوئی مدبر نہیں، اب کہتے ہو شاید ہو، شاید نہ ہو) تو مجھے امید ہے کہ معرفت کی حد تک بھی پہنچو گے۔

اس نے کہا، یہ شک تو اس آپ کے سوال سے پیدا ہو گیا ہے جو آپ نے ایسی جگہوں کو دریافت کیا جنہیں میں نہیں جانتا۔ (اور جہاں میں گیا ہی نہیں اس لیے کہہ دیا کہ شاید ان مقامات میں سے کسی مقام پر کوئی مدبر حکیم ہو) لیکن جس چیز کو میرے حاسوں نے ادراک

Presented by Ziaraat.Com

نہ کیا ہو اس کا یقین مجھے کیوں کر ہو سکتا ہے؟

میں نے کہا، اسی ہلیلہ کے ذریعے سے۔

اس نے کہا، یہ تو اب حجت کو خوب ثابت کر دے گی، کیونکہ یہ اس طب کے آداب میں سے ہے جسے میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ (یہ بات تو دلیل کے لیے بہت مناسب ہے۔)

میں نے کہا، یہی میرا ارادہ ہے کہ وجود پروردگار کا ثبوت تم کو اسی ہلیلہ سے دوں گا، کیونکہ یہ تمہارے پاس ہی رکھی ہوئی ہے۔ اگر کوئی شئے اس کے علاوہ تم سے زیادہ قریب ہوتی تو میں اس سے ثبوت دیتا۔ اس لیے کہ حکمت ترکیب (یعنی کس نے اس کو بنایا اور مرکب کیا ہے) کا اثر ہر شئے میں موجود ہے جو اپنی مخلوق و مصنوع ہونے اور اپنے لیے کوئی صانع و خالق ہونے کو بتا رہا ہے۔ جب معدوم تھی تو اس نے اسے پیدا کیا، اور اس طرح سے فنا بھی کر دے گا کہ بالکل کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔

اچھا یہ بتاؤ کہ تم اس ہلیلہ کو دیکھ رہے ہو؟

کہا، ''ہاں''

میں نے کہا، ''جو کچھ اس کے اندر ہے اسے بھی دیکھ رہے ہو۔''

اس نے کہا، ''نہیں''

میں نے کہا، کیا تم بتا سکتے ہو کہ اس کے اندر ایک بیج ہے جسے تم اس وقت دیکھ نہیں رہے ہو۔

اس نے کہا، ''اس کی مجھے خبر نہیں، ممکن ہے کہ اس کے اندر کچھ بھی نہ ہو۔''

میں نے کہا، تم جانتے ہو کہ اس ہلیلہ کے چھلکے کے نیچے مغز چھپا ہوا ہے جسے تم نہیں دیکھ رہے ہو۔ یا کوئی اور رنگین شئے ہے؟

اس نے کہا، مجھے خبر نہیں، شاید اس کے نیچے کوئی رنگ دار چیز یا کوئی مغز، کچھ

Presented by Ziaraat.Com

بھی نہ ہو۔

میں نے کہا، تم اقرار کرتے ہو کہ یہ ہلیلہ جسے لوگ عام طور پر جانتے ہیں ہندوستان میں بھی ملتا ہے؟ کیونکہ بہت سے مختلف الاقوال لوگوں نے اس کا ذکر کیا ہے۔

اس نے کہا، مجھے خبر نہیں، ممکن ہے کہ جس بات پر انہوں نے اتفاق کر لیا ہو، غلط ہی ہو۔

میں نے کہا، کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو کہ ہلیلہ کسی بھی سرزمین میں پیدا ہوتا ہے؟

اس نے کہا، وہ اور یہ زمین ایک ہی ہے۔ ہاں میں نے اسے دیکھا ہے جہاں یہ پیدا ہوا ہے۔

میں نے کہا، اس[1] ہلیلہ کے موجود ہونے سے تم یہ بتا سکتے ہو کہ ایسے ہی اور ہلیلہ جات موجود ہوں گے جنہیں تم اس وقت نہیں دیکھ رہے ہو۔

اس نے کہا، مجھے خبر نہیں۔ شاید اس ہلیلہ کے سوا دنیا میں کہیں اور ہلیلہ ہو ہی نہیں۔

جب اس طرح سے اس نے جہالت پر کمر باندھ لی، تو......

میں نے کہا، اچھا یہ بتاؤ کہ یہ ہلیلہ کسی درخت سے پیدا ہوا ہے اس کا تم اقرار کرتے ہو؟ یا، یہ کہتے ہو کہ یونہی پیدا ہو گیا۔

اس نے کہا، میں یہ نہیں کہتا، بلکہ کہتا ہوں کہ درخت سے نکلا ہے۔

میں نے کہا، اب معلوم ہوا کہ تم نے ایک ایسے درخت کے وجود کا اقرار کیا جسے تم نے اپنے حاسوں سے محسوس نہیں کیا ہے۔

اس نے کہا، یہ صحیح ہے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ ہلیلہ ہو خواہ اور مختلف چیزیں ہوں ہمیشہ سے یونہی چلی آتی ہیں۔ کیا آپ کے پاس کوئی دلیل ہے جس سے میرے

---

[1] اس طویل بحث سے حضرت کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس سے اس بات کا اقرار لے لیں کہ کسی چیز کا آنکھ سے نہ دیکھنا یا حواس سے محسوس نہ کرنا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔

Presented by Ziaraat.Com

کلام کر رد کر سکیں؟

میں نے کہا، ...... ہے۔ مجھے اسی ہلیلہ کی بابت بتاؤ کہ اس کے پیدا ہونے سے پہلے تم نے اس کا درخت دیکھا تھا، اسے پہچانتے ہو؟

اس نے کہا، "ہاں"

میں نے کہا، تم اس ہلیلہ کو اس درخت میں (اس کے پیدا ہونے سے پہلے) دیکھتے تھے؟

اس نے کہا، "نہیں"

میں نے کہا، کہ ایک وقت تم نے دیکھا تھا کہ ہلیلہ کا درخت موجود ہے مگر اس میں ہلیلہ نہیں تھا، دوبارہ جو جا کر دیکھا تو اس میں ہلیلہ لگے ہوئے پایا۔ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں ہوا کہ ہلیلہ پہلے نہ تھا، پھر اس میں پیدا ہو گیا۔ (عدم سے وجود میں آیا۔)

اس نے کہا، میں اس بات کا انکار نہیں کر سکتا (یعنی مانتا ہوں کہ پہلے نہ تھا بعد میں پیدا ہوا۔) لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اجزا اس ہلیلہ کے اس درخت کے اندر متفرق تھے۔ (جب وہ اجزاء سمٹ کر مجتمع ہوئے تو یہ پھل پیدا ہوا۔)

میں نے کہا، مجھے یہ بتاؤ کہ جس ہلیلہ سے یہ درخت اگا تھا قبل بونے کے تم نے اسے دیکھا تھا؟

اس نے کہا، "ہاں"

میں نے کہا، تو کیا تمہاری عقل میں یہ بات آتی ہے کہ جس درخت کی جڑیں، رگیں، شاخیں، چھلکے اور تمام پھل جو اس سے توڑے جاتے ہیں اور پتیاں جو اس سے گرتی ہیں یہ ہزاروں سیر کے وزن کی چیزیں اس ایک ہلیلہ کے اندر چھپی بیٹھی تھیں۔

اس نے کہا، یہ بات تو عقل میں نہیں آتی اور نہ اسے دل ہی قبول کرتا ہے۔ (کہ یہ

Presented by Ziaraat.Com

تمام پتیاں، پھل، پھول، شاخیں اور جڑیں وغیرہ اسی ایک ہلیلہ کے اندر موجود رہی ہوں۔)

میں نے کہا، تو تم نے مان لیا کہ یہ سب چیزیں درخت میں حادث ہوئیں (از سر نو پیدا ہوئی ہیں پہلے سے ان کا وجود نہ تھا؟)

اس نے کہا، ہاں، لیکن میں یہ نہیں جان سکتا کہ یہ کسی کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں۔ کیا آپ اسے میرے لیے ثابت کر سکتے ہیں؟

میں نے کہا، ہاں، اگر میں تم کو کوئی تدبیر دکھاؤں تو کیا مان لو گے اس کا کوئی مدبر ہے۔ یا کوئی تصویر دکھاؤں تو تم اقرار کرو گے کہ اس کا کوئی مصور ہے؟

اس نے کہا، ضرور، میں مان لوں گا۔

میں نے کہا، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ ہلیلہ بطور گوشت کے ہے جو ہڈی پر قائم کیا گیا ہے اور ہڈی (بیج) اس جوف میں ہے جو شاخ سے ملا ہوا ہے اور وہ شاخ ایک ساق پر قائم ہے اور وہ ساق ایک جڑ پر، اور وہ جڑ اپنی باریک جڑوں کے ذریعے سے جو اس کے نیچے ہیں، قائم ہے (اور اسی کے ذریعے سے اس میں کھڑے رہنے کی قوت ہے۔)

اس نے کہا، ہاں معلوم ہے۔

میں نے کہا، تو کیا تم یہ نہیں جان سکتے کہ اس ہلیلہ کی صورت ایک معین[1] اندازہ اور تخطیط (خط) و تالیف و ترکیب و تفصیل پر بنائی گئی ہے اس کا ایک جز دوسرے کے اندر داخل ہو کر مرکب ہوا ہے۔ اس میں تہہ پر تہہ اور جسم پر جسم اور رنگ پر رنگ ہے۔ زردی پر ایک سفید رنگ بھی ہے اور سخت پر ایک نرم چیز ہے (بیج تو اس کا سخت ہے اور اوپر اس کا مغز نرم ہے۔) متفرق طبیعتوں اور مختلف طریقوں اور باہم ملے ہوئے اجزاء سے اس کی ترکیب ہے۔ اس کے ساتھ چھلکا بھی ہے جو اسے قائم رکھتا ہے اور جڑیں بھی ہیں جن کے اندر پانی نفوذ کرتا ہے۔

---

[1] یعنی رنگ اس کا الگ محسوس ہوتا ہے، جرم الگ، دھاریاں جدا جدا معلوم ہوتی ہیں۔ بیج الگ ہے، مزا کچھ اور کوئی جز اس کا نرم ہے، کوئی سخت غرض اس طرح تفصیل: تالیف ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

پتیاں بھی ہیں جو اسے چھپائے رکھتی ہیں اور دھوپ سے اسے بچاتی ہیں، سردی سے محفوظ رکھتی ہیں، ہوا سے بھی اس کی حفاظت رکھتی ہیں تا کہ اسے پتلا نہ کر دے۔

اس نے کہا، ..... کیا ایسا نہیں ہے کہ اگر پتیاں اس پر ڈھکی ہوئی ہوتیں تو اس کے لیے اور بہتر ہوتا؟

میں نے کہا، اللہ! کیا اچھا مقدر ہے۔ اگر ایسا ہی ہوتا جیسا تم کہتے ہو تو ہوا (بالکل) ہی اسے نہ لگتی جو اس میں تازگی پیدا کرتی ہے اور سردی نہ لگتی جو اس میں مضبوطی پیدا کرتی ہے۔ پھر اس وقت اس میں عفونت بھی پیدا ہو جاتی (ہلیلہ سڑ جاتا) جیسا کہ کبھی کبھی پھلوں کو دیکھا جاتا ہے کہ جب اس پر پتی پڑ جاتی ہے تو سڑ جاتا ہے اور اگر دھوپ اسے نہ لگتی تو پختگی نہ پیدا ہوتی۔ لیکن ایسا ہوتا ہے کہ کبھی دھوپ لگتی ہے، کبھی ہوا، کبھی سردی، (جو اس کی اصلاح کرتی ہے۔) جسے معبود برحق نے اپنی قوت لطیفہ اور حکمت کاملہ سے مقدر فرمایا ہے۔

اس نے کہا..... تصویر کی بابت تو یہ تقریر آپ کی میرے لیے کافی ہے (میں نے مان لیا کہ ضرور اس کی صورت بنائی گئی ہے کسی نے ضرور اس کی یہ صورت بنائی ہے) مگر مجھ سے اس کی تدبیر کی بابت واضح طور سے بیان کیجیے، جیسا کہ آپ نے دعویٰ کیا تھا، کہ مجھے آپ اسے (تدبیر کو) دکھا دیں گے (یعنی یہ یقینی طور پر ثابت کر دیں گے کہ اس میں کسی مدبر کی تدبیر وحکمت نے کام کیا ہے)۔

میں نے کہا، تم نے اس ہلیلہ کو قبل بستہ (ایک جا جمع ہونا) ہونے کے دیکھا ہے جبکہ اپنے ڈورے کے اندر صرف پانی ہی پانی تھا۔ نہ بیج تھا نہ مغز، نہ اوپر کا چھلکا، نہ رنگ، نہ ذائقہ اور نہ یہ سختی۔

اس نے کہا، ہاں، ''دیکھا ہے۔''

میں نے کہا۔ اگر خالق اس کمزور پانی کو جو کمی اور کم مائیگی میں رائی کے دانے کے

Presented by Ziaraat.Com

بقدر ہے اپنی قوت سے مضبوط نہ کرتا اور اپنی حکمت سے اس میں صورت (ہلیلہ کی) نہ بناتا اور اپنی قدرت سے اس کی تقدیر نہ کرتا، تو کیا یہ پانی (خود بخود) اپنے غلاف کے اندر بغیر کسی جسم یا غلاف اور اجزاء مفصلہ (جداگانہ) کے ملائے ہوئے بڑھ سکتا تھا، اور اگر بڑھتا بھی تو تہہ بہ تہہ پانی ہی بڑھتا۔ نہ اس میں صورت (ہلیلہ کی) ہوتی، نہ اس میں یہ دھاریاں ہوتیں نہ اس کے اجزا بڑھتے اور نہ اس میں یہ تدبیر ہوتی۔ نہ تہہ بہ تہہ اجزاء کی تالیف و ترکیب ہوتی (جس سے اتنا بڑا ہلیلہ بنتا ہے)۔

اس نے کہا، آپ نے اس کے درخت کی صورت اور اس کی ساخت کی ترکیب اور اس کے پھل پیدا ہونے اور اس کے اجزاء کے بڑھنے اور اس کی بناوٹ کی تفصیل سے نہایت واضح اور ظاہر طور پر بنانے والے کو ثابت کر دیا اور اب میں مانتا ہوں کہ تمام چیزیں کسی نہ کسی کی بنائی ہوئی ہیں لیکن معلوم نہیں شاید اس ہلیلہ اور ان اشیاء عالم نے اپنے تئیں آپ بنایا ہو۔

میں نے کہا، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جس نے ان اشیاء اور اس ہلیلہ کو پیدا کیا ہے وہ حکیم اور عالم ہے۔ کیونکہ تم نے اس کی قوت تدبیر کو آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ (کہ ایسی ترکیب اور ساخت بغیر کسی حکیم کے نہیں ہوسکتی)۔

اس نے کہا، ہاں، یہ تو معلوم ہوا کہ ان کا بنانے والا حکیم و عالم ہے۔

میں نے کہا...... تو کیا ہوسکتا ہے کہ جو ایسا ہو وہ حادث بھی ہو (عدم سے وجود میں آیا ہو)۔

اس نے کہا،...... نہیں

میں نے کہا...... کیا تم نے دیکھا نہیں تھا جس وقت ہلیلہ (اپنے درخت میں) پیدا ہوا تھا کہ پہلے نہ تھا پھر ہوا، اور پھر اس طرح فنا بھی ہوگیا کہ گویا کبھی اس کا وجود ہی نہ تھا۔

اس نے کہا، "ہاں، دیکھا کیوں نہیں۔" مگر میں نے تو ابھی آپ سے صرف یہ کہا

Presented by Ziaraat.Com

ہے کہ ہلیلہ ایک حادث چیز ہے۔ یہ تو نہیں کہا ہے کہ بنانے والا حادث نہیں ہوسکتا۔ اپنے تئیں آپ بنا نہیں سکتا۔ (بلکہ ہوسکتا ہے کہ ہلیلہ کو جس نے پیدا کیا ہے وہ بھی حادث ہو یعنی عدم سے وجود میں آیا ہو۔ واجب الوجود نہ ہو)۔

میں نے کہا۔ ابھی تو تم نے کہا تھا کہ خالق حادث نہیں ہوسکتا اور تمہارا بیان ہے کہ ہلیلہ حادث ہے۔ (تو خود یہ ہلیلہ کیسے اپنا خالق ہوسکتا ہے۔) تم نے تو مجھ سے اقرار کرلیا کہ ہلیلہ ایک مصنوع چیز ہے۔ لہٰذا وہی خدائے عزوجل اس کا بنانے والا ہوگا!!

اور اگر تم دوبارہ یہی بات کہو کہ نہیں صاحب خود ہلیلہ ہی نے اپنے تئیں آپ بنایا ہے اور اپنی ساخت میں تدبیر کی ہے۔ تو کچھ اور بات تو زیادہ نہیں ہوئی مگر یہ کہ جس کا انکار کرتے تھے اسی کا اقرار تمہاری زبان سے ہوگیا۔ اور تم نے صانع مدبر کو ثابت کردیا اس کی صفت تو ٹھیک کہی مگر اسے پہچانے نہیں، نام کچھ اور رکھ دیا۔

اس نے کہا، ...... یہ کیوں کر؟

میں نے کہا، ...... تم نے تو ایک حکیم، لطیف و مدبر کے وجود کا اقرار کرلیا (جبکہ یہ مان لیا کہ ہلیلہ خود اپنا خالق ہے تو معلوم ہوا کہ ہلیلہ کوئی بڑا مدبر حکیم خالق ہے جب تو اس نے ایسی حکمت بھری چیز پیدا کی ہے۔) جب میں نے پوچھا وہ کون ہے؟ تو تم نے کہہ دیا وہی ہلیلہ

لہٰذا تم نے خدائے تعالیٰ سبحانہٗ وجل ذکرہٗ کے وجود کا تو اقرار کرلیا۔ (کیونکہ ایک خالق حکیم و مدبر کی ضرورت کو تسلیم کرلیا۔) مگر نام کچھ اور رکھ دیا۔ (اللہ کہنے کی جگہ ہلیلہ کہہ دیا)۔

اور اگر تم کچھ بھی عقل سے کام لیتے اور غور کرتے تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ خود ہلیلہ میں بالکل یہ قوت نہیں ہے کہ اپنے تئیں آپ پیدا ہو جائے اور اس میں ہرگز بھی تدبیر کی طاقت نہیں ہے کہ اپنی خلقت کی آپ ہی اصلاح کرسکے۔

Presented by Ziaraat.Com

اس نے کہا، ...... اس کے علاوہ اور بھی کوئی دلیل آپ کے پاس ہے (یا یونہی آپ فرماتے ہیں)۔

میں نے کہا، ...... ہے کیوں نہیں۔ تم اسی ہلیلہ کی نسبت بتاؤ (جس کو تم نے کہا ہے کہ اسی نے اپنے تئیں بنایا اور اپنے کام کی تدبیر کی) کہ کیوں کر اس نے اپنے تئیں آپ (خود) کو بنایا، حالانکہ خود تو چھوٹی سی چیز ہے قوت اس کی کم ہے۔ توڑے جانے سے آسانی سے ٹوٹ جاتی ہے، کھائے جانے سے خود کو بچا نہیں سکتی، پھر اس نے کیسے اپنے تئیں آپ کو بنا لیا، حالانکہ خود اک کم قدر خوردنی، تلخ، بدنما اور بے رونق و بے آب چیز ہے۔

اس نے کہا...... اس سبب سے کہ اس میں صرف بنانے ہی کی قوت ہے۔ یا یہ کہ بس اتنا ہی بنا سکتی ہے جس قدر چاہتی ہے۔

میں نے کہا...... اگر یونہی ایک باطل ولغو بات پر اڑے رہنا تمہیں منظور ہے تو مجھے یہ بتا دو، کہ اس ہلیلہ نے آپ اپنے تئیں کب پیدا کیا، اپنے پیدا ہونے سے پہلے یا پیدا ہونے کے بعد۔

اگر یہ کہو کہ اپنے پیدا ہونے کے بعد اپنے تئیں پیدا کیا، تو یہ بہت ہی واضح محال ہے۔ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک چیز بن کر موجود ہو پھر اپنے تئیں آپ دوبارہ بنائے۔

تو تمہارے کلام کا یہ مطلب ہوا کہ ہلیلہ دو مرتبہ بنا (ایک مرتبہ آپ بنا، جب بن کر تیار ہوگیا تب اپنے تئیں آپ کو بنایا) حالانکہ یہ ناممکن بات ہے اس لیے تحصیل حاصل لازم آتی ہے جو یقیناً ناممکن ہے)۔

اور اگر یہ کہو کہ اس نے اپنے پیدا ہونے سے پہلے اپنے تئیں پیدا کیا۔ تو یہ بھی بہت ہی صاف جھوٹ اور لغو بات ہے کیونکہ وہ اپنے پیدا ہونے سے پہلے تو کچھ تھا ہی نہیں، پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو چیز خود کچھ نہ ہو وہ کسی دوسری شئے کو پیدا کرے! میرے اس کہنے کو تو غلط

Presented by Ziaraat.Com

بتاتے ہو کہ ایک موجود شئے کسی لاشئے کو پیدا کرسکتی ہے۔ مگر اپنے اس کلام کو غلط نہیں بتاتے کہ ایک لاموجود چیز کسی موجود شئے کو پیدا کرے۔ اب تم ہی دیکھو کہ ان دونوں باتوں میں سے کس کی بات زیادہ سچی ہے۔

اس نے کہا، ''حضرت! آپ کا کلام زیادہ سچا ہے۔''

میں نے کہا، تو پھر اس کے ماننے سے تمہیں کیا چیز مانع ہے۔

اس نے کہا، ...... میں نے مان لیا اور میرے نزدیک اس کا حق وصدق ہونا ثابت ہو گیا کہ اشیائے مختلفہ عالم اور اس ہلیلہ نے اپنے تئیں آپ نہیں پیدا کیا ہے اور نہ اپنی راحت کی آپ تدبیر واصلاح کی ہے۔ لیکن میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید اس کے درخت نے اس ہلیلہ کو پیدا کیا ہو کیونکہ یہ اسی سے نکلا ہے۔

میں نے کہا، ...... اچھا اس درخت کو کس نے بنایا؟

اس نے کہا، ...... دوسرے ہلیلہ نے۔

میں نے کہا، ...... اپنے کلام کی ایک حد ٹھہرا لو جہاں پر ختم ہو۔ (کیونکہ اب تو سلسلہ چلا جائے گا کہ ہلیلہ نے درخت کو پیدا کیا، اور درخت نے ہلیلہ کو، پھر ہلیلہ نے درخت کو، پھر درخت نے ہلیلہ کو، اور یہ کلام اسی لامتناہی صورت اختیار کر جائے گا)۔

پس یا تو اس بات کے قائل ہو جاؤ کہ جس پر اس سلسلے کا خاتمہ ہوتا ہے وہی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہے۔ تو میں مان لوں گا۔ یا یہ کہو کہ جس پر یہ سلسلہ ختم ہوتا ہے وہ ہلیلہ ہی ہے، تو پھر ہم پوچھیں گے۔

اس نے کہا، ...... اچھا پوچھیئے۔

میں نے کہا، ...... مجھے یہ بتاؤ کہ ہلیلہ سے اسی وقت تو درخت پیدا ہوتا ہے جبکہ وہ فنا اور بوسیدہ اور نابود ہو جاتی ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

اس نے کہا...... ''ہاں''

میں نے کہا...... کہ درخت تو ہلیلہ کے فنا ہو جانے کے سو برس بعد تک باقی رہتا ہے۔ (اور تم ہلیلہ ہی کو اس کا خالق بتاتے ہو تو کہو کہ اب) کون اسے بچاتا ہے کون اس میں زیادتی پیدا کرتا ہے (موٹا تازہ کرتا ہے) کون اس کی خلقت کی تدبیر کرتا ہے، کون اس کی پرورش کرتا ہے، کون اس کے پتے اگاتا ہے۔ (کیونکہ ہلیلہ تو اب فنا ہی ہو چکا۔ پھر اس کا مدبر کون رہا؟) سوائے اس کے تمہیں کچھ چارہ نہیں کہ کہو وہی اس کا مدبر ہے جس نے اسے خلق کیا۔ اور اگر کہو کہ وہ ہلیلہ ہی ہے اور اپنے فنا ہونے، بوسیدہ اور خاک میں مل جانے سے پہلے باقی تھا، اس وقت اس نے پیدا کیا تھا۔ اور فنا ہونے کے بعد بھی وہی پرورش کنندہ ہے۔ تو یہ بے ربط اور متنافی سی بات ہوگی۔ کیونکہ خالق و مربی نحو ایک ہی چیز ہے۔ بقا کی حالت میں تو خالق ہو اور فنا کی حالت میں مربی ہو، کیوں کر ہو سکتا ہے۔

نیز یہ کہ ہلیلہ کا اپنے درخت کو پیدا کرنا اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ اس کے اجزاء کچھ کچھ تحلیل ہوتے جائیں اور درخت بنتا جائے اور جب درخت بن چکا تو ہلیلہ فنا ہو گیا۔ پھر پرورش کنندہ کون رہا۔ یہ تو ایک متنافی بات ہے)۔

اس نے کہا...... میں یہ نہیں کہتا۔

میں نے کہا...... اچھا تو مان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا یا، یہ کہو کہ ابھی تمہارے دل میں کچھ شبہ رہ گیا ہے۔

اس نے کہا...... مجھ کو اس مسئلے میں توقف ہے کوئی بات دل میں جچنے والی ابھی مجھ کو نہیں ملی۔

میں نے کہا...... اب بھی اگر جہالت ہی پر مستعد ہوا اور تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تمام اشیائے عالم جو اس کے ذریعے سے محسوس ہوتی ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

تو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ ان حاسوں میں کوئی دلالت اور کچھ بھی معرفت بغیر دل کے نہیں ہے، صرف دل ہی ان حاسوں کا راہبر ہے وہی ان کو یہ تمام چیزیں پہنچواتا ہے جسے تم کہتے ہو کہ دل بغیر ان حاسوں کے کچھ نہیں جان سکتا۔ (حالانکہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ اگر انسان کا دل باخبر نہ ہو تو حاسے کچھ نہیں بتا سکتے۔ دیکھئے دل میں جب روح نہیں رہتی اور آدمی مر جاتا ہے، تو حاسے کچھ نہیں بتا سکتے۔ حالانکہ وہ ابھی تک موجود ہیں۔ صرف دل کا تعلق ان سے قطع ہو گیا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ جب تک ان حاسوں کو دل نہ بتائے تب تک یہ خود کوئی چیز محسوس نہیں کر سکتے بلکہ اصلی احساس کرنے والا تو دل ہی ہے۔ یہ حواس تو صرف آلات ہیں جن کے ذریعے سے قلب کسی ملموس، مذوق، مشموم، مبصر یا مسموع کا احساس وادراک کرتا ہے)۔

اس نے کہا...... جب آپ نے یہ بات فرمائی تو میں اسے قبول کرنے کا نہیں جب تک توضیح و بیان و دلیل و برہان کے ساتھ اسے دریافت نہ کرلوں۔

میں نے کہا، ......تو پہلے میں یہ شروع کرتا ہوں کہ تمہیں یہ بات تو معلوم ہوگی کہ اکثر حواس باطل ہو جاتے ہیں۔ یا بعض حاسے باطل ہو جاتے ہیں (مثلاً کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ یا آنکھیں نابینا ہو جاتی ہیں یا قوت شامہ باطل ہو جاتی ہے۔) حالانکہ دل ان اشیاء کی تدبیر واصلاح کرتا رہتا ہے۔ جس سے نفع یا نقصان ہو خواہ وہ امور ظاہرہ ہوں یا خفیہ۔ اور اس میں اپنا امر ونہی جاری رکھتا ہے۔ (مثلاً بتاتا رہتا ہے کہ اس کام کو عمل میں لا اور اس کام کو مت کر۔) تو برابر اس کا حکم ان اشیاء میں نافذ رہتا ہے کہ اس کا فیصلہ ان اشیاء میں صحیح ہوتا ہے (باوجودیکہ بعض بعض حاسے خراب ہو گئے ہوں)۔

اس نے کہا، ...... یہ تو آپ ایسی بات کہتے ہیں جو دلیل ہی معلوم ہوتی ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس کے علاوہ اور کسی طریقے سے میرے لیے اس امر کو واضح فرمائیے۔

Presented by Ziaraat.Com

میں نے کہا،...... کیا تم نہیں جانتے کہ حواس کے زائل ہو جانے کے بعد بھی دل باقی رہتا ہے۔

اس نے کہا،...... ہاں، (باقی رہتا ہے) لیکن ایسا رہتا ہے کہ ان اشیاء کو بتا نہیں سکتا جنہیں یہ حواس نہیں بتا سکتے تھے (مثلاً کان سن سکتے ہیں لیکن کان بہرے ہو جانے کے بعد دل سن نہیں سکتا)۔

میں نے کہا،...... تو کیا تم یہ نہیں جانتے کہ بچے کو جو ماں جنتی ہے تو ایک مضغۂ گوشت (گوشت کا لوتھڑا) ہوتا ہے۔ حواس اسے کسی ایسی چیز کو بالکل نہیں بتا سکتے جو سننے اور دیکھنے، چکھنے اور چھونے اور سونگھنے کی چیزیں ہیں (کیونکہ اس کے حاسوں میں اس وقت تک یہ قوت نہیں ہوتی)۔

اس نے کہا،...... ہاں جانتا ہوں۔

میں نے کہا،...... تو پھر کس حاسے نے اسے بتایا کہ جب وہ بھوکا ہو تو دودھ مانگے، اور جب دودھ پی کر سیر ہو جائے تو رونے کے بعد ہنسنے لگے۔

اور شکاری پرندوں اور دانہ چگنے والے پرندوں کو کس حاسے نے بتایا کہ وہ اپنے بچوں کے سامنے گوشت اور دانے ڈالیں۔ تو شکاری پرندے گوشت پر گریں اور پرندے دانے پر گریں۔

اور مجھے، آبی پرندوں کی بابت بتاؤ، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جس وقت پانی میں ڈالا جاتا ہے تو تیرنے لگتا ہے (مثلاً، بط اور مرغابی کے بچے) اور جب ان میں خشکی کے پرندوں کے بچے ڈال دیے جائیں تو ڈوب جاتے ہیں حالانکہ حاسے ایک ہی سے ہیں۔ تو کیوں کر آبی پرندوں نے اپنے حاسوں سے فائدہ اٹھایا اور تیرنے پر حاسوں نے اسے مدد دی۔ اور خشکی کا پرندہ پانی میں اپنے حاسوں سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔

Presented by Ziaraat.Com

اور کیا بات ہے کہ خشکی کے پرندوں کو اگر پانی میں تھوڑی دیر ڈبوئے رکھو تو مر جاتے ہیں اور پانی کے پرندوں کو اگر تھوڑی دیر پانی سے روک دو تو وہ مر جاتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ حاسے تمہارے دعویٰ کو توڑتے ہیں، اور بغیر کسی ایسے حکیم مدبر کے جس نے پانی کی مخلوقات الگ پیدا کیں اور خشکی کے واسطے الگ۔ یہ بات کیوں کر ہو سکتی ہے (یعنی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی بڑے مدبر حکیم نے قصداً ایسا بنایا ہے کہ کچھ پرندے پانی میں زندہ رہ سکیں اور کچھ صرف خشکی میں زندہ رہ سکیں اور ان کے لیے ویسے ہی آلات و سامان مہیا کر دیے، ورنہ چاہیے تھا کہ دونوں پرندوں سے یکساں ہی افعال سرزد ہوتے)۔

یا، پھر مجھے یہی بتا دو کہ جس چیونٹی نے کبھی پانی کو دیکھا ہی نہ ہو اور اسے پانی میں ڈال دیا جائے تو وہ تیرنے لگتی ہے اور ایک پچاس سالہ نہایت قوی اور عقلمند آدمی کو جس نے تیرنا نہ سیکھا ہو، پانی میں ڈال دیا جائے تو وہ ڈوب جاتا ہے۔

پس اگر یہی بات ہے کہ تمام چیزیں حواس سے معلوم ہوتی ہیں تو کیوں اس کی عقل و ہوش و تجربات و نظر بالاشیاء نے باوجود اجتماع حواس و صحت حواس کے یہ نہ بتایا کہ اپنے حاسوں سے تیرنا معلوم کر لے جیسا کہ چیونٹی نے معلوم کر لیا تھا؟

کیا تم یہ نہیں جان سکتے کہ وہی دل جو عقل کا معدن ہے اس آدمی کے بچے میں جسے میں نے بیان کیا اور علاوہ آدمی کے بچے کے اور حیوانات میں بھی جن کو تم نے ابھی سنا، موجود ہے، بچے کو تو بتایا ہے کہ دودھ مانگے اور دانہ چگنے والے کو بتایا ہے کہ دانہ چگے اور گوشت خور پرندوں کو بتایا ہے کہ گوشت کو نگل جائیں۔

اس نے کہا، ...... میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں جانتا کہ دل صرف حاسوں کے ذریعے سے ادراک کر سکتا ہے (یہ اس دہریے کی صرف ہٹ دھرمی ہے)۔

میں نے کہا، ...... اگر تم حاسوں کی طرف (ہمہ تن) متوجہ و مائل ہو تو میں تمہارے

Presented by Ziaraat.Com

اس میلان کو بعد اس کے کہ تم نے انہیں چھوڑ دیا تھا۔ (یعنی تم نے مان لیا تھا کہ حواس کچھ نہیں بتا سکتے جب تک دل نہ بتائے) قبول کرتا ہوں، اور تمہیں انہی حاسوں کے متعلق جواب دوں گا تا کہ تمہیں ثابت ہو جائے کہ حاسے صرف ظاہری اشیاء کو جان اور پہچان سکتے ہیں۔ نہ پروردگار بزرگ و اقدس و اعلیٰ کو، اب رہیں وہ چیزیں جو مخفی ہیں اور ظاہر نہیں ہیں، انہیں یہ حاسے نہیں محسوس کر سکتے۔ (مثلاً روح کو۔ نہ حاسہ، شامہ محسوس کر سکتا ہے، نہ باصرہ، نہ ذائقہ، نہ سامعہ، نہ لامسہ)۔

اور یہ بات اس طرح ہے کہ خالق حواس نے ان کے لیے ایک دل بنا دیا ہے جس سے بندوں پر حجت قائم کر دی ہے اور ان حاسوں کو صرف ظاہری چیزوں کا محسوس کرنے والا بنایا جن سے خالق سبحانہٗ تعالیٰ کے وجود پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ پھر نظر نے اس مخلوق کو دیکھا جس کا بعض حصہ بعض سے ملحق و متصل ہے اور دل کو اپنی دیکھی ہوئی چیز کو بتایا اور جب آنکھ نے دل کو بتایا جو اس نے آسمانی سلطنت اور فضا میں بلند رہنے کو دیکھا کہ بغیر کسی عمود کے قائم ہے اور نہ کبھی (اپنی حرکت و گردش میں) پیچھے رہ جاتا ہے کہ ٹوٹ پھوٹ جائے اور نہ آگے بڑھ جاتا ہے کہ ہمارے محاذات سے ہٹ جائے، نہ نیچے جھک آتا ہے کہ ہم سے قریب ہو جائے، نہ کبھی مزید بلند ہو جاتا ہے کہ ہم سے بہ نسبت حال کے زیادہ دور ہو جائے (بلکہ ہمیشہ ایک حالت پر رہتا ہے۔) طول مدت کی وجہ سے متغیر نہیں ہوتا، اور شب و روز کی آمدورفت سے کہنہ نہیں ہوتا، نہ اس کا کوئی گوشہ ٹوٹ پڑتا ہے، نہ اس کا کوئی کنارہ گرتا ہے۔ اسی کے ساتھ ان سبعہ سیارات کو بھی دیکھو، کہ حرکت فلکی سے متحرک ہیں اور ایک بُرج سے دوسرے بُرج میں روز بروز اور ماہ بماہ، اور سال بسال منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ بعض تیز رفتار ہیں (جیسے چاند) بعض سست رفتار ہیں (جیسے زُحل) بعض میانہ رفتار ہیں (جیسے آفتاب) پھر ان کا جاتے جاتے پلٹ آنا اور مستقیم رفتار سے چلنے لگنا۔ (جیسے خمسۂ متحیرہ کی رفتار ہے) کبھی

Presented by Ziaraat.Com

جنوب کی طرف جانا، کبھی شمال کی جانب جانا، آفتاب کے روشن رہنے کے وقت پوشیدہ رہنا، غروب آفتاب کے وقت چمکنے لگنا، اور آفتاب و ماہتاب کا سرعت رفتار کے ساتھ ایک بُرج سے دوسرے برج میں جانا جو اپنے زمانے اور اوقات میں کبھی تغیر نہیں پیدا کرتے، اور اسے وہی لوگ جان سکتے ہیں جو اس امر کو سمجھ سکتے ہوں کہ کسی مقررہ حساب اور کسی امر معلوم کے لیے حکمت کے ساتھ یہ بنائے گئے ہیں۔ عقل والے اس بات کو جانتے ہیں کہ یہ کسی انسان کی حکمت سے نہیں بنے اور نہ خیالات واوہام کی جستجو سے قائم ہوئے، نہ فکر وغور کے عمل سے۔

تو دل نے اس امر کو معلوم کر لیا کہ اس خلقت اور اس تدبیر اور عجیب چیز کا کوئی نہ کوئی بنانے والا ہے جو اس تہہ بہ تہہ آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے اور یہ کہ جس نے آفتاب اور ستاروں کو ان آسمانوں میں پیدا کیا ہے وہی آسمان کا بھی خالق ہے۔

پھر، آنکھ نے جو دیکھا کہ زمین ابھری ہوئی ہے اور دل کو اپنے مشاہدے کی خبر دی تو دل نے معلوم کر لیا کہ اس بچھی ہوئی زمین کا اپنے مقام سے ہٹنے یا فضا میں جھک جانے سے روکنے والا (باوجودیکہ وہ جانتا ہے کہ ایک پرندے کا پر بھی اگر اوپر کو پھینکا جائے تو اپنی جگہ پر گر پڑتا ہے حالانکہ بہت ہی ہلکا ہوتا ہے) وہی ہے جس نے آسمان کو جو اس سے فوق و بلندی میں روکے ہوئے ہے اور یہ بھی معلوم کر لیا گیا کہ اگر ایسا نہ ہوتا (کہ کوئی اس کا قائم رکھنے والا ہو) تو زمین خود اپنے بوجھ، اور پہاڑوں، دریاؤں، درختوں اور ریت کے ٹیلوں کے بار سے دھنس جاتی۔

تو دل نے آنکھ کے بتانے سے یہ جان لیا کہ زمین کا مدبر بھی وہی ہے جو آسمان کا مدبر ہے۔

پھر، کانوں نے جو سخت و تند آندھیوں اور نرم و لطیف ہواؤں کی آواز سنی اور آنکھ نے دیکھا کہ وہ بڑے بڑے درختوں کو اکھاڑ کر پھینک دیتی ہے۔ مضبوط سے مضبوط عمارتوں

Presented by Ziaraat.Com

کو گرا کر تباہ کر دیتی ہے۔ بڑے بڑے ریت کے ٹیلوں کو اڑا دیتی ہے۔ ایک جانب کو اس سے خالی کر دیتی ہے اور دوسری جانب اسے لا ڈالتی ہے، حالانکہ ایسے لے جانے والا نہیں جسے آنکھ دیکھ سکے اور کان اس کے قدموں کی چاپ سن سکیں، نہ اور کسی حاسے سے محسوس ہو سکے، نہ خود ہوا ہی ایسی مجسم چیز ہے جسے چھو کر معلوم کر سکیں، نہ محدود ہے کہ دیکھ سکیں۔ پس کان اور آنکھ اور تمام حاسوں نے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کیا کہ دل کو یہ بات بتا دی کہ اس کا کوئی صانع (ضرور) ہے۔

یہ اس طرح ہوا کہ دل تو اس عقل کے ذریعے سے غور کرتا ہے جو اس کے اندر قرار دی گئی ہے، کہ ہوا خود بخود نہیں چل سکتی، اور نیز یہ کہ اگر خود بخود متحرک ہوتی تو کسی وقت بھی نہ رکتی (کیونکہ علم طبعیات میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ فعل طبعی بلا کسی بڑی روک کے از خود نہیں بدل سکتا۔) اور نہ یہ کرتی ہے کہ ایک چیز کو گرا کر تباہ کر دے اور دوسری کو چھوڑ دے۔ یعنی ایک درخت کو تو اکھاڑ پھینکے اور دوسرے کو اس کے حال پر رہنے دے۔ (حالانکہ وہ بھی اسی کے پہلو میں ہے)۔ ایک سرزمین پر تو چلے، دوسری سرزمین پر نہ چلے۔

پس جب دل نے ہوا کے معاملے میں غور کیا، تو اسے معلوم ہو گیا کہ اس کا کوئی محرک ضرور ہے، جو اسے اپنی مشیت کے موافق چلاتا اور اپنی ہی مشیت کے موافق ٹھہراتا ہے۔ جس پر چاہتا ہے ڈالتا، اور جس سے چاہتا ہے اسے پھیرتا ہے۔

پھر جب دل نے یہ بات معلوم کر لی، تو جان لیا کہ یہ بھی آسمان اور اس کی آیات و علامات سے ملی ہوئی ہے۔ پس اسے معلوم ہو گیا کہ وہ مدبر جو زمین و آسمان کو ٹھہرائے رہنے پر قادر ہے، وہی ہوا کا بھی خالق ہے اور اپنی مشیت سے اس کا روکنے والا اور جس پر چاہے اس کا (ہوا کا) مسلط کرنے والا ہے۔

اسی طرح آنکھ اور کان نے دل کو اس زلزلے کے حال سے بھی خبر دی اور اس نے

Presented by Ziaraat.Com

ان کے علاوہ اور حاسوں سے بھی محسوس کیا، جبکہ کسی زلزلے نے ان حاسوں کو متحرک کیا۔

پس جب ان حاسوں نے دل کو اتنی بڑی دبیز، بھاری، لمبی چوڑی زمین کے متحرک ہونے سے مع ان تمام پہاڑوں، دریاؤں اور خلائق وغیرہ کے وزن کو بتایا، اور یہ کہ ایک ہی سمت زمین میں زلزلہ آتا ہے۔ دوسری جانب کی زمین ساکن رہتی ہے۔ باوجودیکہ زمین ایک جسم واحد اور متصل ہے۔ نہ اس میں کہیں جوڑ ہے نہ کسی جگہ سے علیحدہ ہے۔ (جس سے کہا جا سکے کہ اس جوڑ اور علیحدگی کی وجہ سے ایک حصہ زمین میں زلزلہ آیا، دوسرے حصے میں نہیں آیا۔) ایک طرف تو مکان وغیرہ کو تباہ کردیتا ہے زمین کو دھنسا دیتا ہے اور دوسری طرف بالکل سالم چھوڑ دیتا ہے۔ اس وقت دل نے جانا کہ جس قدر زمین متحرک ہوئی اس کا متحرک اور جس قدر ساکن ہے اس کا ساکن رکھنے والا وہی ہے جو ہوا کا محرک و مسکن تھا، اور وہی آسمان و زمین اور مابین آسمان و زمین کا بھی مدبر ہے۔

اور نیز یہ بھی جانا کہ اگر زمین ہی زلزلہ پیدا کرنے والی ہوتی (اپنے تئیں کو ہلانے والی ہوتی) تو کبھی ایسا نہ ہوتا کہ اپنے میں زلزلہ اور حرکت پیدا کرتی (کیونکہ اس کی شان سے سکون ہے۔ اور اگر اس کے لیے حرکت ہوتی تو ہمیشہ ہی متحرک رہتی، کیونکہ مقتضائے طبیعت کبھی نہیں بدلتا۔) لیکن اس کا محرک وہی ہے جس نے اس کی تدبیر کی ہے اور اسے خلق فرمایا۔ جس جزو کو اس کے چاہا ہلا دیا (اور جسے چاہا ساکن رکھا)۔

پھر آنکھ نے اس بڑی علامت (وجود خالق) یعنی ابر کو دیکھا جو آسمان و زمین کے درمیان خدائی حکم کے تابع اور دھوئیں کے مانند ہے اس میں ایسا جسم نہیں جو زمین اور پہاڑوں سے ٹکرائے، درختوں کے درمیان سے ہو کر گزر جاتا ہے مگر نہ اسے حرکت دیتا ہے اور نہ ان کی کسی شاخ کو توڑتا ہے اور نہ ان کے کسی جزو سے چمٹ جاتا، قافلہ والوں کے درمیان میں آ جاتا ہے اور اپنی تاریکی اور کثافت سے ایک دوسرے کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ (اتنا ہلکا

چھلکا) پھر اس قدر کثیر پانی کا بوجھ اٹھائے ہوتا ہے (یعنی اس میں اس قدر پانی بن جانے کی صلاحیت ہوتی ہے) کہ جو کسی طرح بیان نہیں ہو سکتی۔ پھر اس میں ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والے صاعقے، چمکنے والی بجلیاں، کڑک، برف اولے اور بستہ شبنم ہوتی ہے جسے وہم و خیال بھی نہیں بیان سکے، اور نہ اس کے عجائب کنہ حقیقت کو دل ہی سمجھ سکتے ہیں۔ فضائے آسمان میں بلند ہوتا ہے، علیحدہ علیحدہ رہتا ہے۔ پھر اکٹھا ہو جاتا ہے متفرق رہتا ہے۔ پھر ایک دوسرے سے مل جاتا ہے باذنِ خدا جس طرف اس کو ہوا لے جانا چاہتی ہے ادھر اس کو پھیلا دیتی ہے۔ ہواؤں ہی کی وجہ سے کبھی نیچے آ جاتا ہے کبھی بلند ہو جاتا ہے۔ مگر اس کثیر پانی کو جو اس کے اندر ہے لیے ہی رہتا ہے اور جب اسے گراتا (برساتا) ہے تو دریا کے دریا اس سے بہہ جاتے ہیں۔ بہت سے مقامات اور شہروں پر سے ہو گزرتا ہے، مگر اس میں سے ایک نقطہ (یا قطرہ) برابر بھی کم نہیں ہوتا، یہاں تک کہ جب لا متناہی کوسوں تک پہنچ جاتا ہے تو اس پانی کو جو اس کے اندر ہے قطرہ قطرہ اور سیل سیل کر کے بہاتا ہے جو متواتر برستے رہتے ہیں، تا ایں کہ حوضوں، تالابوں اور چھوٹے بڑے گڑھوں وغیرہ کو مملو کر دیتا ہے، کتنی نہریں ہیں جو پانی سے لبریز ہو جاتی ہیں، بہاؤ اس کا اس قدر تیز اور زور شور برپا کرتا ہے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔

پھر اسی مینہ (بارش) سے مردہ زمینوں کو زندگی بخشتا ہے اور ان کی خاکی رنگ سبز رنگت سے بدل جاتی ہے، گھاس اُگ آتی ہے، حالانکہ پہلے بالکل خشکی ہوتی ہے رنگا رنگ کے نباتات، لہلہاتے خوشنما سبزوں کا لباس اوڑھ لیتی ہے جو انسانوں اور چوپاؤں کے لیے معاش اور خوش کن ہے۔

پھر جب بادل اپنے پانی کو برسا چکتا ہے اور منتشر ہو جاتا ہے اور ایسی جگہ چلا جاتا ہے کہ نہ دکھائی دیتا ہے اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کہاں جا کر چھپ گیا ہے۔ جب آنکھ نے یہ دیکھ کر دل تک پہنچایا تو دل نے جان لیا کہ اگر ابر بغیر کسی مدبر کے ہوتا اور جو کچھ میں نے بیان

Presented by Ziaraat.Com

کیا خود اس ابر کی طرف سے ہوتا تو (کبھی) وہ اپنے پانی کے نصف کا بھی بار نہ اٹھا سکتا، اور اگر یہ ابر ہی مینہ برساتا ہوتا تو کبھی دو ہزار فرسخ یا اس سے زیادہ پانی کو اٹھا کر نہ جاتا، بلکہ اس سے قریب ہی کہیں برسا دیا کرتا، اور قطرہ قطرہ کر کے نہ برساتا بلکہ ایکبارگی برسا دیتا (کیونکہ اس میں نیک و بد کی شناخت کا مادہ کہاں)۔

تو پھر اس سے عمارتیں گر پڑتیں، نباتات خراب ہو جاتے، سیلاب کی وجہ سے انسان وحیوان بہہ جاتے، آبادیاں ویران ہو جاتیں۔ اور یہ بھی ہوتا کہ کہیں برستا اور کہیں نہ برستا۔

پس واضح و روشن دلیلوں سے دل نے معلوم کیا کہ ان تمام امور کا مدبر ایک ہی ہے اور اگر دو یا تین ہوتے تو اتنی طولانی مدت و زمانہ و دہر میں کبھی نہ کبھی تو اس تدبیر اور ان کاموں میں اختلاف پڑتا، کسی میں تاخر ہوتا، کسی میں تقدم ہو جاتا۔ بعض جو بلند ہیں، پست ہو جاتے۔ بعض جو پست ہیں بلند ہو جاتے۔ کوئی طلوع کرتا، کوئی غروب کر جاتا۔ (برخلاف حالت موجودہ کے)۔ پھر یا تو اپنے وقت سے پیچھے رہ جاتا، یا اپنے سابق سے مقدم ہو جاتا۔

لہٰذا اس سے دل نے معلوم کیا کہ تمام غائب و ظاہر اشیاء کا مدبر وہی معبود ہے جو سب سے پہلے ہے۔ آسمان کا خالق اور اس کے قائم رکھنے والا زمین کا پیدا کرنے والا اور اس کا بچھانے والا، اور نیز ان تمام چیزوں کا جنہیں ہم نے بیان کیا، اور ان کے علاوہ اور اشیاء کا صانع ہے جو لاتعدد و لا تحصیٰ اور ناقابل بیان ہیں وغیرہ وغیرہ۔

علیٰ ہذا القیاس، آنکھ نے جب یہ رات، دن جو تازہ بتازہ اور نوبہ نو برابر آتے جاتے رہتے ہیں باوجود برابر آمد و رفت کے کہنہ نہیں ہوتے اور نہ کثرت اختلاف سے متغیر ہوتے اور نہ اپنی حالت میں کچھ کمی پیدا کرتے ہیں دن اسی طرح اپنے نور و ضیاء پر اور رات اپنی سیاہی و ظلمت پر ایک دوسرے کے اندر داخل ہوتے رہتے ہیں۔ (یعنی بظاہر نظر، دن، رات کے اندر، اور رات، دن کے اندر داخل ہوتے رہتے ہیں۔) یہاں تک کہ ان میں سے ہر

Presented by Ziaraat.Com

ایک اپنی حدود معینہ معلومہ، درازی و کوتاہی پر ایک ہی انداز اور ایک ہی رفتار سے پہنچ جاتا ہے۔ باوجودیکہ جن کو رات میں سکون رہتا ہے ان کو سکون ہی رہتا ہے اور جو دن میں پراگندہ رہتے ہیں۔ وہ پراگندہ ہی رہتے ہیں۔ جو رات میں پراگندہ رہتے ہیں وہ پراگندہ ہی رہتے ہیں اور جو دن میں ساکن رہتے ہیں وہ ساکن ہی رہتے ہیں۔ (ان کے سکون و حرکت کا رات یا دن پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بلکہ وہ اپنی رفتار معین اور اندازہ مقرر کے مطابق برابر اپنے آمد و شد میں مصروف رہتے ہیں)۔

نیز گرمی اور سردی اور ان میں سے ایک کا دوسرے کے بعد آنا، جس سے گرمی کے بعد سردی اور سردی کے بعد گرمی اپنے اپنے وقت اور اپنے اپنے آغاز پر ہوتی ہی رہتی ہے۔ آنکھ نے مشاہدہ کیا (جن میں سے ہر ایک ایسی ہے کہ اس سے پروردگار عالم سبحانہٗ و تعالیٰ کا پتہ دل کو معلوم ہو جاتا ہے۔)

تو دل نے اپنی قوت مدرکہ عاقلہ سے اس امر کو معلوم کیا کہ جس نے ان تمام چیزوں میں تدبیر و اصلاح کی ہوگی، وہ ضرور یکتا، غالب اور حکیم ہوگا۔ جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اور اگر زمین و آسمان کے اندر کئی معبود ہوتے تو ہر ایک اپنے پیدا کیے ہوئے کی طرف متوجہ ہوتا......اور ایک دوسرے پر فوقیت چاہتا۔ پھر تو ایک دوسرے میں نزاع اور فساد قائم ہو جاتا۔

علیٰ ہذا القیاس کانوں نے وہ کتابیں بھی سنیں جن کو اس مدبر نے ان باتوں کی تصدیق کے لیے اتارا (نازل کیا) تھا۔ جنہیں دل نے اپنی قوت مدرکہ اور توفیق الٰہیہ سے معلوم کیا تھا۔ نیز ان لوگوں کی باتوں کو سنا جنہوں نے یہ بتایا تھا کہ اس مدبر حکیم کے نہ جورو (بیوی) ہے اور نہ کوئی اس کا شریک ہے۔ تو جو کچھ انبیاء سے سنا تھا دل کو بتایا (اور دل نے اس کی تصدیق کی)۔

اس نے کہا......آپ نے تو ایسی ایسی لطیف باتیں مجھ سے بیان کیں کہ سوائے

Presented by Ziaraat.Com

آپ کے اور کسی نے مجھ سے نہ بیان کی تھیں۔ مگر مجھ کو اپنے خیال کے چھوڑنے سے کوئی بات نہیں روکتی سوائے اس کے کہ آپ نے جو باتیں مجھ سے بیان فرمائی ہیں۔ اس کی قوی دلیل دیجئے اور توضیح فرمایئے۔

میں نے کہا، ...... اچھا، جبکہ تم جواب نہیں دے سکتے اور تمہاری گفتگو مختلف ہو گئی تو (انشاء اللہ) عنقریب تمہارا ہی دل تمہیں وہ وہ باتیں بتائے گا جن سے ثابت ہو جائے گا کہ حواس بغیر دل کی کسی چیز کو محسوس نہیں کر سکتے۔

اچھا تم نے کبھی خواب میں یہ بھی دیکھا ہے کہ کچھ کھا پی رہے ہو اور اس کی لذت تمہارے دل کو پہنچتی ہے؟

اس نے کہا، ...... 'ہاں'

میں نے کہا، ...... تم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ خواب میں ہنس رہے ہو، رو رہے ہو۔ ایسے ایسے شہروں کی سیر کر رہے جن کو کبھی تم نے نہیں دیکھا تھا۔ یا جن کو دیکھا تھا۔ پھر خواب میں اس کی تمام علامتوں کو پہچان لیا۔ معلوم کر لیا؟

اس نے کہا، ...... 'ہاں' ایسے تو بیشمار خواب دیکھے ہیں۔

میں نے کہا، ...... اچھا تم نے اپنے قرابت داروں میں سے کسی بھائی، باپ یا اور کسی رشتہ دار کو بھی خواب میں دیکھا ہے جو اس سے پہلے مر چکا ہو، اور پھر جس طرح اسے مرنے سے پہلے پہچانتے تھے اسی طرح اس کو پہچان لیا ہو۔

اس نے کہا، ...... اکثر و بیشتر۔

میں نے کہا، ...... تو اب یہ بتاؤ کہ خواب میں تمہارے کون سے حاسے نے ان چیزوں کو محسوس کر کے دل کو بتایا کہ وہ مردوں کو اور ان کی گفتگو کرنے، کھانا کھانے، شہروں میں جانے اور ہنسنے، رونے وغیرہ کو ادراک کرے۔

Presented by Ziaraat.Com

اس نے کہا،...... میں تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے کس حاسے نے ان سب باتوں کو یا ان میں سے بعض کو محسوس کیا۔ اور پھر وہ محسوس ہی کیوں کر سکتے ہیں حالانکہ (سونے کی حالت میں) بمنزلۂ مُردے کے ہیں۔ نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں۔

میں نے کہا،...... اچھا مجھے یہ بتاؤ کہ جب تم نیند سے چونکے تو کیا تمہیں وہ باتیں یاد نہیں آئیں جنہیں خواب میں دیکھا تھا۔ پھر یاد رکھ کر اسے اپنے بھائیوں (دوست احباب و اقارب) سے بیان کیا اور اس میں سے ایک حرف بھی نہ بھولے؟

اس نے کہا،...... ایسا ہی ہے جیسا آپ فرماتے ہیں اور بسا اوقات میں نے خواب میں ایک چیز کو دیکھا، پھر شام نہ ہونے پائی کہ اسے بیداری کی حالت میں ویسا ہی دیکھا، جیسا خواب میں دیکھا تھا۔

میں نے کہا،...... اچھا، تو بتاؤ کہ تمہارے کس حاسے نے اس کا علم تمہارے دل میں قائم کیا کہ جاگنے کے بعد بھی تم نے اسے یاد رکھا؟

اس نے کہا،...... اس میں تو حاسے کا کچھ بھی دخل نہیں ہوا۔

میں نے کہا،...... تو کیا تم جان نہیں سکتے کہ جب تمہارے حاسے اس موقع پر بالکل معطل تھے تو ان چیزوں کو جس نے دیکھا اور خواب میں یاد کر لیا وہ تمہارا وہی دل ہے جس کے اندر عقل ہے جس کے ذریعے سے خدائے تعالیٰ نے بندوں پر حجت تمام کی ہے۔

اس نے کہا،...... میں نے جو خواب میں دیکھا وہ کوئی چیز نہیں ہے محض بمنزلۂ سراب کے ہے جسے کوئی دیکھنے والا دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یقیناً یہ پانی ہے مگر جب وہاں تک پہنچتا ہے تو وہاں پانی کا بالکل نشان بھی نہیں پاتا، تو جو کچھ بھی میں نے خواب میں دیکھا ہے اس کی یہی مثال ہے۔

میں نے کہا،...... تم نے سراب اور اپنے تئیں کو خواب میں میٹھا یا کھٹا طعام کھاتے

Presented by Ziaraat.Com

ہوئے دیکھنے اور خوشی یا غم کو (جو خواب میں دیکھا تھا۔) کیسے یکساں بتا دیا؟

کہنے لگا...... اس سبب سے کہ جب میں سراب کے موقع پر پہنچا تو دیکھا کہ کچھ بھی نہ تھا۔ اسی طرح جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ جب میں خواب سے ہوشیار ہوا تو کچھ بھی نہ تھا۔

میں نے کہا، ...... اگر تمہارے سامنے کوئی ایسی مثال پیش کروں جس کی لذت تم کو خواب میں ملی ہو اور اس سے تمہاا دل بے چین ہوا ہو تو کیا تم یقین نہ کر لو گے؟ کہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے وہی درست ہے۔

کہنے لگا، ...... ضرور۔

میں نے کہا، ...... یہ بتاؤ کہ کبھی خواب میں تم کو احتلام ہوا ہے، اور کسی آشنا یا نا آشنا عورت سے اپنی خواہش پوری کی ہے؟

اس نے کہا، ...... بہت دفعہ۔

میں نے کہا، ...... تو کیا تم کو اتنی ہی لذت نہیں ملی جتنی جاگنے کی حالت میں (جماع کرنے سے) ملتی ہے۔ یہاں تک کہ تم سے اسی قدر (مادۂ منویہ) خارج ہوا جتنا جاگنے کی حالت میں خارج ہوتا ہے؟ یہ تو تمہارے والی دلیل کو توڑنے کے لیے کافی ہے۔ (کیونکہ سراب کا تو واقعی کچھ اثر نہیں ہوتا۔ جب پاس جا کر دیکھو تو ریت ہی ریت ہے پانی کا نام نہیں اور یہاں تو اس مجامعت منافی کا اثر موجود ہے کہ منی تک خارج ہو گئی)۔

اس نے کہا، ...... محتلم تو خواب میں صرف وہی دیکھتا ہے جسے اس کے حاسوں نے بیداری کی حالت میں بتایا تھا۔

میں نے کہا، ...... تم نے تو میری گفتگو کو اور قوی کر دیا، اور مان لیا کہ حاسوں کے باطل (اور بے ادراک و بے احساس) ہو جانے پر بھی دل تمام چیزوں کو سمجھتا اور پہچانتا ہے تو

Presented by Ziaraat.Com

پھر تم نے کیسے کہہ دیا تھا کہ دل بیداری اور اجتماع حواس کی حالت میں تمام چیزوں کو معلوم نہیں کر سکتا ہے۔ (بلکہ حاسے معلوم کرتے ہیں) حواس کے باطل ہو جانے پر کس نے دل کو یہ چیزیں بتائیں، حالانکہ نہ وہ سن سکتا ہے اور نہ دیکھ سکتا ہے۔ تمہیں تو یہ مناسب تھا کہ حواس کے اجتماع و بقاء کی حالت میں دل کی معرفت کا انکار نہ کرتے جبکہ تم نے یہ اقرار کر لیا کہ وہ حواس کے بطلان کے بعد بھی کسی عورت کو خواب میں دیکھتا اور اس سے صحبت کرتا اور اس سے لذت حاصل کرتا ہے۔

پس ایک عقلمند آدمی کے لیے جو یہ کہتا ہو کہ حاسوں کے معطل ہو جانے کے بعد بھی دل اشیاء کا ادراک کرتا ہے، سزاوار ہے کہ یہ بھی جانے کہ دل ہی حاسوں کا مدبر، ان کا بادشاہ راس و رئیس اور ان کا حاکم ہے کیونکہ آدمی کیسا ہی جاہل ہو مگر اس بات سے ہرگز ناواقف نہیں ہو سکتا کہ ہاتھ اس بات کی طاقت نہیں رکھتا کہ آنکھ کو نکالے یا زبان کا کاٹ ڈالے اور نیز کوئی سا حاسہ بھی اس بات کی طاقت نہیں رکھتا کہ کسی جزو بدن کے ساتھ کوئی فعل بغیر دل کی اجازت اور بتانے اور تدبیر کرنے کے کر سکے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ نے دل کو بدن کا مدبر بنایا ہے۔ اسی کے ذریعے سے سنتا اور اسی کے ذریعے سے دیکھتا ہے۔ وہی اس بدن کا حاکم اور امیر ہے۔ اگر دل پیچھے ہٹنا چاہے تو بدن آگے نہیں بڑھ سکتا اور نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے۔ اگر دل آگے بڑھنا چاہے، اس کے ذریعے سے حاسے دیکھتے اور سنتے ہیں۔ اگر وہ حکم کرے تو اس کا حکم مانتے ہیں۔ اگر کسی چیز سے منع کرے تو باز رہتے ہیں۔ اسی پر خوشی اور غم وارد ہوتے ہیں۔ اسی پر تکلیف وارد ہوتی ہے۔ (یعنی وہی تکلیف کے اثر کو محسوس کرتا ہے) اگر حاسوں میں سے کوئی حاسہ بیکار ہو جائے، تو وہ اپنے حال پر رہتا ہے اور اگر دل میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے تو سارے حواس بیکار ہو جاتے ہیں۔ نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں۔

اس نے کہا،...... میں تو سمجھتا تھا کہ آپ اس مسئلے پر چھٹکارا نہیں پا سکتے۔ مگر آپ

Presented by Ziaraat.Com

نے تو ایسی ایسی باتیں بیان کیں کہ میں اس کے رد کرنے پر قادر ہی نہیں ہوں۔

میں نے کہا،...... اب میں تم کو اسی جگہ بیٹھے بیٹھے ان تمام باتوں کی تصدیق کراتا ہوں جو میں نے تم سے بیان کی ہیں، اور جو کچھ تم نے خواب میں دیکھا ہے۔

اس نے کہا،...... اچھا آپ ایسا کریں، میں تو اس مسئلہ میں حیران رہ گیا۔ (ہکا بکا ہو گیا ہوں)

میں نے کہا،...... اچھا بتاؤ کہ کبھی تم اپنے دل میں کسی تجارت یا پیشے یا تعمیر مکان یا کسی چیز کے بنانے کا تصور کرتے ہو اور جب اس کا اندازہ اپنے خیال میں پختہ کر لیتے ہو تو اس کام کا حکم دیتے ہو؟

اس نے کہا،...... ہاں

میں نے کہا،...... تو کیا اس خیال میں اپنے کسی حاسے کو بھی دل کا شریک بنایا تھا۔

اس نے کہا،...... نہیں

میں نے کہا،...... کیا تم جانتے نہیں کہ تمہارا دل جو کچھ کہتا ہے وہی ٹھیک ہوتا ہے۔

اس نے کہا،...... یقین تو وہی ہے (جو دل بتائے) اب آپ کچھ اور بیان فرمائیے جس سے میرا شک دور ہو اور جو میرے دل سے شبہ کو نکال دے۔

میں نے کہا،...... یہ بتاؤ کہ تمہارے ملک والے علم نجوم کو بھی جانتے ہیں!

اس نے کہا،...... آپ کو میرے اہل ملک کے علم نجوم جاننے کا حال نہیں معلوم ہے۔ کوئی بھی ایسا نہیں جو ان سے زیادہ اس علم کو جانتا ہو۔

میں نے کہا،...... اچھا بتاؤ کہ ان کو نجوم کا علم کیوں کر حاصل ہوا، حالانکہ ان (نجوم) کا علم نہ حاسوں سے محسوس ہوتا ہے نہ فکر و غور سے معلوم ہوتا ہے۔

اس نے کہا،...... حکماء نے ایک حساب بنا لیا ہے اور اسی کو لوگ یکے بعد دیگرے

Presented by Ziaraat.Com

معلوم کرتے ہیں۔ جب کوئی شخص ان سے کوئی بات دریافت کرتا ہے تو وہ آفتاب کا اندازہ لگاتے ہیں۔ آفتاب و ماہتاب کی منزلوں کو دیکھتے ہیں اور یہ کہ کون سا طالع ستارہ نحس ہے اور کون سا مخفی ستارہ سعد ہے۔ پھر حساب کر لیتے ہیں اور اس میں غلطی نہیں ہوتی۔ لوگ اپنے بچوں کو اس (منجم) کے پاس لاتے ہیں اور وہ اس کا حساب لگاتا ہے۔ پھر جو جو باتیں اس میں ہوتی ہیں اور جو واقعات اس پر مرنے کے وقت تک پڑنے والے ہوتے ہیں سب کی خبر دے دیتا ہے۔

میں نے کہا، ...... حساب (نجوم) کو آدمیوں کے بچوں سے کیا تعلق[1]؟

اس نے کہا، ...... اس سبب سے کہ تمام آدمی انہیں ستاروں کے مطابق پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ حساب ہی درست نہ ہو۔ اسی وجہ سے جب وہ ساعت، دن، مہینہ اور سال جس میں وہ پیدا ہوا ہے شمار لیتا ہے تو اس کے حساب میں غلطی نہیں ہوتی۔

میں نے کہا، ...... اگر یہ علم سچا ہو تو واقعی ایک عجیب علم کو تو نے بیان کیا جس سے باریک تر اور زیادہ قابل عظمت کوئی علم نہیں۔ جس سے پیدا ہونے والا بچہ اور اس کے تمام علامات و منتہائے زندگی اور جو کچھ اس کی حیات میں واقع ہوں گے معلوم ہوتے ہوں۔ کیا یہ حساب ایسا نہیں کہ تمام دنیا کے آدمی اسے جانتے ہوئے پیدا ہوئے ہوں؟

اس نے کہا، ...... مجھے تو اس میں کوئی شبہ نہیں (بلکہ یقین ہے کہ لوگ اس علم کو جانتے ہوئے پیدا نہیں ہوتے۔)

میں نے کہا، ...... اچھا، آؤ ہم تم اپنی عقلوں سے غور کریں کہ اس علم کو لوگوں نے کیوں کر جانا، اور کیا یہ بات درست ہوتی ہے کہ بعض ہی آدمی اس علم کے عالم ہوں جبکہ سب آدمی ان ہی نجوم کے مطابق (یا ان ہی کے سبب سے) پیدا ہوتے ہوں؟

---

[1] اس مقام پر حضرت عمداً تجاہل عارفانہ فرما رہے ہیں تاکہ آئندہ کی تقریر میں اس سے کام لیں کوئی غافل یہ نہ سمجھے کہ حضرت کو واقعی یہ بات معلوم نہ تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

اور نیز یہ کہ بعض ہی آدمیوں نے سہی اس کے سعد ونحس ساعات واوقات باریکیاں اور درجے، سست وتیز رفتار کو اور ان کے وہ مقامات جو آسمان پر ہیں اور وہ مقامات جو زمین کے نیچے ہیں اور ان باریک باتوں کے بتانے کو جنہیں تم بیان کر چکے ہو باوجودیکہ کچھ زمین کے اوپر ہیں اور کچھ زمین کے نیچے ہیں کیوں کر معلوم کیا؟ کیونکہ تمہیں یہ تو معلوم ہی ہے کہ ان بروج میں سے بعضے تو اوپر ہیں اور بعضے نیچے ہیں۔ (چھ تو اوپر رہتے ہیں اور چھ نیچے اس وجہ سے کہ آسمان چونکہ مدوّر ہے اور زمین کو محیط ہے لہٰذا نصف حصہ اس کا اوپر کی جانب دکھائی دیتا ہے اور نصف ہی زمین کے نیچے رہتا ہے۔ جس قدر بالائی حصہ زمین کے سامنے سے جاتا رہتا ہے اتنا ہی نیچے والا حصہ اوپر آتا رہتا ہے اسی وجہ سے تمام شب برجوں کو دیکھتے رہنے سے صرف چھ ہی برج نظر آ سکتے ہیں۔ باقی جو دن میں اوپر آتے ہیں وہ آفتاب کی روشنی کی وجہ سے نظر نہیں آتے۔ مگر یہ کہ رسد خانے میں ان کا بھی مشاہدہ ہو سکتا ہے۔ اگر چہ دن ہو۔)

اسی طرح ساتوں ستارے (سبعہ سیارات) بھی بعضے فوقِ زمین رہتے ہیں اور بعضے تحتِ زمین۔ مگر آسمان ہی پر (یعنی اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ زمین کے نیچے آسمان نہیں ہے اور ستارے آسمان کے علاوہ ہوا میں معلق رہتے ہیں، بلکہ رہتے تو آسمان ہی پر ہیں مگر اس کے اس حصے پر جو زمین کے حائل ہونے کی وجہ سے ہمیں نظر نہیں آتے۔)

میری عقل تو اسے تسلیم نہیں کرتی کہ روئے زمین کے آدمیوں میں سے کوئی بھی اس پر قادر ہوا ہو (کہ تمام ظاہر و پوشیدہ ستاروں کی حقیقت معلوم کر لے اور ان کا حساب نکالے)۔

میں نے کہا،..... تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تمام اہل زمین انہی ستاروں کے حساب سے پیدا ہوتے ہیں۔ تو میں جانتا ہوں کہ وہ حکیم جس نے اس حساب کو قائم کیا ہے۔ انہیں اہل دنیا میں سے کوئی ہوگا۔

اس میں بھی شک نہیں (اگر تمہارا یہ بیان صحیح ہے کہ کسی حکیم نے اس علم کو بنایا ہے)

Presented by Ziaraat.Com

کہ وہ بھی انہیں نجوم کے مطابق پیدا ہوا ہوگا جیسے اور تمام لوگ پیدا ہوتے ہیں۔

اس نے کہا،...... البتہ! آخر یہ حکیم بھی تو انسان ہی ہے (لہٰذا ضروری ہے کہ جس طرح مطابق نجوم کے اور لوگ پیدا ہوئے ہیں یہ بھی پیدا ہوا ہوگا)۔

میں نے کہا،......تو کیا تمہاری عقل اس بات کو نہیں بتاتی کہ یہ ستارے اس حکیم کے پیدا ہونے سے پہلے کے ہوں گے جس کی بابت تم نے کہا ہے کہ اس نے اس علم کو وضع کیا ہے اور یہ بھی تمہارا خیال ہے کہ وہ بھی انہیں ستاروں کے مطابق پیدا ہوا ہے۔

اس نے کہا،...... بیشک (ایسا ہی ہے کہ یہ ستارے اس کے وجود سے مقدم ہیں)۔

میں نے کہا،......تو کیوں کر اس حکیم کو اس علم (نجوم) کے بنانے (وضع کرنے) کا طریقہ معلوم ہوا، حالانکہ بغیر کسی ایسے معلم کے جو اس حکیم اور نیز ستاروں کے وجود سے بھی پہلے ہو نہیں ہو سکتا، اور اسی نے اس حساب کو قائم کیا ہوگا۔ جس کی بابت تمہارا خیال ہے کہ مولود کی وہی جڑ اور بنیاد ہے۔ اور جڑ ضروری ہے کہ مولود سے مقدم ہو اور جس حکیم کی بابت تمہارا دعویٰ ہے کہ اس نے اس علم کو قائم کیا وہ ضرور کسی ایسے معلم کی اقتدا کرتا ہوگا جو اس سے بھی مقدم ہو جس نے اس حکیم کو بھی ان ستاروں میں سے کسی کے مطابق پیدا کیا ہوگا اور جس نے ان بُرجوں کو بنایا ہوگا اور اسی نے ان برجوں کو بھی بنایا ہوگا جن کے مطابق اور (دوسرے) آدمی پیدا ہوتے ہیں۔

پس بنیاد قائم کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ ان ستاروں سے بھی پہلے موجود ہو۔

اچھا مان لو کہ اس حکیم کی عمر اس دنیا سے دس گنا ہے۔ پھر بھی تو ان ستاروں کو اسی طرح معلق دیکھتا ہوگا، جیسے آج تم دیکھ رہے ہو۔ (پھر تم میں اور اس حکیم میں کیا فرق ہوا؟ کیوں کر اسے یہ حساب معلوم ہوا اور تم کو نہ معلوم ہوا۔) کیا وہ اس بات پر قادر تھا کہ باوجود ان

Presented by Ziaraat.Com

ستاروں کے آسمان پر ہونے کے ان کے قریب جائے (اور ان کی حقیقت و کیفیت معلوم کرے) تاکہ ان کے منازل، رفتار، نحس، سعد اور ان کے دقائق کو معلوم کرے اور یہ کہ کس ستارے سے سورج یا چاند کو گہن لگتا ہے۔ کس کے مطابق بچے پیدا ہوتے ہیں، کون سا نیک ہے، کون سا بد ہے، کون سا تیز رفتار ہے کون سا سست ہے تاکہ اس کے بعد دن کی نیک گھڑیاں اور بُری ساعتیں معلوم ہوں، اور یہ کہ کون سا ستارہ نحس ہے۔ ہر ستارہ کتنی دیر زمین کے نیچے رہتا ہے کس ساعت میں غروب ہوتا ہے کس وقت طلوع کرتا ہے۔ کتنی دیر تک طالع رہتا ہے اور کتنی دیر تک غائب رہتا ہے؟

اور پھر اہل دنیا میں سے کسی حکیم کے لیے یہ کیوں کر ممکن ہوا کہ آسمان کی باتوں کو جان لے، باوجودیکہ جس سے ان کا علم نہیں ہوتا اور نہ غور و فکر اس پر کام کرتی ہے، نہ وہ باتیں خیال میں آتی ہیں۔ اسے آفتاب کے اندازہ کرنے کا طریقہ کیوں کر معلوم ہوا، جس سے وہ جان سکے کہ آفتاب کس بُرج میں ہے۔ چاند کون سے بُرج میں ہے۔ یہ ساتوں سعد و نحس ستارے آسمان کے کس حصے پر ہیں۔ طالع کیا ہے، باطن (غائب) کیا چیز ہے؟ حالانکہ یہ سب ستارے آسمان پر ہیں اور وہ حکیم زمین پر ہے۔ جب آفتاب کی روشنی سے یہ ستارے غروب (پوشیدہ) ہو جاتے ہیں تو انہیں دیکھ نہیں سکتا، اگر یہ کہ تم کہو کہ یہ حکیم جس نے علم نجوم کے قواعد بنائے ہیں آسمان پر چڑھ گیا ہوگا۔ حالانکہ میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ یہ عالم (حکیم) اس علم پر قادر نہ ہوا ہوگا۔ مگر اس شخص کے ذریعے سے جو آسمان ہی پر ہو۔ کیوں کہ یہ علم زمین والوں کا علم نہیں ہے۔

اس نے کہا، ...... مجھے تو آج تک یہ خبر ملی نہیں کہ اہل زمین میں سے کوئی شخص آسمان پر چڑھا ہو۔

میں نے کہا، ......تو شاید اس حکیم نے ایسا کیا ہو۔ مگر تم کو خبر نہ ملی ہو (حضرت کا یہ

Presented by Ziaraat.Com

کلام بطور طنز کے ہے)۔

اس نے کہا،......اگر مجھ کو یہ خبر ملتی بھی تو میں تسلیم ہی کب کرتا۔

میں نے کہا،...... میں بھی یہی کہتا ہوں جو تم کہتے ہو۔ خیر مان لو کہ وہ آسمان پر بھی چڑھ گیا، تو کیا اسے کوئی چارۂ کار اس سے ہوسکتا تھا کہ ہر ہر بُرج کے ساتھ ساتھ اور ہر ہر ستارے کے ساتھ ساتھ چلتا رہا ہو۔ جہاں سے وہ طلوع کرتے اور جہاں غروب کرتے ہیں۔ پھر دوسرے ستارے کے پاس آیا ہو اور ایسا ہی کیا ہو۔ یہاں تک کہ آخری ستارے تک پہنچا ہو۔ کیونکہ بعض ستارے تو بیس برس میں دور تمام کرتے ہیں۔ بعضے اس سے کم میں (تو ضرور ہوا کہ وہ حکیم اتنے اتنے عرصے تک ہر ہر ستارے کے ساتھ ساتھ رہا ہوتا، تا کہ ان کی مدت رفتار و طلوع و غروب و سعد و نحس کو معلوم کر سکے) اور کیا اس کو کوئی چارۂ کار اس سے ہوسکتا تھا کہ آسمان کے چاروں طرف پھرے تا کہ اس کو سعد و نحس بطی و سریع ستاروں کے مطالع معلوم ہو سکیں، اور وہ ان کا حساب مرتب کر سکے۔

مان لو کہ وہ اس پر قادر بھی ہو گیا (کہ آسمان پر چڑھ گیا۔ ہر ہر ستارے کے ساتھ اِن کے مدت سیر تک بھی رہا۔ ہر ایک کا طلوع و غروب بھی معلوم کر لیا۔) یہاں تک کہ آسمان کی تمام چیزیں معلوم کر کے فارغ ہو گیا، تو کیا اس کا سارا حساب آسمان ٹھیک ہوسکتا ہے جب تک کہ زمین کے اور اس کے ماتحت کے نیچے کے ستاروں کا بھی حساب نہ لگائے۔ اور اتنے ہی دنوں میں اسے بھی نہ معلوم کرے جتنے دنوں میں آسمان کی چیزوں کو اس نے معلوم کیا ہے کیونکہ ان سیارات کی رفتار زیر زمین کچھ اور ہے اور بالائے زمین کچھ اور ہے، تو وہ ہرگز ان کے حساب و دقائق و ساعات کے بخوبی معلوم کرنے پر قادر نہ ہوسکتا تھا جب تک کہ ان ستاروں کی حالتوں کو بھی نہ معلوم کرے جو زمین کے نیچے ہیں۔ کیونکہ اسے یہ تو ضروری ہے کہ وہ جانے کہ رات کی کس ساعت میں کوئی طلوع کرنے والا ستارہ چھپتا ہے (اور یہ ضرورت اس

Presented by Ziaraat.Com

لیے پڑی، کہ وہ ان ستاروں کو (جو زیر زمین ہیں) آنکھ سے نہیں دیکھتا، اور نہ ان کے طالع اور غائب کو۔ (لہٰذا لازم ہوا کہ جتنے دنوں اس نے آسمان کے بالائی حصے پر زمانہ صرف کیا ہے اُتنے ہی دنوں زمین کے اوپر اور زمین کے نیچے بھی زمانہ صرف کرے۔)

پھر یہ بھی ضروری ہے کہ اس علم کا جاننے والا ایک ہی ہو، تاکہ حساب سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ (ورنہ اگر کئی ہوں گے تو ضروری ہے کہ ان کے حساب میں فرق پڑے گا۔ (اور یہ بات کوئی شخص کر نہیں سکتا) مگر یہ کہ تم کہو کہ صاحب! وہ حکیم تو زمین کی ظلمتوں اور دریاؤں کے اندر بھی ہو آیا، ستاروں اور آفتاب و ماہتاب کے ساتھ ساتھ ان کی رفتار میں اتنے ہی دنوں رہ بھی آیا، جب تک وہ آسمان پر چلتے رہے یہاں تک کہ اس کو غائب ستاروں اور زمین کے نیچے والوں (ستاروں) کا حال اسی طرح معلوم ہو گیا جس طرح اتنی مدت صرف کر کے اس نے اوپر کے ستاروں کا حال معلوم کیا تھا۔

اس نے کہا، ...... میں نے یہ کب کہا تھا کہ کوئی شخص آسمان پر چڑھ سکتا ہے یہاں تک کہ میں یہ کہہ دوں کہ وہ زمین اور دریاؤں کی تاریکیوں میں بھی داخل ہوا ہو گا۔

میں نے کہا، ...... تو پھر یہ علم کس طرح ان حکیموں کو دستیاب ہوا جن کی بابت تم نے دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے اس حساب کو وضع کیا ہے اور تمام آدمی اسی کے مطابق پیدا ہوتے ہیں۔ اور کس طرح ان کو یہ علم حاصل ہوا حالانکہ اس علم نجوم اور حسابات سیارات کا وجود ان سے مقدم ہے (تو اپنے وجود سے پہلے کی خبروں کے حالات اصلی واقعی طور پر اوّل سے آخر تک ان کو کیوں کر معلوم ہو گئے۔)

اس نے کہا، ...... میرے نزدیک تو اب یہ کہنا درست نہیں معلوم ہوتا کہ ان آسمانی ستاروں کے علم کو زمین کے رہنے والوں نے وضع کیا ہو۔

میں نے کہا، ...... تو اب تمہیں ضرور یہ کہنا چاہیے کہ اس علم کو کسی ایسے حکیم نے بتایا

Presented by Ziaraat.Com

ہے جو آسمان وزمین کے حالات کو بخوبی جانتا اوران کا مدبر ہے۔

اس نے کہا،......اگر یہی کہہ دوں تو پھر اس معبود کا اقرار ہی کر لینا پڑے گا جس کی نسبت آپ کا خیال ہے کہ وہ آسمان پر ہے (یعنی مدبر آسمان وزمین ہے۔)

میں نے کہا،......کیا تم مجھ سے یہ نہیں کہہ چکے ہو کہ نجوم کے قواعد بالکل صحیح ہیں اور تمام آدمی انہیں کے ذریعے سے (یا مطابق) پیدا ہوتے ہیں۔(ہوئے ہیں)

اس نے کہا،......شبہ تو اور امر میں ہے (اس میں شبہ نہیں ہے یعنی یہ تو ٹھیک ہے کہ قواعد نجوم بالکل صحیح ہیں مگر شبہ اس میں ہے کہ ان کا کوئی خالق ہے یا نہیں۔

میں نے کہا،......تم مجھ سے یہ بھی کہہ چکے ہو کہ اہل زمین میں سے کوئی شخص ہرگز اس امر پر قادر نہیں ہو سکتا کہ ان ستاروں اور آفتاب و ماہتاب کے ساتھ ساتھ مغرب میں غروب کرتا، اور مشرق سے طلوع کرتا رہا ہوتا کہ ان کی رفتار کو معلوم کر سکے۔

اس نے کہا،......آسمان پر چڑھ جانا اور بات ہے۔

میں نے کہا،......تو پھر تم کو بغیر اس بات کے کہے ہوئے چارہ نہیں ہے کہ اس علم کا معلم کوئی آسمانی ہے۔

اس نے کہا،......اگر یہ کہہ دوں کہ اس کا علم کا کوئی معلم نہیں تو بالکل خلاف حق بات کہیں، اور اگر یہ دعویٰ کروں کہ اہل زمین میں سے کسی نے آسمان اور زمین کے نیچے کی چیزوں کا علم پیدا کیا۔تو بھی محال ہے کیونکہ اہل زمین ان ستاروں اور برجوں کے حال سے واقفیت پیدا کرنے پر آنکھ سے دیکھ کر اور ان سے قریب ہو کر ہرگز قادر نہیں ہیں، تو وہ بالکل اس کے حاصل کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ہماری رائے میں اہل زمین کو بغیر حاسوں کی مدد کے علم نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ آسمان میں معلق ہیں۔ حاسے تو صرف ان کے طلوع وغروب کو دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن ان کے حساب و دقائق ونحس وسعد وسست رفتار وتیز رفتار۔ اور ان کا پوشیدہ ہو جانا

Presented by Ziaraat.Com

اور پھر رجعت کرنا۔ یہ بھلا حاسوں سے کہاں معلوم ہوسکتا ہے اور قیاس و اندازہ سے کیوں کر ان کا پتہ چل سکتا ہے۔

میں نے کہا،...... اچھا، مگر تم اس علم و حساب کو پڑھنا اور سیکھنا چاہو تو اہل زمین سے سیکھنا تمہیں زیادہ پسند ہوگا یا اہل آسمان سے۔

اس نے کہا،...... اہل آسمان سے (اس کا سیکھنا پسند ہوگا کیونکہ یہ ستارے اسی میں معلق ہیں جہاں اہل زمین کا گزر نہیں۔ (لہٰذا اگر کوئی آسمانی معلم مل جائے تو اس سے سیکھنا زیادہ پسند ہوگا۔)

میں نے کہا،...... اچھا تو سمجھو، اور خوب غور کرو اور اپنے دل کو خالص کرو...... کیا تم یہ نہیں جان سکتے کہ جب تمام اہل دنیا انہیں ستاروں کے ذریعے سے (یا مطابق) سعادت و نحوست میں پیدا ہوئے ہیں تو یہ ستارے ان آدمیوں سے پہلے کے ہوں گے۔

اس نے کہا،...... یہ تو کہنا مجھے کچھ دشوار نہیں ہے۔

میں نے کہا،...... تو تمہارا یہ کہنا کہ آدمی ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے باطل ہوا جبکہ یہ بات مان لی گئی کہ ستارے ان آدمیوں سے پہلے موجود تھے تو آدمی ضرور ان کے بعد پیدا ہوئے ہوں گے اور جبکہ ستارے ان آدمیوں سے پہلے وجود میں آچکے (مقدم ہوئے) تو زمین بھی ضرور ان سے پہلے موجود رہی ہوگی۔

اس نے کہا،...... (حضرت) میں نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ زمین بھی ان سے قبل موجود تھی۔ (ہاں یہ تو زبان سے نکل گیا کہ ستارے ان سے مقدم ہیں)۔

میں نے کہا،...... تو کیا تم یہ نہیں جان سکتے کہ اگر زمین پہلے سے موجود نہ ہوتی جسے اللہ نے اپنی مخلوقات کے واسطے فرش اور بچھونا بنایا ہے تو انسان اور غیر انسان جو مخلوقات میں سے ہیں کسی شئے پر قائم نہ رہ سکتے اور یہ بھی ممکن نہ تھا کہ ہوا میں قائم رہتے کیونکہ اس کے

Presented by Ziaraat.Com

واسطے پروں کی ضرورت ہے۔ (اور ان کے پر نہیں جن سے ہوا میں قائم رہ سکیں۔)

اس نے کہا، ...... پر! فائدہ ہی کیا دیتے اگر ان کے لیے زندگی بسر کرنے کا ذریعہ نہ ہوتا۔[1]

میں نے کہا، ......تو کیا اب بھی تم کو اس میں شبہ ہے کہ آدمی بعد زمین اور بُروج کے پیدا ہوئے ہیں۔

اس نے کہا، ......نہیں بلکہ اس کا مجھے یقین ہے۔ (یعنی اب یقین ہو گیا ہے۔)

میں نے کہا، ...... ابھی اور بھی تم سے ایسی باتیں بیان کروں گا جس سے تمہاری بصیرت میں اضافہ ہو۔

اس نے کہا، ......اتنی ہی بات سے میرا شبہ دور ہو گیا۔

میں نے کہا، ...... کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جس پر یہ آفتاب و ماہتاب اور ستارے گردش کرتے ہیں، آسمان ہے۔

اس نے کہا، ......ضرور معلوم ہے۔

میں نے کہا، ......تو کیا یہ ان ستاروں کی اصل و بنیاد نہیں ہے۔

اس نے کہا، ...... بیشک ہے۔

میں نے کہا، ......تو میری رائے میں یہ ستارے جن کی نسبت تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ یہ انسانوں کی ولادت کے اوقات [illegible] ہونے کا باعث ہیں) اس آسمان کے بعد پیدا ہوئے ہوں گے، کیونکہ آخر بروج اسی کے اندر دورہ کرتے ہیں کبھی نیچے چلے جاتے ہیں کبھی اوپر آ جاتے ہیں۔

اس نے کہا، ...... آپ نے تو ایک ایسی واضح بات فرمائی ہے جو کسی عاقل پر پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ جس آسمان کے اندر یہ ستارے دورہ کرتے ہیں وہ ضرور ان کی جڑ ہو گا جو انہیں کے لیے بنایا گیا ہو گا، کیونکہ یہ ستارے اسی میں گردش کرتے ہیں۔

۱۔ اس کلام سے کسی قدر اقرار کا پتہ چلا کہ زمین کو بھی انسانوں سے پہلے ہونا لازم ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

میں نے کہا،......تو اب تم نے تسلیم کرلیا کہ ان ستاروں کا خالق جن کے سعد و نحس کے مطابق انسان پیدا ہوتے ہیں وہی ہے جس نے زمین کو پیدا کیا ہے۔ کیونکہ اگر وہ اس زمین کو نہ پیدا کرتا تو کوئی مخلوق ہی نہ ہوتی۔

اس نے کہا،......بغیر اس بات کے مانے ہوئے مجھے کچھ چارہ نہیں۔

میں نے کہا،......تو کیا تمہاری عقل یہ نہیں بتاتی کہ آسمان کے بھی پیدا کرنے پر وہی قادر ہے (ہوسکتا ہے) جس نے زمین، مخلوقات، آفتاب، ماہتاب اور ستاروں کو پیدا کیا، اور نیز یہ کہ اگر آسمان اور جو کچھ اس کے اندر ہے نہ ہوتا تو زمین کے مخلوقات بھی فنا ہو جاتے (کیونکہ آسمانی چیزوں کو زمین کی چیزوں سے بہت کچھ تعلق ہے۔ مثلاً ایک آفتاب ہی ہے، کہ اگر یہ نہ ہوتا تو کبھی پھلوں میں پختگی نہ آتی۔ ہوا کی سمیت نہ دفع ہوتی۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس نے کہا،...... میں اب گواہی دیتا ہوں کہ، بیشک پیدا کرنے والا (ان سب کا) ایک ہی ہے، اس لیے کہ آپ نے میرے سامنے ایسی دلیل بیان کی ہے جو میری عقل میں آ گئی اور اس سے میری دلیل قطع ہوگئی۔ میرے نزدیک یہ بات بھی درست نہیں معلوم ہوتی کہ علم نجوم کا معلم اور اس حساب کا وضع کرنے والا کوئی شخص اہل زمین سے ہو، اس لیے کہ یہ ستارے آسمان میں ہیں۔ بااں ہمہ زمین کے نیچے کے حالات بھی نہیں معلوم کرسکتا مگر وہی جو ان ستاروں کے حالات آسمان پر ہونے کی حیثیت سے معلوم کر سکے (یعنی وہی شخص ان ستاروں کے نیچے رہنے کی حیثیت سے ان کے حالات معلوم کرسکتا ہے جو ان ستاروں کے اوپر رہنے کی حیثیت سے حالات معلوم کرسکتا ہے۔)

لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اہل زمین کو آسمان کی چیزوں کا علم حاصل ہی کیوں کر ہوا۔ یہاں تک کہ ان سب لوگوں کا حساب یکساں باریکی و درستی میں متفق ہوگیا۔ اگر میں ان قواعد کو جس قدر جانتا ہوں، نہ جانتا ہوتا تو میں تو اس کا سرے ہی سے انکار کر دیتا اور

Presented by Ziaraat.Com

آپ نے کہہ دیتا کہ قواعد شروع ہی سے باطل ہیں۔ اس میں مجھ کو زیادہ آسانی تھی (مگر اب مشکل ہے کیونکہ جن قواعد کو میں جانتا ہوں وہ بہت درست ہیں۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ہمیں یہ کیوں کر معلوم ہوئے۔)

میں نے کہا، ...... اچھا مجھ سے پکا وعدہ کرو کہ اگر میں اس بات کو تمہاری اس ہلیلہ کے ذریعے سے جو تمہارے ہاتھ میں ہے اور اس فن طب کے ذریعے سے جو تمہارا اور تمہارے آباء واجداد کا پیشہ ہے۔ اس طرح ثابت کر دوں کہ اس ہلیلہ اور ایسی دواؤں کی مثال آسمانی مثالوں سے منطبق ہو جائے تو تم حق کا اقرار کر لو گے اور اپنے دل سے انصاف کرو گے؟

اس نے کہا، ..... آپ ایسا ہی کریں۔

میں نے کہا، ...... (اچھا بتاؤ) کیا آدمیوں پر کوئی ایسی حالت (اور ساعت) بھی گزری ہے جبکہ وہ علم اور اس کے منافع کو مثل اسی ہلیلہ وغیرہ کے نہ جانتے رہے ہوں؟

اس نے کہا، ...... البتہ (یعنی ضرور کوئی ایسا بھی زمانہ رہا ہوگا جس میں لوگ ان دواؤں کے فوائد نہ جانتے رہے ہوں گے۔)

میں نے کہا، ...... تو پھر انہیں ان باتوں کا کیوں کر علم ہوا؟

اس نے کہا، ...... تجربے سے اور عرصے تک اندازہ کرتے رہنے سے۔

میں نے کہا، ...... لوگوں کے خیال ہی میں یہ بات کیوں کر آئی کہ اس کا تجربہ کرنا چاہیے اور ان کو یہ گمان ہی کیوں کر ہوا کہ یہ دوائیں بدن کے لیے مفید ہوں گی، حالانکہ سوائے ضرر (ظاہری) کے ان کو اس میں اور کچھ نظر نہیں آتا۔ (مثلاً، یہی کہ اکثر پتیاں اور دوائیں سخت کڑوی ہوتی ہیں جن کے زبان پر رکھنے سے سخت تکلیف اور کراہت ہوتی ہے) اور انہوں نے کیوں کر ایسی چیزوں کی تلاش کا ارادہ کیا جن کو وہ جانتے ہی نہ تھے۔ (کیونکہ طلب مجہول

(ف) آپ اس سے اقرار لینا چاہتے ہیں کہ دراصل یہ علوم انبیاءؑ کے ذریعے سے دوسرے لوگوں تک پہنچے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

مطلق محال ہے) اور وہ ایسی تھیں جن کو حاسے بتا نہیں سکتے۔

اس نے کہا، ...... تجربوں سے۔ (وہی پہلا جواب۔ حالانکہ نہایت کمزور جواب ہے، مگر معصوم باوجود اس کے اس سے چشم پوشی فرما کر اور طریقے سے گفتگو شروع فرماتے۔)

میں نے کہا، ...... (اچھا) مجھے بتاؤ کہ اس علم طب کو کس نے بتایا؟ (کس نے قائم کیا) اور ان متفرق جڑی بوٹیوں کو جن میں سے کوئی تو مشرق میں ہے، کوئی مغرب میں، کس نے بیان کیا؟ کیا کوئی چارہ اس کے علاوہ ہوسکتا ہے (کہ کہو) کہ جس نے اسے قائم کیا اور جس نے جڑی بوٹیوں کو بتایا، وہ کوئی حکیم آدمی انہی شہروں کے رہنے والوں میں سے ہوگا۔

اس نے کہا، ...... ضروری ہے، کہ ایسا ہو، اور یہ بھی لازم ہے کہ جس نے اس علم کو بنایا ہے وہ کوئی حکیم آدمی ہو، اور اس پر دوسرے حکیموں نے اتفاق کرلیا ہو، اس میں غور کیا ہو، اپنی عقلوں سے اس میں فکر کی ہو۔

میں نے کہا، ...... تم انصاف کرنا چاہتے ہو، اور جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کرنا چاہتے ہو۔

(اچھا) اب یہ بتاؤ کہ اس حکیم نے (جسے تم نے تسلیم کرلیا ہے) کیوں کر معلوم کیا؟ اور یہ بھی مان لو کہ اس نے اپنے شہر کی دواؤں کو اور مثلاً فارس کے زعفران کو معلوم کرلیا، کیا تم کہہ سکتے ہو کہ اس نے (اس طرح) تمام روئے زمین کی نباتات کو تلاش کر کے ایک ایک درخت کا ذائقہ چکھا ہو، یہاں تک کہ اس کو یہ تمام چیزیں معلوم ہوگئی ہوں؟ اور کیا تمہاری عقل بتاتی ہے کہ چند حکیم آدمی ملک فارس اور اس کی نباتات کی (ہر ایک درخت کے) تجسس پر قادر ہوئے ہوں۔ یہاں تک کہ اپنے حاسے سے اسے معلوم کیا ہو اور اس درخت کو پالیا ہو، جس میں ان دواؤں میں سے کسی دوا کی خلط موجود ہے جسے ان کے حاسوں نے نہیں ادراک کیا تھا۔

مان لو کہ بعد تفتیش و تجسس کے اس نے اس درخت کو بھی جان لیا، اور فارس کے

Presented by Ziaraat.Com

تمام درختوں اور نباتات کی تتبع لی، مگر اسے یہ کیوں کر معلوم ہوا کہ، مثلاً یہ (پتی یا جڑ یا پھل) دوا نہیں بن سکتی۔ جب تک اس میں ہندوستان کا ہلیلہ اور روم کی مصطگی اور تبت کا مشک اور چین کی دارچینی اور ترک کے پیدا ستر کے خصیے اور مصر کی افیون اور یمن کا ایلوا، اور آرمینیہ کا بورق وغیرہ مختلف دوائیاں جو اطراف روئے زمین میں پیدا ہوتی ہیں، نہ ملائی جائیں؟ اور اسے یہ کیوں کر معلوم ہوا کہ ان دواؤں میں سے کوئی دوا (باوجودیکہ یہ سب مختلف دوائیں ہیں) جب تک ایک دوسری سے ملائی نہ جائے نفع نہیں دے سکتی، اور ہر حال میں بلا اجتماع مفید نہیں ہوسکتی؟

یا اسے ان دواؤں کے پیدا ہونے کے مقامات کیوں کر معلوم ہوگئے۔ حالانکہ مختلف رنگوں کی ہوتی ہیں اور مختلف بوٹیاں ہیں جو مختلف شہروں میں پیدا ہوتی ہیں۔ بعض کی تو جڑیں (لی جاتی) ہیں، بعض کی چھال، کسی کے پھل کسی کا افشردہ، کسی کا زلال، کسی کا گوند، کسی کا روغن، کوئی نچوڑ کر پکائی جاتی ہے، کوئی صرف نچوڑ لی جاتی ہے پکائی نہیں جاتی، جن کے مختلف زبانوں میں جدا جدا نام ہیں اور کوئی ایک بغیر دوسری دوا کے قابل استعمال نہیں ہوتی اور بغیر ملے ہوئے دوا ہی نہیں بنتی، اور بعض دوائیں درندوں اور جانوروں کے پتے ہیں (ان کے خواص کیوں کر معلوم ہوئے) (اس پر یہ اضافہ کہ) ان شہروں کے آدمی باہم عداوتیں بھی رکھتے ہیں۔ مختلف الخیال، مختلف الرائے ہیں۔ دشمنی کے ساتھ ایک دوسرے پر غلبہ چاہتے رہتے ہیں۔ لڑتے بھڑتے بھی رہتے ہیں۔ قتل وغارت وقید بھی کرتے رہتے ہیں۔ (پھر ایسی سخت و دشوار حالت میں کسی غیر ملک کے باشندے کو دوسرے ملک کی بوٹیوں اور دواؤں کے خواص کیوں کر معلوم ہوگئے)۔

کیا تم جان سکتے ہو کہ یہ حکیم تمام ان شہروں میں گھومتا پھرا، اس نے تمام زبانوں کو معلوم کیا، ہر طرف گیا، ان تمام بوٹیوں کو مشرق و مغرب میں بے خوف تندرستی کی حالت

Presented by Ziaraat.Com

میں نذر ہو کر، پھر کر تلاش کیا، کبھی بیمار نہیں ہوا، بالکل صحیح و سالم رہا، اس کو ہلاکت نہیں ہوئی، زندہ رہا، موت ہی نہ آئی، برابر راہ پاتا ہی گیا، کہیں بھٹکا ہی نہیں، ٹھیک چلتا رہا، کہیں ادھر ادھر نہ ہوا، یاد ہی رکھتا رہا کبھی بھولا ہی نہیں، خوش وخرم ہی رہا۔ کبھی ملال ہوا ہی نہیں۔ یہاں تک کہاں دواؤں کے اوقات اور ان کی پیدائش کے مقامات باوجود اختلاف اوصاف و اختلاف رنگ اور اختلاف نام بھی دریافت کر لیے۔

پھر اس کی مثال اسی طرح کی قائم کر لی، پھر ہر ایک درخت کا حال مع اس کی پیدائش، اور اس کی پتیوں، پھلوں، خوشبوؤں اور ذائقوں کے بیان کر دیا؟ (کیا یہ کہیں ایک انسان کا کام ہے اور کیا کوئی اس طرح پر زندگی بسر کر کے تمام دواؤں کی حالتیں معلوم کر سکتا ہے۔ خصوصاً جبکہ ایک میں بیس بیس خواص ہیں کیسے کوئی شخص تجربے سے معلوم کر سکتا ہے؟)

کیا اس حکیم کو کچھ چارۂ کار اس سے تھا کہ دنیا کے تمام درختوں، بقولات اور جڑوں کو، ایک ایک درخت اور ہر ہر پتی گھوم پھر کر رفتہ رفتہ معلوم کرے؟

اچھا مان لو کہ اس نے جس درخت کو دریافت کرنا چاہتا تھا معلوم بھی کر لیا، مگر اس کے حاسوں نے اسے کیوں کر یہ بتا دیا کہ یہ فلاں دوا کے قابل ہے۔ (حالانکہ حاسے اس کی خاصیتوں کو محسوس نہیں کر سکتے) حالانکہ درخت بھی مختلف ہوتے ہیں۔ بعض میٹھے، بعضے کھٹے، بعضے کڑوے، بعضے نمکین۔ (پھر کیوں کر اس نے ان میں سے ہر ایک کے خواص جداگانہ محسوس کر لیے)۔

اگر تم یہ کہو کہ وہ حکیم ان شہروں میں جا کر دریافت کرتا رہا ہوگا اور معلوم کر کے عمل کرتا ہوگا، تو جس چیز کو وہ دیکھ ہی نہیں رہا ہے اور اس کے حاسے بتا ہی نہیں رہے ہیں اس کو دریافت ہی کیوں کر کر سکتا تھا۔ یا اسے بھی کیوں کر معلوم ہو گیا کہ فلاں شخص سے اس درخت کا حال دریافت کرنا چاہیے۔ حالانکہ اس کی زبان اور، چیزیں بہتیری (نام سب کے جداگانہ

کیفیت سب کی الگ، صورت سب کی علیحدہ، پھر اس نے کیوں کر اس کی زبان سمجھی، کیوں کر ان دواؤں کے نام معلوم کیے، کیوں کر خواص ادویہ کا ادراک کیا؟)

اچھا، مان لو کہ اس نے ایسا کیا لیکن ان دواؤں کے نفع وضرر کو ان کے سکون پیدا کرنے اور بیماریوں میں ڈالنے کو ان کے بارد و حار کو، تلخی و حرافت کو، نرم و سخت کو کیوں کر دریافت کیا؟

اگر یہ کہو کہ اپنے ظن و گمان سے معلوم کیا، تو یہ کوئی ایسی چیز نہیں جو اپنی طبیعت اور حاسوں سے معلوم ہو سکے۔ اور اگر کہو کہ تجربہ سے، تو اسے چاہیے تھا کہ پہلی ہی مرتبہ میں جبکہ اس نے ان دواؤں کو استعمال کیا اور ان کے نفع وضرر کے نہ جاننے کی حالت میں ان سے مر ہی جاتا، کیونکہ اکثر ان میں سے زہر قاتل ہیں۔

اور اگر یہ کہو کہ وہ ہر ہر شہر میں پھرتا رہا، ہر ہر گروہ میں جا کر رہتا رہا، ان کی زبانوں کو سیکھا، انہیں پر ان دواؤں کا تجربہ کیا، جن کے استعمال سے وہی لوگ مرتے رہے، تو بھی وہ ایک دوا کی خاصیت کو (کافی طور پر) معلوم نہیں کر سکتا تھا جب تک بہت سے آدمیوں کی جان نہ لے لی جاتی۔ پھر تو ان شہروں والے جن پر دواؤں کا تجربہ کر کر کے موت کے گھاٹ اُتار چکا تھا کبھی نہ اس کا کہنا مانتے، اور کبھی نہ اس کو تجربات کرنے دیتے۔

اچھا یہ بھی تسلیم کر لو کہ لوگوں نے اس کو چھوڑ بھی دیا اور اس کے حکم کو مان لیا اور اسے منع کیا، مگر ان (دواؤں کے مخلوط کرنے کا اسے کیوں کر موقع ملا، اور کیوں کر اس کی مقدار و اوزان کو معلوم کیا (کہ بنفشہ مثلاً چار ماشہ ہونا چاہیے اور تخم خطمی چھ ماشہ اور بغیر اس وزن کے نسخے کی ترکیب درست نہ ہو گی) اور کس طرح اس کے ماشے بنائے، کیوں کر اس کی رتیاں ٹھیک کیں؟

اچھا، یہ بھی تسلیم کر لو کہ ان سب باتوں کو اس نے جستجو کر کے معلوم کر لیا، مگر بعض

Presented by Ziaraat.Com

۔۔ نیں ایسی بھی ہیں کہ اگر مقدار معین سے بڑھ جائیں تو ہلاک کر دیں اور اگر کم ہو جائیں تو ان کا اثر ہی رہے۔ (یہ اس کو کیوں کر معلوم ہو گیا؟)

اچھا، تسلیم کر لو کہ اس نے ان تمام امور کو طے کر لیا۔ مشرق و مغرب تک بھی ہو آیا اور اس کو اتنی طولانی زندگی بھی ملی جس سے اس نے ہر درخت اور ہر ملک میں چل پھر کر ہر چیز کی تفتیش کر لی۔ مگر اسے ان دواؤں کی تفتیش و ادراک کا کیوں کر موقع ملا، جو اس سلسلے سے خارج ہیں۔ مثلاً درندوں کے پتے اور پرندوں کے پتے، دریائی جانوروں کے زہرے، اور جب تمہارا یہ دعویٰ ہوا کہ اس حکیم نے تمام روئے زمین کی جڑی بوٹیوں کو ہر ہر درخت اور ہر پھل کو دیکھ کر معلوم کیا، یہاں تک کہ سب کو جمع کر لیا تو بعض ان میں سے ایسی بھی دوائیں ہیں جو بغیر پتوں کے درست نہیں ہوتیں۔ پھر کیا اس کو کوئی چارہ اس سے ہو سکتا تھا کہ تمام دنیا کے پرندوں، درندوں اور جانوروں کو ایک ایک کر کے تلاش کرے، ان کو ذبح کرے، ان کے پتوں کا تجربہ کرے جس طرح اس نے تمہارے خیال کے بموجب ہر چیز کا حال تجربات سے معلوم کیا تھا، اور اگر وہ ایسا ہی کرتا تو آج جانور ہی کیوں کر باقی رہتے، ان کی نسلیں کیوں کر بڑھتیں، وہ تو درخت کی طرح بھی نہیں ہیں کہ جب ایک درخت کو کاٹ دیتے ہیں تو دوسرا اُگ آتا ہے۔ (یہاں تو تناسل و توالد پر مدار ہے۔ پھر اگر تمام دنیا کے جانوروں کو ذبح کر کے تجربات کرتا تو کتنے ہی قسم کے حیوانات کا سلسلۂ تناسل ہی ختم ہو گیا ہوتا۔)

اچھا، یہ بھی تسلیم کر لو کہ اس نے تمام دنیا کے پرندوں کا حال دریافت کر لیا، مگر اس نے دریائی حیوانات کا حال کیوں کر معلوم کیا۔ اسے تو لازم تھا کہ ہر ایک دریا میں جا کر ہر قسم کے جانوروں کی تفتیشِ حال کرتا، تاکہ جس طرح اس نے دنیا کی دوسری چیزوں کو تجسس و تلاش سے معلوم کیا اسی طرح ان جانوروں کے حالات پر بھی احاطہ حاصل کرتا، اور انہیں بڑے بڑے سمندروں میں تلاش کرتا۔ (تو کیا اس نے ایسا ہی کیا؟)

Presented by Ziaraat.Com

کیونکہ اگر تم کو ان چیزوں میں سے کوئی چیز معلوم نہ ہو تو نہ سہی لیکن اس بات سے ہرگز ناواقف نہیں ہو سکتے کہ دریائی جانور سب کے سب پانی کے اندر ہی رہتے ہیں (لہٰذا ضروری ہوا کہ اس حکیم نے تمام دریاؤں کے اندر گھس کر اور ہر ایک آبی جانور کو پکڑ پکڑ کر حالات معلوم کیے ہوں اور حد تجربہ تک پہنچا ہو۔ حالانکہ یہ بات بالکل خلاف قیاس و عقل ہے)۔

کیا تمہاری عقل اور تمہارے حاسے اس بات کو بتاتے ہیں کہ یہ سب چیزیں تفتیش و تجربے سے معلوم ہو سکتی ہیں؟

اس نے کہا،...... آپ نے تو میرا راستہ ہی تنگ کر دیا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ آپ کو کیا جواب دوں۔

میں نے کہا،...... میں نے جس قدر بیان کیا ہے اس کے علاوہ اور بھی اس سے زیادہ واضح امر بیان کرتا ہوں۔

تم تو جانتے ہو کہ چرند، پرند اور درندوں کے پتے جن سے نسخے مرتب کیے جاتے ہیں دوائے کامل نہیں بن سکتی جب تک ایک دوسرے کے ساتھ مرکب نہ ہوں۔

اس نے کہا،...... ایسا ہی ہے۔

میں نے کہا،...... تو اب مجھے بتاؤ کہ اس حکیم کے حاسوں نے ان دواؤں کے وزن مثقالی اور قیراطی (مثلاً دو ماشہ چار ماشہ۔ دو جَو، چار جَو کے بقدر فلاں فلاں دوا ہونی چاہیے کیوں کر قائم کیے۔ تم تو اس کو خوب جانتے ہو کیونکہ تمہارا پیشہ ہی طبابت ہے۔ کسی مرکب دوا میں تو ایک رنگ کی پتی یا پھل کے چار سو مثقال (ہر مثقال ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے) ڈالتے ہو اور دوسرے رنگ کی دوا میں سے چند ہی مثقال اور چند ہی قیراط (ایک قیراط دو جَو کے وزن کا ہوتا ہے) کبھی اس سے بھی کچھ زائد، کبھی اس سے کچھ کم۔ یہاں تک کہ ایک مقدار

Presented by Ziaraat.Com

معین پر وہ دوا مرتب ہو جاتی ہے۔ جب اسی دوا کی کوئی خاص مقدار دستوں کے مریض کو پلاتے ہوتو اس کے دست بند ہو جاتے ہیں، اور جب قولنج والے کو اس مقدار سے زیادہ پلا دیتے ہوتو اس کو دست آنے لگتے ہیں۔

پھر اب اس کے حاسوں نے ان باتوں کو کیوں کر ادراک کر لیا۔ (کہ ایسا کرنے سے یہ اثر ہوگا) یا اس کے حاسوں نے یہ کہاں سے جان لیا کہ جو دوا دردسر کے واسطے پلائی جائے گی اس کا اثر پاؤں تک نہ پہنچے گا حالانکہ اس کے اثر کا پاؤں تک اتر آنا بہ نسبت اوپر کی طرف چڑھنے کے آسان ہے۔ اور جو دوا پاؤں کے درد کے لیے استعمال کرائی جائے گی وہ دماغ کی طرف صعود نہ کرے گی، حالانکہ اس کو اپنی رفتار میں سر کی طرف جانا قریب تھا۔

علیٰ ہذا القیاس ہر وہ دوا جو کسی مریض کو کسی عضو خاص کی مناسبت سے پلائی جاتی ہے وہ رگوں کے ذریعے سے وہیں پہنچتی ہے جہاں کے لیے وہ استعمال کرائی گئی ہے۔ حالانکہ (پہلے پہل) تمام دوائیں معدے ہی میں جاتی ہیں پھر وہاں سے تقسیم ہوتی ہیں۔ (تو کس طرح اس حکیم کو معلوم ہو گیا کہ اس دوا کا اثر صرف دماغ پر پڑے گا، پاؤں، ہاتھ، پیٹ یا کمر وغیرہ پر نہ پڑے گا، اور اس دوا کا اثر صرف پاؤں پر پڑے گا دوسرے اعضاء جسم پر نہ پڑے گا وغیرہ۔ کیا یہ سب امور اس کے حاسے ہی نے تعلیم کیے؟)

یہ کیوں نہیں ہوتا کہ جو دوا اوپر کی طرف صعود کرتی ہے وہ نیچے چلی جائے اور جو نیچے کی طرف جانے والی ہے (اور وہاں اپنا اثر کرنے والی ہے) اوپر کی طرف صعود کر جائے؟ اس کے حاسوں نے کیوں کر جان لیا کہ فلاں دوا کان کے لیے ہی نافع ہے آنکھ کو اس سے نفع نہیں پہنچے گا، اور فلاں دوا سے آنکھ کو فائدہ ہوگا کان کے درد کو اس سے کچھ نفع نہ ہوگا۔

علیٰ ہذا القیاس تمام اعضاء کے امراض اسی دوا کی طرف رجوع کرتے ہیں جو خاص کر اسی کے لیے مناسب ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

پس عقلوں اور حکمت اور حاسوں نے اسے کیوں کر ادراک کر لیا حالانکہ وہ جوف بدن کے اندر نظروں سے مخفی ہے۔ رگیں گوشت کے اندر ہیں اور ان کے اوپر جلد ہے، نہ اس کو کان (قوتِ سامعہ) محسوس کر سکتا ہے، نہ آنکھ (قوتِ باصرہ)، نہ ناک (قوتِ شامہ)، نہ ہاتھ (قوتِ لامسہ)، نہ زبان (قوتِ ذائقہ)۔ (پھر دوا کے اندر چلے جانے کے بعد اس کی کیفیت اثر کا کیوں کر ادراک ہو سکا)؟

اس نے کہا،...... آپ نے تو وہ باتیں کیں جنہیں میں جانتا ہوں لیکن ہم لوگوں کا یہ خیال ہے کہ جس حکیم نے ان دواؤں کو قائم کیا اور انہیں ترکیب دی، وہ یہ کرتا تھا کہ جب کسی کو ان مرکبات میں سے مثلاً، پلاتا اور وہ مر جاتا تو اس کا پیٹ چاک کر کے رگوں کو دیکھتا، ان دواؤں کے جانے کے راستوں کو دیکھتا، ان موقعوں کو دیکھتا جہاں یہ دوائیں اب موجود ہیں۔

میں نے کہا،...... اچھا بتاؤ! کیا تم کو معلوم نہیں کہ تمام دوائیں جب رگوں میں چلی جاتی ہیں تو خون کے ساتھ مخلوط ہو کر ایک جان ہو جاتی ہیں؟

اس نے کہا،...... ہاں کیوں نہیں جانتا۔

میں نے کہا،...... کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جب آدمی مر جاتا ہے (اس کا دم نکل جاتا ہے) تو خون اس کا ٹھنڈا ہو کر منجمد ہو جاتا ہے؟

اس نے کہا،......ضرور۔

میں نے کہا،......تو پھر اس حکیم نے جو دوا اس مریض کو پلائی تھی اسے گاڑھا خون بن جانے کے بعد (یعنی جبکہ خون میں مخلوط ہو کر وہ دوا بھی مرنے کے بعد منجمد ہو گئی) کیوں کر دریافت کیا، حالانکہ اب وہ ایسی متمائز بھی نہیں رہی جس سے خون کے رنگ سے الگ کر کے اس کے رنگ کو معلوم کیا جائے۔

اس نے کہا،......آپ نے تو مجھ کو نہایت مشکل میں ڈال دیا، اور ایسی چیزیں بیان

Presented by Ziaraat.Com

کیں جن کے رد کرنے پر میں قادر نہیں ہوں۔

میں نے کہا، ......تو اب بتاؤ کہ لوگوں نے ان دواؤں کو جن میں ان کی منفعت ہے کہاں سے جانا۔ یہاں تک کہ ان کو باہم مخلوط کیا۔ ان کی جڑی بوٹیوں کو مختلف شہروں میں تلاش کیا۔ ان کے مقامات معلوم کیے۔ ان کے معاون سے مختلف مقامات میں اطلاع حاصل کی۔ یہ بھی جان لیا کہ اس کی جڑ مفید ہے۔ اتنا وزن ہونا چاہیے۔ اتنے ماشے ہونے چاہئیں، اتنے جَو ہونے چاہئیں، فلاں پتھر اس میں ڈالنا چاہیے، فلاں فلاں درندے کے پتے ڈالنے چاہئیں وغیرہ۔

اس نے کہا، ...... میں تو آپ کے سوالات کے مشکل ہونے کی وجہ سے جواب دینے سے عاجز ہو گیا، اور آپ نے مجھ کو ایسے امر کی طرف نہایت مضطرب کر دیا ہے جس کا ادراک وعلم حواس اور تمثیل وقیاس سے ہو ہی نہیں سکتا۔ ضروری ہے کہ ان نسخوں کو کسی واضع نے وضع کیا ہو گا کیونکہ خود ان نسخوں (دواؤں) نے تو اپنے تئیں وضع کیا نہیں، اور نہ بغیر اس کے کہ کسی نے بعد معرفت حاصل کرنے کے ان کو مرتب کیا ہو، مرتب ہوئیں۔

اب آپ ہی بتایئے کہ بندوں نے دواؤں کو جن میں فوائد ہیں کیوں کر معلوم کیا، یہاں تک کہ ان کو ترکیب دیا، کیوں کر مختلف شہروں میں گھوم پھر کر ان کی عقاقیر (جڑی بوٹیوں) کو تلاش کیا۔

میں نے کہا، ...... تم سے میں ایک مثال بیان کرتا ہوں اور تمہارے سامنے ایک دلیل قائم کرتا ہوں جس سے تم سمجھ سکو گے کہ ان تمام (نسخوں) دواؤں کا واضع کون ہے؟ کس نے ان مختلف عقاقیر کو بنایا؟ کس نے اس جسم کو پیدا کیا؟ کس نے وہ رگیں بنائیں جن کے اندر دوا داخل ہو کر مرض تک پہنچتی ہے؟

اس نے کہا، ......اگر آپ یہ بھی بیان فرمائیں گے تو میں ضرور اسے تسلیم کرلوں گا۔

Presented by Ziaraat.Com

میں نے کہا، ......تم سے میں ایک ایسے شخص کی بابت دریافت کرتا ہوں جس نے کوئی بڑا سا باغ لگایا ہو۔ اور اس کے گرد مضبوط چہار دیواری بھی قائم کی ہو اور جو چیزیں اس کی ضرر رساں ہیں ان سے اسے بچایا بھی ہو۔ (غرض اس باغ کی نسبت اس نے پورا اہتمام اور انتظام کیا ہو) کیا اس کو کسی قسم کے درخت کی جگہ نامعلوم بھی رہے گی؟ (ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس نے خود ہی وہ باغ لگایا ہے۔ خود ہی اس کا اہتمام کیا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ فلاں درخت کس مقام پر ہے۔) پھر جب اس باغ کے درخت تیار ہو گئے اس کے پھل بھی پختہ ہو گئے اس میں بقولات بھی لہلہانے لگے، اور تم بھی اس باغ میں جا پہنچے اور باغ کے مالک سے تم نے کسی قسم کی پھلی یا ترکاری یا پھل وغیرہ کی خواہش ظاہر کی اور اس کا نام بھی بتا دیا، تو تم جانتے ہو کہ وہ اچھی طرح اس بات پر قادر ہوگا، کہ برابر سیدھا اسی درخت تک چلا جائے جس کے پھل وغیرہ کی خواہش ظاہر کی گئی ہے خواہ وہ درخت باغ کے کسی قریبی حصے میں ہو یا دور کے حصے میں۔ نہ تو وہ بے نیل ومرام (ناکام) واپس آئے گا، اور نہ کسی اور درخت یا بقول کی طرف توجہ کرے گا جو اس کی راہ میں واقع ہوں۔

اس نے کہا، ...... بیشک

میں نے کہا، ......اور اگر مالک باغ تم سے کہے، کہ تم خود ہی باغ میں جا کر اپنی ضرورت کی چیز لے آؤ، کیونکہ میں اس کام پر قادر نہیں ہوں۔ تو کیا تم وہاں تک سیدھے چلے جاؤ گے۔ نہ دائیں طرف مڑو گے نہ بائیں جانب۔ یہاں تک کہ ٹھیک اس درخت تک پہنچ جاؤ گے اور اس میں سے پھل توڑ لو گے؟

کہنے لگا، ......کیوں کر ایسا کر سکتا ہوں، حالانکہ مجھے معلوم نہیں کہ وہ درخت باغ کے کس حصے میں ہے۔

میں نے کہا، ......تم تو جانتے ہو کہ اس درخت تک تم پہنچ نہیں سکتے بغیر جستجو کے یا

Presented by Ziaraat.Com

بغیر باغ کے مالک کی راہبری کے۔ پھر اپنے کسی حاسے کی قوت سے اس کو محسوس کرو، ہر ایک درخت، ہر ایک پھل کو تلاش کرو، تب اپنے مطلوب درخت کو کسی حاسے کی طاقت سے حاصل کرو، اور اگر پھر بھی نظر نہ آئے تو خالی ہاتھ واپس آؤ۔

اس نے کہا،...... مجھ سے تو ممکن ہی نہیں، کیونکہ مجھے تو یہی نہیں معلوم کہ وہ درخت کس جگہ لگایا گیا ہے۔

میں نے کہا،...... جب تمہارے حاسے اس کے معلوم کرنے سے عاجز رہے تب تو چاہیے کہ تمہاری عقل اس امر کو واضح کرے کہ جس نے اتنے بڑے باغ کو لگایا ہے جو مشرق و مغرب تک پھیلا ہوا ہے اور اس میں ان اشجار اور بقول کو بویا ہے، اسی نے اس حکیم کو بھی بتایا ہوگا جس کی بابت تمہارا خیال ہے کہ اس نے علم طب کو ان جڑی بوٹیوں اور ان کے خواص و مقامات کے مناسب (جو مشرق و مغرب میں ہیں) وضع کیا ہے۔

اور اسی طرح تم اپنی عقل سے یہ بھی سمجھ سکتے ہو کہ اسی نے ان دواؤں کے نام بھی بتائے ہوں گے، ان کے شہروں کے نام بھی بتائے ہوں گے اور ان کے مقامات کو بھی اسی طرح جانتا ہوگا جیسے اس باغ کا مالک جانتا تھا جس سے تم نے پھل مانگے تھے۔علیٰ ہذا القیاس یہ بھی درست نہیں ہے (اور قریب عقل نہیں ہے) کہ جس نے اس باغ کو لگایا اور اسے بتایا، وہ کوئی اور ہو اور جس نے اس باغ کے درختوں کے فائدے اور نقصانات اور اوزان (رتی، ماشے) بتائے کوئی اور ہو۔

اس نے کہا،...... واقعی یہ تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسا آپ فرماتے ہیں۔

میں نے کہا،...... اگر اس جسم اور اس کے اعصاب و گوشت امعا و عروق کا پیدا کرنے والا جن کے اندر ہو کر یہ دوائیں سر اور پاؤں وغیرہ تک پہنچتی ہیں اس باغ (باغ عالم) کے خالق اور ان عقاقیر کے بونے والے کے علاوہ کوئی اور ہوتا۔ (یعنی انسان مثلاً تو کسی اور کا

Presented by Ziaraat.Com

پیدا کیا ہوا ہوتا اور اشجار و نباتات کسی اور کے پیدا کیے ہوئے ہوتے) تو کیا وہ یعنی "خالق جسم انسان جسے دوا کی ضرورت ہے) ان دواؤں کے وزن، رتی، ماشے سے واقف ہوتا، اور کیا تمہاری رائے میں وہ اس بات کو جان سکتا کہ کون سی پتی کس مرض کے لیے مفید ہے اور کس رگ میں کون سی دوا اثر کرتی ہے؟

اس نے کہا،...... کیوں کر جان سکتا، یا کس طرح اس پر قادر ہوتا حالانکہ یہ بات کسی حاسے کے ذریعے سے تو معلوم نہیں ہو سکتی (کہ اس مرض کی یہ دوا ہے اور اس رگ میں یہ دوا اثر کرے گی) بالکل ہی اس امر کو نہیں جان سکتا، مگر وہی جس نے یہ باغ لگایا ہے اور جو ہر ہر درخت اور ہر ایک ترکاری اور ان کے فوائد کو جانتا ہے۔

میں نے کہا،...... تو اسی طرح کیا یہ ممکن نہیں کہ ان دونوں (جسم انسان اور نباتات و ادویات (جڑی بوٹیوں) کا پیدا کرنے والا ایک ہی ہو؟ کیونکہ اگر دو ہوتے۔ ایک نے تو دواؤں کو پیدا کیا ہوتا اور دوسرے نے جسم انسان اور اس کی بیماریوں کو۔ تو دواؤں کے پیدا کرنے والے کو یہ نہ معلوم ہوتا کہ جسم کے کس مرض کے لیے کون سی دوا مفید ہے۔ اور نہ جسم کا پیدا کرنے والا یہ جان سکتا کہ ان دواؤں میں کون سی اس مرض کے لیے فائدہ مند ہے اور جبکہ اس نے خود ہی دونوں کو پیدا کیا ہو (یعنی جسم انسان اور ادویات کو) تو وہ جسم انسان کے ہر مرض اور ہر رگ و ریشے سے واقف ہوگا نیز تمام ادویات کو بخوبی سمجھتا ہوگا، کہ کون سی دوا کب اور کس مرض کے لیے بہتر ثابت ہوگی۔ اس کو دواؤں کی خصوصیات گرم و سرد، نرم و سخت وغیرہ بھی معلوم ہوں گے۔ کسی نسخے میں کس مقدار میں کون کون سی دوائیں ملا کر مریض کو دی جائیں، کون سی دوا دماغ کی طرف صعود کرے گی اور کون سی دوا اس کے علاوہ کہاں کہاں اثر انداز ہو گی وغیرہ وغیرہ۔

اس نے کہا،...... بیشک اگر بدن کا خالق اور ہو اور دواؤں کا پیدا کرنے والا کوئی اور

Presented by Ziaraat.Com

ہو تو ان میں سے کسی ایک کو یہ معلوم نہیں ہو سکتا جو آپ نے بیان کیا ہے (نہ جسم کے پیدا کرنے والے کو دواؤں کی حقیقت معلوم ہوگی اور نہ ہی ادویات کے پیدا کرنے والے کو اجسام اور ان کے امراض کا حال معلوم ہوگا کہ کس کے لیے کیا مفید ہے؟)

میں نے کہا،..... تو جس نے اس حکیم کو (جس کی نسبت تمہارا خیال ہے کہ اوّل اور سب سے پہلے اس نے ان دواؤں کو ترکیب دیا ہے)، ہدایت کی اور شرق و غرب کی متفرق جڑی بوٹیوں کو بتایا، اور اس علم طب کو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے قائم کیا۔ وہی اس باغ کا بھی مالک ہے جو مشرق و مغرب میں پھیلا ہوا ہے۔ اسی نے اس جسم کو بھی بنایا ہے۔ اسی نے اس حکیم کو (جو واقعی کوئی نبی ہوگا جیسے لقمان علیہ السلام یا جناب داؤد علیہ السلام) بھی ہر درخت کی خاصیت اس کے شہر، اس کے مناسب پھلوں، روغنوں، پتوں، لکڑیوں اور چھال وغیرہم کے حالات سے مطلع کیا ہے۔

اسی طرح ان کے اوزان، (ماشہ، رتی) کو بتایا ہے، ہر مرض کی دوا بتائی کہ کون سی دوا کس مزاج والے انسان کے لیے مفید ثابت ہوگی؟

علیٰ ہذا القیاس، وہی، درندوں، پرندوں اور چوپاؤں کا بھی خالق ہے، جن کے پتوں میں فوائد ہیں اور وہ نسخوں میں داخل کیے جاتے ہیں کیونکہ اس کا خالق ان کے پیدا کرنے والے کے علاوہ اگر کوئی اور ہوتا تو ہرگز نہ جان سکتا کہ کون سے پتے میں کیا فائدہ ہے، کس میں کیا نقصان ہے، کون سا پتہ عقاقیر (بوٹیوں) کے ساتھ ملایا جا سکتا ہے (اور کون سا نہ ملایا جائے) اور چونکہ پیدا کرنے والا ایک ہی تھا۔ اس لیے اس نے ان کے فوائد (جانوروں کے پتوں کے فوائد) کو بھی بتایا، اور اس کا نام بھی بتا دیا۔ تا کہ وہ حکیم (نبی) اسے معلوم کر لے۔ اور جس میں نفع نہ ہو اسے چھوڑ دے۔ اسی وجہ سے حکیم کو معلوم ہوا کہ کون سا درندہ، کون سا جانور، کون سا پرندہ کیا کیا فائدہ رکھتا ہے، ان کی کون سی چیزیں (اعضاء) زیادہ مفید اور کون

Presented by Ziaraat.Com

سے کم مفید ہیں اور کس میں فائدہ نہیں ہے۔ اگر خود ان اشیاء کا خالق ان باتوں کو نہ بتاتا تو حکیم کو کس طرح علم ہو سکتا تھا؟

(پس معلوم ہوا کہ جس حکیم کو تم حکیم کہتے تھے وہ دراصل نبی یا رسول تھا اور جس نے اسے تعلیم دی، وہی خالق عالم ہے۔ (جل جلالہ وعم نوالہ)

اس نے کہا، ...... آپ درست فرماتے ہیں۔ ان حالات و صفات کے سامنے تو حاسے اور تجربے سب بیکار ہیں۔ (یعنی واقعی یہ ایسی باتیں کہ ان میں حاسے اور تجربے کو کوئی دخل نہیں ہے بغیر اصل خالق کے بتائے ہوئے کچھ بھی ان دواؤں کا راز نہیں کھل سکتا۔)

میں نے کہا، ...... جب تمہارے دل نے اسے درست و صحیح تسلیم کر لیا۔ تو آؤ ہم تم دونوں مل کر (سبحان اللہ، امامؑ کے یہ اخلاق ہیں کس خوبی اور نرمی سے آپ اسے ہدایت فرما رہے ہیں) اپنی اپنی عقلوں سے غور کریں اور اپنے اپنے حاسوں سے سمجھیں، کہ آیا، یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کہ اس باغ (جہان) کے لگانے والے، ان درختوں کے پیدا کرنے (بونے والے) ان چوپاؤں، پرندوں اور آدمیوں کے پیدا کرنے والے کو جس نے ان تمام اشیاء کو ان ہی (انسانوں) کے فائدے کے لیے پیدا کیا ہے، مناسب ہے کہ ان مخلوقات اور ان نباتات کو کسی اور کی زمین پر پیدا کرے، کسی غیر کی زمین پر لگائے، کہ جب وہ چاہے تو روک سکے۔ (اس سے آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جس طرح تم نے مان لیا کہ جسم انسان اور جڑی بوٹیوں کا پیدا کرنے والا ایک ہی ہے اسی طرح یہ بھی تم کو مان لینا لازم ہے کہ زمین بھی اسی کی پیدا کردہ ہے جس کے پیدا کیے ہوئے جسم اور عقاقیر ہیں)

اس نے کہا، ...... کہ جس زمین پر یہ باغ (نباتات، عقاقیر، اشجار مختلفہ کا) لگایا گیا ہے اور جس میں یہ اشجار اُگائے گئے ہیں اسی کی ملکیت میں ہونی چاہیے جس نے ان تمام چیزوں کو پیدا کیا ہے اور اسی کے قبضے میں ہونی لازم ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

میں نے کہا،...... تو میرے خیال میں یہ زمین بھی اس باغ والے ہی کی ہو گی؟ کیونکہ ان تمام اشیاء کو باہم ایک کا دوسرے سے ارتباط اور اتصال ہے)۔

اس نے کہا،...... بیشک

میں نے کہا،...... اچھا، مجھے بتاؤ اور انصاف سے کہو، (اب آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جس طرح تم نے یہ مان لیا کہ انسان کا خالق اور دواؤں کا خالق ایک ہی ہے۔ اور اسی نے یہ زمین بھی پیدا کی۔ یہ بھی ماننا لازم ہے کہ پانی بھی اسی نے پیدا کیا۔ غرض آپ یہ ثابت کر کے چھوڑیں گے کہ تمام عالم کا خالق ایک ہی ہے)

کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں کہ یہ باغ (باغ عالم) اور اس میں جس قدر عظیم الشان انسان، چوپاؤں، پرندوں، اشجار، عقاقیر اور اثمار وغیرہ کی خلقت ہے بالکل قائم اور درست حالت پر نہیں رہ سکتے جب تک پانی سے سیراب نہ ہوتے ہیں، جس سے ان کی زندگی ہے۔

اس نے کہا،...... بیشک معلوم ہے۔

میں نے کہا،...... تو پھر کیا تمہاری یہ رائے ہے کہ اس باغ (باغ دنیا) اور اس کی پیداوار کا خالق تو کوئی اور ہے، اور پانی کا خالق کوئی اور ہے جسے اس بات کی طاقت ہے کہ جب چاہے اسے روک دے اور جب چاہے جاری کرے۔ اگر ایسا ہو تو باغ والے کا کام ہی خراب ہو جائے۔

اس نے کہا،...... یہ تو کسی طرح درست نہیں کہ اس باغ اور اس مخلوقات کثیرہ کا خالق، اور ان درختوں کا لگانے والا سوائے مدبر اوّل کے کوئی اور ہو اور یہ بھی درست نہیں کہ یہ پانی اس کے سوا کسی اور کا ہو۔ مجھے تو یقین ہے کہ وہی اس کا بھی خالق ہے۔ یہ تمام پانی جس کی زمین اور جس کے پہاڑوں سے جاری ہوتے ہیں اسی نے اس باغ کو بھی لگایا ہے اور ان

Presented by Ziaraat.Com

چیزوں کو بھی پیدا کیا ہے جو اس کے اندر ہیں۔ کیونکہ اگر یہ پانی اس باغ کے مالک (جو دراصل خدائے تعالیٰ ہے) کا نہ ہوتا، تو باغ اور جو کچھ اس کے اندر ہے تباہ و فنا ہو جاتا۔ بلکہ ان درختوں کے لگانے اور پیدا کرنے سے پہلے اس نے پانی کو پیدا کیا (ہوگا) کہ جس سے تمام چیزیں درست اور قاعدے سے ہیں۔

میں نے کہا،...... (ملحوظ رہے کہ جناب صادق علیہ السلام جس امر کا اس ہندی سے اقرار لینا چاہتے ہیں، کس حسن سے اقرار لیتے ہیں انکاری صورت میں اقراری پہلو کس قدر محبوب و مرغوب طریقہ ہے) اگر اس پانی کا جو کہ اس باغ کے اندر بہہ کر آتا ہے، کوئی خزانہ نہ ہوتا جو باغ کی سیرابی سے زائد پانی کو اپنے پاس محفوظ رکھے تاکہ ضرورت کے وقت اس میں جاری کر سکے، تو کیا جان سکتے ہو کہ تمام مخلوقات اسی طرح فنا نہ ہو جاتیں جس طرح بغیر پانی سے پہلے فنا ہوتی رہیں۔

اس نے کہا،...... ضرور فنا ہو جاتیں لیکن کیا معلوم اس کا کوئی روکنے والا ہی نہ ہو اور اسی طرح ہمیشہ سے سلسلہ جاری ہو (یعنی ہو سکتا ہے کہ انتظام نیچر ہی ایسا ہو اور دراصل کوئی خدا ہی نہ ہو جو اس میں یہ انتظام کرتا ہو۔)

میں نے کہا،...... تم تو مجھ سے اقرار کر چکے ہو کہ اگر دریا اور اس کا خزانہ نہ ہوتا تو باغ فنا ہو جاتا۔

...... اچھا تو میں تمہیں ایسی بات بتاتا ہوں جس سے تم کو یقین ہو جائے کہ دریا کا خالق بھی وہی ہے جس نے باغ اور اس کے موجودات کو پیدا کیا۔ اور یہ کہ اس نے اس باغ کی نہروں کے واسطے مخزن قرار دیا ہے۔ علاوہ اس کے جو آدمیوں کے لیے اس میں فائدے مقرر کیے ہیں۔

اس نے کہا،...... تو آپ مجھے پورا یقین دلائیں جیسا کہ اس کے علاوہ اور باتوں کا

Presented by Ziaraat.Com

آپ نے مجھے یقین دلایا ہے۔

میں نے کہا،...... کیا تمہیں معلوم نہیں کہ دنیا کی ضرورتوں سے بچا ہوا پانی سمندروں میں چلا جاتا ہے۔

اس نے کہا،...... کیوں نہیں، معلوم ہے۔

میں نے کہا،...... تو کیا تم نے زیادہ مینہ (بارش) برسنے کے زمانے میں اس (سمندر) میں کبھی اس حد سے زیادتی ہوتے ہوئے دیکھی ہے جس پر ہمیشہ سے ہے۔ یا گرمی کی زیادتی اور قحط کی شدت اور کم بارش ہونے کے زمانے میں گھٹتے (کم ہوتے) ہوئے دیکھا ہے؟

اس نے کہا،...... نہیں۔

میں نے کہا،...... تو کیا تمہاری عقل تمہیں یہ نہیں بتاتی کہ اس پانی اور اس باغ کا خالق (اور نیز جو کچھ اس کے اندر ہے) ایک ہی ہے۔ اسی نے اس کی ایک حد مقرر کر دی ہے کہ نہ زیادتی کی وجہ سے زیادہ ہو اور نہ کمی کی وجہ سے کم ہو۔

میرے اس بیان کی دلیل یہ ہے کہ ان سمندروں سے پہاڑوں جیسی موجیں اٹھتی ہیں جو میدان و پہاڑ ہر مقام پر مشرف ہے۔ پس اگر اس کی موجیں روکی نہ جاتیں اور جہاں ان کے ٹھہرائے جانے کا حکم دیا گیا ہے ٹھہرائی نہ جاتیں تو تمام دنیا پر محیط ہو جاتیں، حالانکہ اب تم دیکھتے ہو کہ پانی جب ان مقامات پر بھی پہنچ جاتا ہے جہاں اس کے ٹھہرنے کا حکم ہے تو موجیں ٹھہر جاتی ہیں، اور جوش اور ابھار اس کا کم ہو جاتا ہے۔

اس نے کہا،...... واقعی ایسا ہے جیسا آپ نے ارشاد فرمایا۔ خود میں نے بھی ان تمام چیزوں کو اسی طرح دیکھا ہے جیسا آپ نے بیان فرمایا۔ اس وقت آپ نے مجھ سے ایسی ایسی دلیلیں بیان فرمائی ہیں جن کو میں نہ رد کر سکتا ہوں اور نہ انکار ہی کر سکتا ہوں۔

Presented by Ziaraat.Com

میں نے کہا، ......اس کے علاوہ میں تم سے وہ بات بیان کروں گا جس سے تم اچھی طرح سمجھ جاؤ کہ سلسلۂ مخلوقات کیسا ایک دوسرے سے ملا ہوا ہے، اور یہ کہ یہ کام ایک ہی مدبر و حکیم و عالم وقدیر کا ہے۔

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ عام طور پر تمام باغ نہر اور چشموں ہی سے سیراب نہیں ہیں۔ بہت سے ایسے عقاقیر و بقول جو باغ (باغ جہان) کے اندر موجود ہیں اور نیز ان چوپاؤں وحشیوں اور جنگلی پرندوں کی زندگی جن کے لیے کوئی چشمہ نہیں، کوئی نہر نہیں ابر سے ہوتی ہے، ابر ہی ان کو سیراب کرتا ہے۔

اس نے کہا، ......ضرور ایسا ہی ہوتا ہے۔

میں نے کہا، ......کیا تمہاری عقل اور تمہارے حاسے جن کی بابت تمہارا دعویٰ ہے کہ تمام اشیاء انہیں سے محسوس ہوتی ہیں۔ یہ نہیں بتاتے کہ یہ بادل جو ان شہروں اور ان مقامات پر پانی لیے ہوئے پھرتا ہے جہاں چشمے اور نہروں کا پانی نہیں پہنچتا اور پھر وہاں عقاقیر و بقول و اشجار پیدا ہوتے ہیں۔ اس باغ کے مالک کے علاوہ کسی اور کا ہوتا تو اسے ممکن تھا کہ جب چاہتا اس باغ میں پانی پہنچانے سے روک دیتا، اور صاحب باغ اپنی مخلوقات (درخت و نباتات) کے متعلق ہر وقت دھوکے اور خوف میں رہتا، ہر وقت ڈرتا رہتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پانی کا مالک میرے باغ کے درختوں کو پانی نہ دے جس سے ان کی زندگی ہے۔

اس نے کہا، ......آپ نے جو فرمایا یہ تو واضح ہے (واقعی) یہ سلسلہ ایک دوسرے سے ملا ہوا ہے۔ (یعنی یہ معلوم ہوتا ہے کہ حقیقتاً جس نے باغ عالم کو پیدا کیا، اسی نے یہ چشمے اور نہریں بھی جاری کیں۔ اَبر وغیرہ بھی اسی نے بنایا ہے، تاکہ کسی وقت اس کا خدشہ نہ ہو کہ میرے باغ کو نقصان پہنچ سکے گا، کیونکہ اگر باغ کسی اور کا ہوتا اور پانی کسی اور کا تو ہمیشہ اس تردد میں وقت گزرتا، جیسا کہ دنیا میں ایسا دکھائی دیتا ہے کہ جو کسی دوسرے کے کنوئیں یا

Presented by Ziaraat.Com

تالاب سے اپنا کھیت یا باغ سینچتا ہے۔اس کو خیال رہتا ہے کہ ممکن ہے مالک چاہ و تالاب کسی وقت منع کر دے کہ تم میرے کنوئیں سے پانی نہ لو۔اسی وجہ سے ہر شخص یہ کوشش کرتا ہے کہ میرا علیحدہ کنواں ہو۔علیحدہ تالاب ہو تاکہ دوسرے کو اس میں مداخلت کا موقع نہ مل سکے)۔

یہ بات بھی درست نہیں کہ جس نے اس باغ کو، اس زمین کو ان مخلوقات (اشجار و نباتات وغیرہ) کو اور ان کے لیے پانی کے خزانوں کو پیدا کیا، اور جس نے مختلف قسم کے پھل ان زمینوں میں پیدا کیے کوئی اور ہو، اور آسمان و ابر کا خالق کوئی اور، (بلکہ وہ ایک ہی ہونا چاہیے) کہ جس وقت اپنے باغ کو سیراب کرنا چاہے اور باغ، اشجار و حیوانات و بقول وغیرہ کو زندہ رکھنا چاہے، جاری کر سکے۔(اور اس سے ان کو قائم و زندہ رکھ سکے) لیکن میں اس قدر چاہتا ہوں کہ کوئی دلیل اس کی ایسی بیان کیجئے جس سے میرا یقین اور زیادہ ہو جائے اور میرے دل سے شک بھی دور ہو جائے۔

میں نے کہا، ...... انشاء اللہ میں تمہاری اسی ہلیلہ کے ذریعے سے اور نیز اس کے اس تعلق سے جو اسے اس باغ (اس باغ عالم) سے حاصل ہے اور جو چیزیں اس کی اسباب آسمانی سے متصل ہیں ثابت کروں گا، تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ تدبیر کسی علیم و حکیم کی تدبیر ہے۔

اس نے کہا، ...... آپ اس ہلیلہ کے ذریعے سے کیوں کر کوئی ایسی بات بیان کر سکتے ہیں جو میرے شبہے کو دور کرے؟

میں نے کہا، ......اس کی مصنوعیت کے استحکام اور ترکیب تالیفی کے اثر اور اس کے شاخ و بُن کے اتصالات اور بعض کا بعض کی طرف محتاج ہونا تمہیں دکھلاؤں گا جن کا اتصال و تعلق سماوی چیزوں (ابر و باراں) سے ثابت ہو جائے۔

اس نے کہا، ......اگر آپ یہ ثابت کر دیں گے تو پھر مجھ کو کوئی شبہ نہ رہے گا۔

Presented by Ziaraat.Com

میں نے کہا،...... کیا تم یہ نہیں جانتے کہ ہلیلہ زمین میں اُگتا ہے، اس کی جڑیں ایک مضبوط جڑ سے ملی ہوئی ہیں، اور اس جڑ کا تعلق تنے سے ہے۔ تنے کا تعلق شاخوں سے ہے، شاخوں کا تعلق چوٹیوں سے ہے، چوٹیوں میں غنچے اور پتیاں موتی کی طرح گندھے ہوئے ہیں، اور ان سب کا سرتا سر لباس پتے ہیں اور ان سب کا تعلق اس سائے سے مسلط ہے جو ان (پھل، پھول اور پتوں) کو زمانے کی گرمی اور سردی سے محفوظ رکھتا ہے۔

اس نے کہا،...... ہلیلہ کی بابت تو مجھے ثابت ہو گیا کہ اس کی چھال، جڑیں، پتیاں اور اس کے زمین میں اگنے کی جگہ سب ایک دوسرے سے تعلق رکھتی ہیں اور میں گواہی بھی دیتا ہوں کہ ان کا پیدا کرنے والا ایک ہی ہے۔ علاوہ اس کے کوئی دوسرا ان سب کی خلقت میں اس کا شریک نہیں ہے۔ کیونکہ صنعت ان کی مستحکم ہے خلقت کا سلسلہ ایک طرح پر قائم ہے۔ تدبیر وتقدیر سب میں مستحکم ہے۔

میں نے کہا،...... اگر میں تمہیں (آنکھوں سے) دکھا دوں کہ تمام حالتوں میں یہ تدبیرات حکمت واستحکام کے ساتھ ترکیب دی گئی ہیں۔ ان کی صناعی نہایت معتدل ہے۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ (یعنی ہر ایک کا سلسلہ دوسرے سے لگا ہوا ہے۔ مثلاً پتوں کا شاخ سے، شاخ کا تنے سے، تنے کا جڑ سے، جڑ کا باریک جڑوں سے ان کا زمین اور پانی اور ہوا سے پانی کا ابر سے، ابر کا بخارات سے، بخارات کا بُرودت سے جو اسے بستہ کرے وغیرہ) اور اس زمین سے متصل ہے جس میں سے یہ ہلیلہ پیدا ہوا ہے، تو کیا تم ان کے خالق کے وجود کا اقرار کر لو گے۔ (یعنی خدائے واحد کا)

اس نے کہا،...... تب تو مجھ کو اس کی واحدانیت میں کچھ شبہ ہی نہ رہے گا۔

میں نے کہا،...... سمجھو اور اچھی طرح سمجھو۔ جو کچھ میں تم سے بیان کروں۔

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے اس ہلیلہ کا تعلق مٹی سے ہے اور مٹی کا تعلق حرارت

Presented by Ziaraat.Com

اور برودت کا تعلق ہوا سے ہے۔ ہوا کا تعلق ریح (تند ہوا) سے، اور ریح کا تعلق ابر سے ہے۔ ابر کا تعلق مینہ (بارش) سے ہے۔ مینہ کا تعلق فصلوں سے ہے۔ فصلوں کا تعلق چاند سورج سے ہے۔ چاند سورج کا تعلق گردش آسمان سے ہے، اور خود آسمان کا تعلق مابین آسمان و زمین سے ہے اور یہ خود ایک عجیب صنعت ظاہرہ و حکمت بالغہ و تالیف متقن و تدبیر محکم متصل پر مشتمل ہے۔ یہ سب کا سب مابین آسمان و زمین ہے جن میں سے ایک بغیر دوسرے کے قائم نہیں رہ سکتا، اور نہ کوئی اپنے وقت معین سے پیچھے رہ جاتا ہے اور اگر اپنے وقت سے متاخر ہو جائے تو تمام مخلوقات زمین و نباتات فنا ہو جائیں۔

اس نے کہا،...... بیشک یہ تو ظاہر علامتیں اور واضح دلیلیں (وجود پروردگار یکتا پر) ہیں جن میں اثر تدبیر نہایت استحکام خلقت و ترکیب و استحکام صنعت کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ لیکن کیا معلوم شاید جس کا ذکر آپ نے چھوڑ دیا اس کو کوئی تعلق و اتصال نہ ہو۔

میں نے کہا،...... وہ کیا؟

اس نے کہا،...... انسان...... (یعنی اتنی چیزوں میں آپ نے انسان کا نام نہ لیا کہ اس میں کیوں کر سلسلہ مسبب و اسباب کا قائم ہے۔

میں نے کہا،...... کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ ان تمام چیزوں کو انسان سے تعلق ہے، انسان ہی کے واسطے مدبر (اللہ تعالیٰ) نے ان کو مسخر کیا ہے کیونکہ میں نے تمہیں بتایا ہے کہ اگر کوئی چیز ان میں سے اپنے وقت سے ہٹ جائے تو تمام مخلوقات اور جو کچھ اس باغ کے اندر ہے تباہ و برباد ہو جائے۔ یہ (تمہارا) ہلیلہ بھی تشریف لے جائے جس میں تمہارے خیال کے بموجب آدمیوں کے لیے بہت سے فوائد ہیں۔

اس نے کہا،...... کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں کہ جس طرح اور باتوں کو آپ نے مشرح بیان فرمایا ہے۔ اسی طرح اس کو بھی مشرح بیان فرمائیں۔

Presented by Ziaraat.Com

میں نے کہا، ...... ہاں اسی تمہارے ہلیلہ سے تمہارے سامنے ثابت کر دوں گا کہ تم گواہی دے دو گے کہ یہ تمام چیزیں بنی آدم ہی کے لیے مسخر کی گئی ہیں۔ (یعنی تمام مخلوقات عالم آدمی ہی کے لیے بنائی گئی ہیں۔)

اس نے کہا، ...... یہ کیوں کر؟

میں نے کہا، ...... (دیکھو) خدائے تعالیٰ نے آسمان کو ایک بلند چھت (کے طور پر) بنایا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کے (سر سے) نزدیک رہنے سے مخلوقات کو رنج وغم رہتا۔ آفتاب اپنے قرب کی وجہ سے ان کو جلا دیتا۔ اس نے انہیں لوگوں کے واسطے شہاب اور ستارے پیدا کیے جن سے خشکی اور تری میں ہدایت حاصل کی جائے (یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ سفر کرنے والے رات کو انہیں ستاروں کے ذریعے سے مشرق ومغرب، جنوب وشمال کا پتہ معلوم کرتے ہیں اور اس سے اپنے مقصود تک پہنچتے ہیں) اور ایسے بھی ستارے پیدا کیے جن سے اصل حساب (علوم نجوم) معلوم ہوتا ہے جو حاسوں کے باطل ہونے اور کسی معلم کے موجود ہونے پر دلالت کرتے ہیں (جیسا کہ سابق میں مفصلاً بیان ہوا) جس نے بندوں کو ان کا علم دیا، حالانکہ یہ امور عقل سے بھی نہیں معلوم ہو سکتے تھے چہ جائیکہ حواس سے۔ اور خیالات ان پر واقع نہیں ہو سکتے تھے عقلیں بغیر اس کے بتائے ہوئے وہاں تک پہنچ نہیں سکتی تھیں اس لیے کہ وہی عزیز جبار ہے جس نے انہیں تدبیر وحکمت سے پیدا کیا ہے۔ ان میں ایک چراغ (آفتاب) اور روشن چاند بنایا ہے جو آسمان کے (دریا کے) اندر تیرتے رہتے ہیں۔ یہ تیزی کے ساتھ چلتے رہتے ہیں۔ کبھی تو ان دونوں کو طلوع کرتا ہے اور کبھی غروب کرتا ہے۔ اسی پر دن، مہینے اور سال قائم کیے ہیں جو جاڑے، گرمی، ربیع وخریف کا سبب ہیں، اور کاموں کے مختلف زمانے ہیں ان کی اصل رات اور دن ہیں جن میں سے اگر ایک بھی اہل دنیا پر ہمیشہ رہتا (یعنی صرف رات ہی رات رہتی دن نہ ہوتا، یا دن ہی دن ہوتا، رات نہ ہوتی) تو آدمیوں کی

Presented by Ziaraat.Com

زندگیاں کبھی قائم نہ رہتیں۔ لہٰذا ان چیزوں کے خالق اور مدبر نے دن کو روشن قرار دیا اور رات کو آرام کا محل۔ ان کے اندر حرارت و برودت نازل فرمائی (دن میں حرارت، رات میں برودت) جو باہم متضاد چیزیں ہیں۔ اگر انہی دونوں میں سے کوئی ایک قائم رہتی، تو نہ درخت اگتے، نہ پھل پیدا ہوتے، اور پھر تمام مخلوقات مر کے رہ جاتی، کیونکہ ان کا تعلق اس تیز چلنے والی ہوا سے ہے جو چاروں طرف پھیلائی ہوئی ہے۔ جب ٹھنڈی ہوتی ہے تو سانسوں کو خنکی دیتی ہے۔ جب گرم ہوتی ہے تو ان کے اجسام میں نمو پیدا کرتی ہے۔ اور ان کے اجسام اور معاش کی چیزوں سے ضرر ونقصان کو دفع کرتی ہے جب مرطوب ہوتی ہے تو ان کی طبیعتوں میں رطوبت پیدا کرتی ہے۔ جب خشک ہوا چلتی ہے تو ان کی رطوبات کو جذب کرتی ہے۔ اسی سبب سے پراگندہ چیز سمٹ آتی ہے اور چھایا ہوا ابر فضائے آسمان میں پھیل جاتا ہے جس طرح اس کا مدبر (اللہ تعالیٰ) چاہتا ہے۔ پھر اسے (ابر کو) قطعہ قطعہ کر دیتا ہے۔ تو تم دیکھتے ہو کہ اس میں سے بقدر معین معاش معلوم، اور رزق مقسوم کے لیے مدت معینہ تک مینہ برستا ہے اور اگر اپنے وقت وزمانہ معین پر نہ برسے تو تمام مخلوق فنا اور باغ عالم خشک ہو جائے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مینہ کو اس کے خاص زمانے اور وقت پر اس زمین پر نازل کیا جس میں بنی آدم کو خلق فرمایا ہے، اور اسے (ان کا) فرش اور گہوارہ بنایا ہے، اور اس بات سے روکا ہے کہ کہیں انہیں لیے ہوئے الٹ نہ جائے، اس پر پہاڑوں کی میخیں گاڑیں اور اس میں سے چشمے نکالے جو زمین پر بہتے اور نباتات کو اگاتے ہیں۔ جن کے بغیر نہ تو مخلوقات زندہ رہ سکتی تھی نہ یہ باغ جہان ہی قائم رہ سکتا تھا۔ اور نہ انسانوں ہی کا اصلاح حال ہو سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی سمندر (اور بڑے بڑے دریا) بھی پیدا کیے جن میں لوگ کشتیوں میں سوار ہو کر چلتے ہیں، اور جن کے اندر سے آرائش کی چیزیں (موتی مونگے وغیرہ) نکالتے ہیں جن کو پہنتے ہیں، اور (مچھلی کا) گوشت تازہ وغیرہ نکالتے ہیں جنہیں کھاتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

اس سے معلوم ہوا کہ خشکی اور تری، آسمان اور زمین اور ان کی درمیانی چیزوں کا پیدا کرنے والا ایک ہی ہے جو زندہ و قائم، مدبر و حکیم ہے، اور یہ کہ اگر اس کے علاوہ کوئی اور بھی ہوتا، تو ان چیزوں میں اختلاف پڑتا، (حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ نظام عالم یکساں چلا آ رہا ہے اور اب تک وہی موجود ہے اور یوں ہی چلا جائے گا، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا لھذا معلوم ہوا کہ ان سب کا خالق و منتظم بھی ایک ہی ہے)

علیٰ ہذا القیاس، آسمان، اس زمین کی نظیر ہے جس میں سے مخلوقات دانے، انگور، نباتات، تازہ زیتون، کھجوروں کے درخت ہرے بھرے باغات، میوے، سبزہ زار، ایک روشن و بیّن تالیف و ترکیب کی تدبیر سے کلیوں اور پھلوں کی صورت میں بنی آدم کی زندگانی اور ان کے بدنوں اور ان کے چوپاؤں کی بقائے حیات کے لیے جن کے بالوں، اونوں اور لمبی لمبی جتوں سے سامان خانہ اور اسباب ایک وقت معین تک کے لیے بنایا جاتا ہے اور ان سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ ان کی پیٹھوں پر سوار ہوتے ہیں، پیدا کیے گئے اور یہ ان آدمیوں کی زندگی بسر کرنے کے لیے ایسے اسباب ہیں جن کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتے، اور ایسے امور صلاح ہیں۔ جن کے بغیر ان کا قیام نہیں ہو سکتا۔

علیٰ ہذا القیاس (اگر اور باتوں سے ناواقف رہو تو رہو مگر اس سے ناواقف نہ رہنا کہ زمین پر دو قسم کی چیزیں ہیں۔ ایک وہ جو پیدا ہوتی ہیں۔ دوسری وہ جو اُگتی ہیں۔ (یعنی ایک تو وہ ہیں جن میں سلسلۂ ولادت قائم ہے۔ جیسے حیوانات، دوسری وہ جو زمین سے اُگتی ہیں جیسے نباتات و اشجار) ایک ان میں کھانے والا ہے۔ (حیوانات) اور دوسرا ان میں سے خوراک ہے (نباتات)۔

(نیز) جس بات سے تمہاری عقل تمہیں بتا سکے کہ وہی (خدائے تعالیٰ) آدمیوں کا بھی خالق ہے۔ وہ آدمی کی ساخت اور اس کے جسم کا کھانے کی خواہش کے لیے تیار رہنا، اور

Presented by Ziaraat.Com

معدہ کا ہونا، جو کھائی ہوئی چیزوں کو پیس سکے اور رگوں کے راستے بنے ہوئے جن سے چھنی چھنائی غذا جا سکے اور فضلوں کے دفع کے واسطے آنتوں کا ہونا ہے (جو بتا رہا ہے کہ جس نے ان نباتات و بقولات کو پیدا کیا ہے اس نے ان کے کھانے کے واسطے انسانوں کو بھی پیدا کیا ہے کیونکہ ان کی ساخت ہی اس طور کی واقع ہوئی ہے) اور اگر خوردنی چیزوں کا خالق کوئی اور ہوتا۔ (اور حیوانات و انسان کا خالق کوئی اور) تو ان اجسام کو اس طرح کا نہ بناتا جن میں خواہش غذا رکھی گئی ہے، اور نہ اس کو اس پر قدرت ہوتی۔ (کیونکہ جب نباتات و اشجار کسی دوسرے کے ہوتے تو بھلا وہ کیوں اپنی پیدا کی ہوی چیزیں، دوسرے کی مخلوقات کو کھانے دیتا، اور اگر زبردستی وہ کھلاتا تو پھر خوب ہی دونوں خداؤں میں فساد برپا ہوتا، وہ کہتا میرا پیدا کیا ہوا دانہ اپنے پیدا کیے ہوئے آدمیوں کو کیوں کھلا دیا۔ میری بنائی ہوئی گھاس اپنے حیوانات سے کیوں چرا دی؟ اور پھر دونوں میں خوب ہی جھگڑا فساد ہوتا۔)

اس نے کہا،...... آپ نے تو اس طرح بیان فرما دیا ہے جس سے میں جان گیا ہوں کہ یہ تدبیریں کسی ایک ہی مدبر حکیم، لطیف، قدیم وعلیم کی ہیں۔ اب میں ایمان لاتا ہوں کہ خالق ایک ہی ہے۔ میں اس کی تسبیح کرتا ہوں، اس کی حمد کرتا ہوں، مگر مجھے مار ڈالنے والے زہروں میں شک رہ گیا کہ آیا، انہیں بھی اسی نے پیدا کیا ہے، (یا کسی اور نے) کیونکہ یہ صرف نقصان دہ ہیں فائدہ تو دیتے ہیں۔ (جس سے خیال ہوتا ہے کہ شاید ان کو خدائے واحد نے نہ پیدا کیا ہو کیونکہ اس کی ذات سے ہمہ تن فائدہ ہی فائدہ پہنچنا چاہیے۔ ممکن ہے خدا کے علاوہ کوئی اور ان زہروں کا خالق ہو)۔

میں نے کہا،...... کیا تم پر یہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ یہ زہر بھی سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کسی کے بنائے ہوئے نہیں۔

اس نے کہا،...... ہاں ابھی تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کیوں کہ تمام مخلوقات اسی

Presented by Ziaraat.Com

کے بندے ہیں اسے یہ زیبا نہیں تھا کہ ان کے نقصان پہنچانے والی چیزیں بھی وہ پیدا کرے۔

میں نے کہا،...... میں تمہیں ایک ایسی چیز دکھاؤں جس سے تم سمجھ جاؤ گے اور اسے تمہارے ہلیلہ اور تمہارے علم طب کی راہ سے تمہیں بتاؤں گا۔

اس نے کہا،...... بتایئے!

میں نے کہا،...... کیا تمہارے علم میں کوئی ایسی بھی نبات ہے جس میں خلق کو کچھ ضرر نہ پہنچتا ہو؟

اس نے کہا،...... ہاں!

میں نے کہا،...... وہ کیا؟

اس نے کہا،...... یہی کھانے (اور غذائیں)

میں نے کہا،...... تو کیا یہ غذائیں (جن کو تم نے بتایا ہے) رنگ کو بدل نہیں دیتیں، بیماریاں نہیں پیدا کرتیں؟ کیا انہیں غذاؤں سے جذام، برص، سل، زرداب وغیرہ جیسی مہلک بیماریاں نہیں پیدا ہوتیں؟

اس نے کہا،...... ہاں! ایسا تو ہوتا ہے۔

میں نے کہا،...... اچھا، تمہاری یہ بات تو ٹوٹ گئی۔

اس نے کہا،...... ہاں۔

میں نے کہا،......... اچھا، تم کوئی بوٹی بھی نہیں جانتے ہو، جس میں کوئی فائدہ ہی نہ ہو

اس نے کہا،...... ہاں!

میں نے کہا،...... (غالباً یہاں[1] یہ عبارت رہی ہو فما ھو، یعنی وہ کیا؟)

اس نے کہا،......[1]

---

[1] اس موقع کی عبارت اصل کتاب مترجم منہ میں نہ ملی اس لیے جگہ چھوڑ دی گئی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

میں نے کہا، ...... تو کیا وہ ان دواؤں میں نہیں ڈالی جاتی جن سے جذام و برص وغیرہ کی بیماریاں دفع ہوتی ہیں۔ درد کو کھوتی ہے۔ بیماری کو بھی دفع کرتی ہے تم تو خود اسے خوب جانتے ہو گے، کیوں کہ عرصے تک معالجہ کرتے رہے ہو۔

اس نے کہا، ...... بیشک ایسا ہی ہے

میں نے کہا، ...... تو مجھے وہ دوا بتاؤ جو تمام زہروں کے دفع کرنے میں بڑا اثر رکھتی ہو۔ کیا یہ صفت تریاق میں نہیں ہے؟

اس نے کہا، ...... ہاں، وہ ان سب دواؤں کی راس و رئیس ہے۔ سانپ کے کاٹنے، کیڑے مکوڑوں کے ڈنک مارنے کے موقع پر، اور سمی (زہریلی) چیزوں کے کھا لینے کے وقت پہلے اسی تریاق کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

میں نے کہا، ...... کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ترکیب تریاق کی ادویہ مرتفع (غالباً اس سے تصعید کردہ شدہ دوائیں مراد ہیں) اور ادویۂ محرقہ (جو جلا کر ڈالی جاتی ہیں) میں یہ بات ضرور ہے کہ انہیں بڑے زہریلے سانپوں کے گوشت کے ساتھ پکاتے ہیں۔

اس نے کہا، ...... ہاں ایسا ہی ہے، تریاق تو نافع اور سم قاتل کی دافع بغیر اس کے ہوتی ہی نہیں...... میری تو یہ بات بھی ٹوٹ گئی۔ اب تو میں گواہی دیتا ہوں کہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ (کوئی معبود برحق سوائے اللہ تعالیٰ کے نہیں وہی اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں) اور (گواہی دیتا ہوں) کہ اسی نے قاتل زہروں، دشمن کیڑوں اور تمام نباتات و اشجار کو پیدا کیا ہے۔ وہی ان کا بونے اور اُگانے والا ہے، وہی اجسام کا پیدا کرنے والا، وہی ہواؤں کا چلانے والا، اور اَبر کا مسخر کرنے والا ہے اور (گواہی دیتا ہوں) کہ وہی ان بیماریوں کا بھی پیدا کرنے والا ہے جو انسان کے بدن میں پیدا ہوتی ہیں جیسے وہ زہریلے مادے جو کہ اس کے اعضاء اور ہڈیوں اور امرض کے مستقر (رگوں وغیرہ) میں جاری ہوتے

Presented by Ziaraat.Com

ہیں۔ اور (وہی) ان دواؤں کا خالق ہے جو ان کی اصلاح کرتی ہیں۔ وہی روح کا پہچاننے والا، مجرائی خون کا جاننے والا ہے (وہی جانتا ہے کہ) کتنا کتنا حصہ خون کا رگوں میں تقسیم ہوا ہے کیوں کر اس کو اعضاء اور اعصاب و جسد سے اتصال و تعلق ہے۔ وہی اس بات کو جانتا ہے کہ حرارت و برودت میں کون سی شے اس کی مصلح ہے۔ وہی ہر عضو کو مع اس کی اندرونی حالت کے جانتا ہے۔ بیشک وہی ہے جس نے ان ستاروں اور ان کے حسابات کو قائم کیا ہے۔ وہی ان کو جانتا ہے۔ وہی ان میں سے سعد و نحس اور ان موالید کا بتانے والا ہے جو ان ستاروں کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں اور (یہ بھی گواہی دیتا ہوں) کہ تدبیر ایک ہی ہے کچھ بھی اختلاف نہیں ہے جو کچھ آسمان و زمین کے درمیان ہے اور جو کچھ ان کے اندر ہے سب کو ایک دوسرے سے تعلق ہے؟

اچھا، اب آپ یہ بتائیے کہ آپ نے اسے یہ کیوں کر کہا کہ وہی اوّل ہے، وہی آخر ہے، وہی لطیف و خبیر ہے وغیرہ وغیرہ۔

میں نے کہا، ...... وہی اوّل ہے۔ کسی قسم کی کیفیت (حرارت، برودت، سختی، اور نرمی وغیرہ) اس میں نہیں پائی جاتیں، اور آخر ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اس کا کوئی مثل نہیں۔ اس نے اشیاء کو خلق فرمایا، مگر نہ کسی چیز سے (بلکہ بلا مادہ) اور نہ کسی کیفیت سے (بلکہ) (بے ہاتھ پاؤں ہلائے) بغیر تکلیف اٹھائے۔ بے سوچے اور غور کیے، اور بغیر کسی کیفیت کے (پیدا کیا) جب کہ وہ خود ایسا ہے کہ اس کی کوئی کیفیت نہیں، بلکہ کیفیت دراصل مخلوق کی کیفیت ہے (کیوں کہ جس قدر کیفیات ہیں۔ مثل گرمی، سردی، سختی نرمی، مٹھاس کھٹاس، نمکین، کڑواہٹ، سرخی، سبزی، زردی وغیرہ وغیرہ سب مخلوقات کی کیفیتیں ہیں، نہ خالق کی) کیونکہ وہی سب سے اوّل ہے جس کی کوئی ابتداء نہیں، نہ اس کا کوئی مانند ہے، نہ مخالف نہ مثل۔ آنکھ سے دکھائی نہیں دیتا، چھونے سے محسوس نہیں ہوتا۔ پس اپنی مخلوقات کے ذریعے سے پہچانا جاتا

Presented by Ziaraat.Com

ہے (یعنی ان مخلوقات و مصنوعات عالم کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نہ کوئی ضرور ان کا خالق ہو گا) تبارک و تعالیٰ۔

اس نے کہا،...... اب مجھ سے اس کی قوت کو بیان کیجئے (یعنی خدا کو قوی کیوں کہتے ہیں؟)

میں نے کہا،...... ہمارے معبود کو قوی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس نے بڑی بڑی مخلوقات قوی کو مثل زمین کے اور جو اس پر پہاڑ، سمندر، ریت، درخت ہیں اور جو مخلوق متحرک اس پر ہے مثلاً انسان، حیوانات، ہواؤں کے جھونکے اور ابر مسخر جو بہت سا پانی لیے ہوئے فضا میں رہتا ہے، آفتاب، چاند اور ان کی عظمت اور ان کی روشنی کی عظمت جس کی حد و انتہا تک نظر نہیں پہنچتی، اور چلنے والے ستارے گردش کرنے والا آسمان، دبازت آسمان، یہ بڑا ہی عظیم الشان جسم فلک الافلاک، سماء مسقّف جو ہمارے سر کے اوپر ہوا میں قائم ہے اور علاوہ ان کے پھیلی ہوئی زمین اور جو اس پر گرانبار خلقت ہے، اور باوجود اس قدر بوجھ (وزن) کے پھر ٹھہری ہوئی ہے، ذرا نہیں ہلتی۔ ہاں کبھی ایک گوشہ اس کا ہل جاتا ہے (زلزلہ میں) مگر دوسرا گوشہ ویسا ہی قائم رہتا ہے، اور کبھی ایک حصہ دھنس جاتا ہے اور دوسرا اسی طرح ثابت رہتا ہے، پیدا کیے ہیں۔ ان سے ہمیں اپنی قدرت دکھلاتا ہے اور اپنے ان افعال سے اپنی معرفت کی رہنمائی کرتا ہے اس لیے اس کو قوی کہا گیا۔ نہ اس قوت جملہ کی وجہ سے جو مخلوقات سے معلوم ہوتی۔ (کیونکہ یہ قوت تو جسم پر موقوف ہے اور خدائے تعالیٰ جل اسمہٗ کے جسم ہی نہیں) اور اگر اس کی قوت مخلوقات کی قوت کے مشابہ ہوتی تو اس کی تشبیہ ہوسکتی اور پھر اس میں زیادتی کا بھی احتمال ہوتا، اور جس میں زیادتی کا احتمال ہوتا وہ ناقص ہے (کیونکہ ناقص ہی چیز زیادہ ہوسکتی ہے۔) اور جو ناقص (کم) ہے وہ تام (پوری) نہیں ہے۔ بلکہ عاجز و ضعیف ہے حالانکہ اللہ عزوجل کسی چیز سے تشبیہ نہیں دیا جا سکتا۔ کہ ایسا ہے یا ویسا ہے (اور نہ

Presented by Ziaraat.Com

اس میں عجز وضعف ونقصان تجویز کیا جاسکتا ہے) بس ہم نے تو اس کو اسی وجہ سے قوی کہا ہے کہ اس نے ایسی قوت والی مخلوقات پیدا کیں اور اسی طرح جو ہم نے اس کو عظیم اور کبیر کہا ہے (تو اسی وجہ سے کہ ایسی باعظمت اور بڑی چیزیں پیدا فرمائیں) وہ خدائے تبارک وتعالیٰ ان ناموں سے تشبیہ نہیں دیا جاتا۔ (یعنی اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جیسے کسی بڑے درخت کو شجر عظیم کہتے ہیں اس کی لسبائی یا موٹائی کی وجہ سے، اسی طرح خدائے تعالیٰ بڑا لسبا تڑنگا، موٹا تازہ ہوگا۔ یا جیسے کسی پہلوان کو اس کی قوت کی وجہ سے قوی کہتے ہیں اسی طرح خدائے تعالیٰ میں بھی قو.ت ہوگی جس سے اس کو قوی کہا گیا ہے)۔

اس نے کہا،...... اچھا خود اس نے اپنے تئیں سمیع وبصیر وعالم کہا ہے۔ اس میں آپ کی کیا رائے ہے۔ (یعنی کیا اس کے کان ہیں جن سے سنتا ہے یا آنکھ ہے جس سے دیکھتا ہے یا دماغ ہے جس سے جانتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کو سمیع وبصیر وعالم کہا ہے) یا، اس نے خود اپنی کتاب میں اپنے تئیں سمیع وبصیر وعالم کہا ہے)

میں نے کہا،...... اس خدائے تعالیٰ کے یہ نام اس وجہ سے قرار پائے کہ اس کے سامنے کوئی چیز مخفی نہیں ہے جسے آنکھیں دیکھ سکتی ہوں، خواہ چھوٹا جسم ہو، یا، بڑا۔ باریک ہو، یا موٹا، ہم اسے اس وجہ سے بصیر نہیں کہتے کہ وہ بھی مخلوقات کی طرح آنکھوں سے دیکھتا ہے۔

اس کو سمیع اس وجہ سے کہا گیا، کہ کوئی سے تین آدمیوں کی سرگوشی نہیں ہوتی مگر یہ کہ وہ ان میں چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ آدمیوں کی، مگر یہ کہ وہ چھٹا ہوتا ہے، اور نہ ان سے کم اور زیادہ کی سرگوشی، مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ (یعنی جب تین آدمی بیٹھ کر باتیں رموز کی کرتے ہوں تو بھی پروردگار اس کو جان لیتا ہے۔ چار آدمی آہستہ باتیں کریں وہ اسے بھی معلوم کر لیتا ہے۔ غرض کتنے ہی آدمی کم ہوں یا زیادہ، کتنا ہی آہستہ کلام کریں سب کو وہ معلوم کرتا ہے۔ اسی طرح پروردگار عالم بغیر کان اور بغیر قوت سامعہ کے معلوم کر لیتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اس وجہ سے اس کو سمیع کہا گیا ہے۔) وہ جہاں کہیں بھی ہوں، راز کی باتوں کو سنتا ہے۔ چیونٹی کی چال کی آواز چکنے پتھر پر، اور ہوا میں پرندوں کے پروں کی آواز سن لیتا ہے۔ اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اور نہ کوئی ایسی چیز جسے لوگوں کے کان اور آنکھیں محسوس کر سکتی ہیں اور نہ وہ جنہیں محسوس نہیں کر سکتیں، خواہ موٹی ہوں یا پتلی، بڑی ہوں خواہ چھوٹی۔ ہم اسے ان معنوں سے سننے والا (سمیع) نہیں کہتے کہ جو سماعت مخلوقات سے سمجھ میں آتی ہے (یعنی کان کے ذریعے سے)۔

اسی طرح اس کو علیم بھی اس وجہ سے کہا گیا کہ وہ کسی چیز سے ناواقف نہیں ہے۔ نہ زمین کی، نہ آسمان کی، کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ موجود ہو، خواہ نہ ہو اور یہ کہ اگر ہوتی تو کیوں کر ہوتی۔ (ہر حالت سے ہر شے کو جانتا ہے۔) ہم اس معنی سے اس کو علیم نہیں کہتے کہ اس میں قوت غریزیہ ہے، جس کے ذریعے سے اس کو علم حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ مخلوقات میں ایک قوت ہوتی ہے جس کو ہم قوت غریزیہ کہتے ہیں جس کے ذریعے سے ان کو علم ہوتا ہے۔ یہی اس کا مطلب علیم سے ہے (یعنی خدائے تعالیٰ نے خود جو اپنے تئیں علیم کہا ہے اسی معنی سے ہے۔ نہ اس معنی سے جو مخلوقات میں پائے جاتے ہیں) پس معزز[1] ہے وہ جس میں صفات علیحدہ سے نہیں پائے جاتے (بلکہ وہ خود عین صفت ہے) اور جس نے اپنے تئیں افعال مخلوقات سے منزہ فرمایا ہے۔

---

[1] اس میں اشارہ ہے ان لوگوں کے کلام کے رد کی طرف جو کہتے ہیں کہ پروردگار عالم قوت سامعہ سے سنتا ہے، قوت باصرہ سے دیکھتا ہے، قوت لامسہ سے چھوتا ہے، قوت شامہ سے سونگھتا ہے وغیرہ وغیرہ کیونکہ اگر ایسا ہو کہ صفات پروردگار عالم اس کی عین ذات ہوں بلکہ وہ خود کوئی اور چیز ہو اور صفات اس کے اس کی ذات سے علیحدہ ہوں تو پروردگار عالم کا غیر کی طرف محتاج ہونا لازم آئے گا جو قطعاً محال ہے اور نیز تعدد قدماء لازم ہے جو یقیناً باطل ہے جیسا کہ دیباچہ میں گزارش کیا گیا، اور اگر صفات خدائے تعالیٰ قدیم نہ ہوں تو ان لوگوں کے فرض پر خدائے تعالیٰ کا محل حوادث وتغیرات ہونا لازم آئے گا جو بالکل اس کی ذات مقدسہ کی شان کے خلاف ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ معنی ہیں (علیم وسمیع وبصیر کے) اگر یہ نہ ہوں تو خود اس کے اور اس کی مخلوقات کے درمیان کچھ فرق ہی نہ رہے۔ وہی پاک ہے اور اس کے نام مقدس ہیں۔

اس نے کہا، ...... یہ تو آپ نے ٹھیک کہا ہے میں اسے سمجھ گیا مگر میری غرض یہ ہے کہ آپ مجھے اس طور پر بتائیں جس سے میں کسی موقع پر جواب دے سکوں۔ تو آپ مجھے تعلیم فرمائیں تاکہ میں اسے خوب یاد کرلوں کہ وہی تعلیم کسی سرکش، مخالف اور صاحب شبہ سائل، یا کسی طلبگار حق کے لیے دلیل ہو سکے، اور جو ہمارے موافق ہوں ان کے لیے زیادتی ایمان کا ذریعہ بن سکے۔ تو آپ مجھے یہ بتایئے کہ اس نے اپنے تئیں لطیف کیوں کہا ہے۔ اتنا تو میں بھی جانتا ہوں کہ یہ صفت بہ سبب ان افعال لطیفہ کے ہے جو اس سے ظہور میں آئے ہیں لیکن میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے بیان سے اس کی تشریح فرما دیں گے۔

میں نے کہا، ...... ہم نے اس کو لطیف اس وجہ سے کہا ہے کہ اس نے لطافت اور باریکیوں کے ساتھ مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ اور نیز اس وجہ سے کہ وہ اپنی پیدا کی ہوئی ہر شئے لطیف کو جانتا ہے۔ خواہ مچھر ہو یا چیونٹی یا اس سے بھی صغیر الجسم ہو جسے نہ آنکھ دیکھ سکے اور نہ اس کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے عقل ہی اس کے کان اور آنکھ کو معلوم کر سکے جن کی چھوٹائی کی وجہ سے یہ نہ معلوم ہو سکے کہ نر کون ہے اور مادہ کون ہے۔ نیا بچہ کون ہے اور پرانا باپ کون ہے۔ (مگر خدائے تعالیٰ جل قدسہٗ ان سب باتوں کو معلوم کرتا ہے۔ اس کی وجہ سے اس کو لطیف کہا گیا۔)

پس جب کہ ہم نے اس کی باریکی باوجود ان حیوانات کے صغیر الجثہ (چھوٹا) ہونے کے دیکھی اور دیکھا کہ اس میں عقل کا بھی ایک مقام ہے۔ جفتی ہونے کے لیے اس میں شہوت بھی ہے۔ موت سے بھاگتا بھی ہے۔ اپنے بچے پر مہربان ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کو پہچانتا بھی ہے، اور جو دریاؤں کے اندر ہیں یا آسمان پر ہیں۔ جنگلوں میں ہیں یا میدانوں میں اور جو

Presented by Ziaraat.Com

ہمارے ساتھ ہمارے گھروں میں رہتے ہیں۔

ایک دوسرے کو اپنی گفتگو بھی سمجھا لیتے ہیں۔ اپنی اولاد کو بھی پہچانتے ہیں۔ ان کے پاس کھانے کی چیزیں اور پانی بھی اٹھا اٹھا کر لاتے ہیں۔ تو ہم نے جان لیا کہ ان کا خالق لطیف ہے۔ اس لطیف خلقت کے پیدا کرنے کی وجہ سے جس طرح ہم نے اس کو قوی کہا ہے۔ قوت دار چیزوں کے پیدا کرنے کی وجہ سے۔

اس نے کہا،...... آپ نے جو کچھ بیان کیا واضح ہے۔ لیکن انسان کو کیوں کر جائز ہوا کہ جو خدائے تعالیٰ کے نام ہیں وہی اپنے بھی رکھ لیں۔ (یعنی انسانوں کو بھی قوی کہتے ہیں، خدا کو بھی قوی کہتے ہیں۔ انسان کو بھی سمیع و بصیر کہتے ہیں خدائے تعالیٰ کو بھی سمیع و بصیر کہتے ہیں۔ پھر آدمی میں اور خدا میں کیا فرق رہا۔)؟

میں نے کہا،...... خدائے جل شانہٗ و تقدست اسماۂ نے آدمیوں کے لیے ناموں کو جائز قرار کر دیا ہے اور انہیں یہ بخش دیا ہے (دیکھو) کہ کوئی شخص کسی ایک چیز کو "واحد" کہتا ہے۔ اور خدا کو بھی واحد کہتا ہے کسی کو قوی کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی "قوی" ہے کسی کو کہتا ہے فلاں شخص "صانع" کاریگری ہے اور اللہ تعالیٰ بھی "صانع" ہے (کیونکہ اس نے طرح طرح کے مصنوعات پیدا کیے) کسی کو کہتا ہے ھو رازق اور خدا کو بھی کہتا ہے اللہ رازق، کسی کو کہتا ہے **ھو السمیع و ھو البصیر**، حالانکہ اللہ تعالیٰ بھی سمیع و بصیر ہے وغیرہ وغیرہ۔

پس جو شخص انسان کو واحد کہتا ہے وہ تو اس کا نام ہے اور اس کی شبیہ بھی موجود ہے اور خدائے تعالیٰ کو جو واحد کہتے ہیں، تو واحد اس کا نام ہے مگر کوئی شے اس کے مشابہ و مانند نہیں اور نہ معنیٰ واحد ہے۔

اور یہ جو نام ہیں ان کو تو صرف مسمّیٰ (شخص پر) دلالت کرنے کے واسطے ہم لوگوں

Presented by Ziaraat.Com

نے بنایا ہے کیونکہ ہم انسان کو واحد (اکیلا) دیکھتے ہیں اور اسی وقت اس کو واحد کہتے ہیں جب کہ وہ اکیلا ہو، تم تو جانتے ہو کہ انسان فی نفسہ تو واحد المعنی نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے اعضاء مختلف ہیں، اس کے اجزائے بدن برابر نہیں ہیں۔ اس میں خون ہے جو علاوہ گوشت کے ہے اس میں ہڈیاں ہیں جو علاوہ پٹھوں کے ہیں۔ اس کے بال ہیں جو علاوہ ناخن کے ہیں۔ اس کی سیاہی، علاوہ اس کی سفیدی کے ہے (یعنی انسان میں اس قدر چیزیں پائی جاتی ہیں پھر وہ کیوں کر واحد المعنی ہوسکتا ہے) اسی طرح اور تمام مخلوقات ہے۔ انسان صرف نام میں واحد ہے نام اور معنی اور ساخت ان میں واحد نہیں ہے۔

پس خدائے تعالیٰ کو جو "واحد" کہتے ہیں تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ ایسا واحد (یکتا) ہے جس کے سوائے کوئی واحد نہیں کیونکہ اس میں مختلف چیزیں نہیں پائی جاتیں (جس طرح انسان میں پائی جاتی ہیں کہ اس میں گوشت بھی ہے، پوست بھی ہے، استخوان بھی ہے خون بھی ہے سودا بھی ہ، صفرا بھی ہے بلغم بھی، وغیرہ)

اور (اسی طرح) وہ مبارک و بلند مرتبہ اللہ سمیع ہے بصیر ہے قوی ہے عزیز ہے حکیم ہے علیم ہے **فتعالی اللہ احسن الخالقین** (یعنی کہ اس میں ان صفتوں کے مادے علیحدہ علیحدہ موجود نہیں ہیں۔ بلکہ خود اس کی ذات مقدسہ ایسی ہے جو عین علم، عین بصارت، عین سماعت، عین قوت ہے۔ لہٰذا اس کو علیم و سمیع وغیرہ کہا گیا ہے۔)

اس نے کہا، ...... اب اس کے قول رؤف و رحیم، اور اس کی رضا، محبت، غضب اور سخط (ناراضی) کو بتایئے (کہ کس معنی سے ان کو رؤف و رحیم، راضی و محب و ساخط وغیرہ کہتے ہیں۔

میں نے کہا، ...... ہم لوگوں میں جو رحمت (رحم) پیدا ہوتی ہے وہ بمعنی شفقت و بخشش ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ثواب دیتا ہے! بندوں کی

Presented by Ziaraat.Com

رحمت کے دو معنی ہیں۔ ایک وہ جو دل میں رافت و رقّت پیدا کرتی ہے۔ جب کسی قابل رحم شخص کو تکلیف و احتیاط یا اور کسی قسم کی بلا میں مبتلا دیکھا جاتا ہے۔ دوسرے وہ جو قابل رحم شخص پر رافت و لطف کرنے اور اس کی نازل شدہ بلا پر رحم کھانے کے بعد پیدا ہوتی ہے (یعنی ایک رحم تو وہ کیفیت ہے جو دل میں کسی قابل رحم شخص کو دیکھ کر پیدا ہوتا ہے۔ دوسرے وہ اثر جو اس کیفیت پر مرتب ہوتا ہے۔ مثلاً اس کی تکلیف کو دور کر دینا مظلوم کی امداد کرنا، بھوکے کو کھانا کھلانا، ننگے کو کپڑا پہنا دینا وغیرہ۔ پس پہلا رحم تو دلی جذبہ اور کشش ہے اور دوسرا رحم اس کا اثر ہے)۔

کبھی کوئی کہتا ہے، دیکھو فلاں شخص کے رحم کو (یعنی دیکھو اس نے فلاں شخص پر رحم کیا) اور اس کا مطلب اس رحم سے وہی فعل ہوتا ہے جو اس رافت و مہربانی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ جو انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی طرف جو اس صفت کو نسبت دیتے ہیں (اور کہتے ہیں، خدا نے رحم کیا یا خدائے تعالیٰ رحیم ہے) تو وہ انہیں کاموں کی وجہ سے ہوتا ہے جو ہم سے حادث ہوتا ہے۔ (مثلاً ہم نے کسی مظلوم کی مدد کر دی یا کسی کو درندے سے بچا لیا، تو کہتے ہیں دیکھو خدا نے کیسا اس شخص پر رحم کیا کہ ایک آدمی اس کی مدد کے لیے بھیج دیا۔)

لیکن رحمت اس معنی سے جو دل میں ہے، تو وہ خدائے تعالیٰ میں نہیں پائی جاتی۔ (کیونکہ اس کے پاس دل نہیں ہے اور نہ وہ اعضاء و جوارح والا ہے) جیسا کہ اس نے اپنے تئیں آپ بیان فرمایا ہے۔ پس وہ رحیم تو ہے مگر نہ اس رحمت سے جو رقت قلب کے معنی میں ہے۔

لیکن غضب تو ہم لوگوں میں جب پیدا ہوتا ہے تو ہماری طبیعتوں میں ایک تغیر حادث ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی اس حالت میں ہمارے جوڑ و بند کانپنے لگتے ہیں، رنگ

Presented by Ziaraat.Com

بدل جاتا ہے۔ (مثلاً غصے میں چہرہ سرخ ہو جاتا ہے) پھر اس کے بعد ہم کسی کو سزا دیتے ہیں (جس پر ہمیں غصہ آیا تھا) اس وجہ سے اس کو غضب کہتے ہیں۔ یہ تو عام لوگوں میں معروف و مشہور ہے۔ اور (دراصل) غضب (غصہ) دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک تو وہ کیفیت ہے جو دل میں پیدا نہیں ہوتی ہے اور ایک یہ کیفیت جو دل میں پیدا ہوتی ہے۔ وہ کیفیت جس کا تعلق دل سے ہے وہ خدائے تعالیٰ جل جلالہٗ میں نہیں پائی جاتی۔

علیٰ ہذا القیاس، اس کی رضا، و ناراضی و رحمت بھی ہے۔ وہی جلیل ہے اور وہی عزیز، نہ اس کا کوئی شبیہ ہے نہ مثل۔

اس نے کہا، ...... مجھ کو اس کے ارادے سے باخبر کیجئے (کہ اس کو مرید کس معنی سے کہتے ہیں۔)

میں نے کہا، ...... بندوں کا ارادہ تو اس ضمیر کے معنی میں ہے (جو دل میں آتا ہے اور جس کے بعد کوئی کام ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس کا کسی کام کو کر دینے کے معنی میں ہے، کہ جب کسی چیز کو کہتا ہے ہو جا، تو وہ ہو جاتی ہے، نہ اس کو تعب ہوتا ہے اور نہ کوئی کیفیت۔ اس پر مرتب ہوتی ہے۔ (جس طرح انسان کو ارادہ کرنے کے بعد کسی کام کے کرنے میں ایک کیفیت جسمانی و روحانی پیدا ہوتی ہے اور تھکن وغیرہ اس سے حادث ہوتی ہے، وہ بات خدائے تعالیٰ میں نہیں ہوتی کیونکہ اس کو کوئی کام ہاتھ یا پاؤں سے کرنا نہیں پڑتا۔ کیونکہ اس کے ہاتھ پاؤں مثل آدمی کے نہیں بلکہ اس کا ارادہ تو صرف یہ ہے کہ اس نے کسی چیز کو کہہ دیا کُــــــن (ہو جا) بس وہ چیز وجود میں آ جاتی ہے۔ یہی اس کا ارادہ ہے اور یہی اس کا فعل)۔

اس نے کہا، ...... آپ نے خوب بیان فرما دیا، اور اپنے مطلب کو پہنچ

Presented by Ziaraat.Com

گیے۔ پس اس قدر ایک عقلمند کے لیے کافی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں گمراہی سے ہدایت کی اور اس سے بچا لیا کہ اس کو کسی اس کی مخلوق سے تشبیہ دیں (اور مشابہ سمجھیں) یا اس کی عظمت و قدرت ولطیف صنعت و جبروت میں کوئی تشبیہ پیدا کریں (بیشک وہ) مثل و شبیہ و ضد سے بَری ہے اس سے زیادہ بزرگ ہے کہ اس کا کوئی شریک و مانند ہو۔

جلّ عن الاشباہ و الا ضداد و تکبر عن الشرکاء والانداد الحمد لِلّٰه اولاً و اٰخرًا و ظاھراً و باطناً و ھو علیٰ کلّ شیء قدیر و بالحمد جدیر

Presented by Ziaraat.Com

باب سوم

دلائلِ وجودِ باری

ائمہؑ طاہرین کے چند واقعات کی روشنی میں

انڈے سے استدلالِ توحید

ج [1] ابوشاکر دیصانی (جو دہریہ تھا) ابوعبداللہ (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام) کے پاس آیا اور حضرت سے عرض کی:

یا جعفر بن محمد دلّنی علیٰ معبودی ''اے جعفر بن محمد مجھے میرے معبود کو بتاؤ''۔

آپؑ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ اتنے میں ایک چھوٹا سا بچہ ہاتھ میں انڈا لیے ہوئے کھیلتا ہوا آ گیا، آپؑ نے فرمایا:

- لڑکے! یہ انڈا مجھے دینا۔
- اُس نے وہ انڈا آپؑ کو دے دیا۔
- آپؑ نے فرمایا: اے دیصانی! یہ ایک قلعۂ مکنون ہے۔ اس کے اوپر تو موٹی سی جلد ہے اور موٹی جلد کے نیچے ایک باریک جلد ہے۔ اور باریک جلد کے نیچے پگھلا ہوا سونا (زردی) ہے اور پگھلی ہوئی چاندی (سفیدی) ہے۔ نہ تو پگھلا ہوا سونا پگھلی ہوئی چاندی سے مخلوط ہوتا ہے اور نہ پگھلی ہوئی چاندی پگھلے ہوئے سونے سے مخلوط ہوتی ہے۔ حالانکہ دونوں ہی پگھلے ہوئے ہیں، چاہیے تھا کہ ہلانے جُلانے سے ایک دوسرے میں مخلوط ہو جاتے مگر

---

[1] ''ج'' سے مراد ''نہج البلاغہ'' ''یـد'' سے مراد کتاب توحید شیخ صدوق۔ ''ن'' سے مراد کتاب عیون الاخبار ''ل'' سے مراد امالی۔ صدوقؒ

Presented by Ziaraat.Com

نہیں ہوتے۔ پھر اپنی حالت پر قائم رہتے ہیں۔ نہ اس کے اندر سے کوئی مصلح شخص نکلتا ہے جو خبر دے کہ میں نے اس میں یہ اصلاح کی اور نہ اس کے اندر کوئی خراب کرنے والی چیز داخل ہوتی ہے جو خبر دے کہ میں نے اس میں خرابی پیدا کی، نہ معلوم یہ نر کے لیے بنایا گیا ہے یا مادہ کے لیے (پھر) اس سے رنگ برنگی صور (صورتیں) پیدا ہوتی ہیں۔ کیا تمہاری رائے میں اس کا کوئی مدبر (وخالق حکیم) ہے؟ (آخر کس نے اس کے اندر یہ صورتگری کی ہے کیوں کر اس کے اندر بچہ بن کر تیار ہو گیا۔ کس نے یہ رنگ وروپ اس میں پیدا کیے۔ کس نے پر پُرزے اس کے ٹھیک و درست کیے؟ کوئی اس کے اندر تو داخل ہوا ہی نہیں، پھر کس نے یہ رنگ آمیزیاں کیں؟ کس نے اس کے پنجے، چونچ، بازو، آنکھیں، کان، ناک آنتیں، پوٹے، مفاصل وغیرہ بنا دیے)۔

راوی کہتا ہے کہ، ابو شاکر تھوڑی دیر سر جھکائے غور کرتا رہا۔ پھر یکبارگی کہنے لگا،

اشهد ان لا اِلٰه اِلا الله وحدهٗ لا شريكَ لهٗ و اشهد ان محمّدًا عبدهٗ و رسولهٗ و انك امام و حجة من الله على خلقه و انا تائب مما كنتُ فيه۔

۲۔ یــــد ...... دقاق نے اسدی سے، اس نے حسین بن مامون قرشی سے، اس نے عمر بن عبدالعزیز سے، اس نے ہشام بن حکم سے روایت کی ہے کہ ابو شاکر دیصانی نے مجھ سے کہا۔ میرا ایک سوال ہے میں چاہتا ہوں اپنے صاحب (امام جعفر صادق علیہ السلام) سے میرے لیے اجازت لو۔ کیونکہ میں نے یہ سوال بہت سے عالموں سے کیا مگر کسی نے پورا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا، کیا تم وہ مسئلہ مجھے سنا سکتے ہو؟ شاید میرے پاس کوئی اس کا جواب ہو جسے تم پسند کر لو۔

کہنے لگا میں تو پسند کرتا ہوں کہ ابو عبداللہ ہی سے اس کو پوچھوں......

Presented by Ziaraat.Com

تب میں نے اس کے حاضر ہونے کی حضرت سے اجازت لی۔ جب حضور میں حاضر ہوا تو کہا، کیا آپ مجھے سوال کی اجازت دیتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا، جو تمہارے جی میں آئے پوچھو!

اس نے کہا، اس بات پر کیا دلیل ہے کہ آپ کا کوئی بنانے والا ہے (کیوں کر معلوم ہوا کہ آپ کو کسی خدا نے بنایا ہے۔)

آپؑ نے فرمایا: میں نے جو اپنے تئیں دیکھا تو دو باتوں سے خالی پایا۔ یہ کہ میں نے ہی اپنے تئیں بنایا ہے (اور اگر میں نے خود اپنے تئیں بنایا ہے) تو دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہوگی، یا، تو میں نے اپنے تئیں اس وقت بنایا ہوگا، جبکہ میں خود موجود رہا ہوں گا، یا، اس وقت بنایا ہوگا جب کہ میں معدوم رہا ہوں گا۔

پس اگر میں نے اس وقت اپنے نفس کو (اپنے تئیں) بنایا جبکہ میں موجود تھا۔ (تو موجود کو بنانا کیسا۔ اپنے موجود ہونے کے سبب اپنے تئیں بنانے سے میں مستغنی ہوا۔ (کیونکہ بنی ہوئی چیز کو بنانا اس کے کوئی معنی نہیں، بلکہ اس کا تحصیل حاصل نام ہے اور وہ محال ہے) اور اگر میں نے اپنے تئیں اس وقت بنایا جب میں معدوم تھا۔ تو تم جانتے ہی ہو کہ جو چیز خود معدوم ہو وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتی۔

لہٰذا تیسری بات ثابت ہوگئی، یعنی یہ کہ میرا کوئی اور بنانے والا (پیدا کرنے والا ہے۔ اور وہی تمام جہان کا پالنے والا ہے۔)

''یہ سن کر ابو شاکر اُٹھ گیا، اور کچھ جواب نہ دیا۔'' (یہ سوال و جواب اس کے اسلام قبول کرنے سے پہلے کا ہے۔)

وجود پروردگار عالم پر جو دلیل حضرت نے ارشاد فرمائی ہے یہ دلیل لمی ہے اور نہایت مستحکم دلیل ہے۔ کیونکہ ہر چیز جو دنیا میں موجود ہے اس کا بنا ہونا اور مرکب ہونا بدیہی

Presented by Ziaraat.Com

امر ہے جس سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کرسکتا۔ اور جب ہر چیز مرکب ہے، تو آخر کوئی ترکیب دینے والا بھی ہوگا جس نے اسے مرکب کیا ہے۔ اب دو حال سے خالی نہیں، یا، تو اس شے نے اپنے تئیں آپ مرکب و موجود کیا ہے، یا، کسی دوسرے نے اس کو ترکیب دیا ہے۔ اگر اس نے اپنے تئیں آپ ترکیب دی ہے۔ تو دو حال سے خالی نہیں، یا، اپنے تئیں ترکیب دیتے وقت آپ موجود تھی، یا معدوم تھی۔ اگر موجود تھی، تو ترکیب ہی کیا دیا، کیونکہ جو چیز خود موجود ہے اس کو ترکیب دینا کیا معنی۔ کیا تحصیل حاصل ہوسکتی ہے؟ اور اگر بحالت عدم اپنے تئیں ترکیب دی ہے تو یہ محال ہے۔ اس لیے کہ جو چیز معدوم ہوتی ہے وہ کسی شے میں اپنا اثر نہیں کرسکتی۔ کیونکہ اثر کرنا موجود ہونے کی فرع ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ہر مرکب کو کسی اور نے ترکیب دیا ہے، اور وہی خدائے تعالیٰ ہے۔

لہٰذا وجود، پروردگار کا ثابت ہوگیا۔ (و ھو المدعیٰ)

وجودِ صانع کی دلیل

۳۔ نہج البلاغہ ...... جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ وجودِ صانع کی کیا دلیل ہے؟

آپؑ نے فرمایا،......

البعرۃ تدل علی البعیر والروثۃ تدل علی الحمیر و اثار القدم تدل علی المسیر فھیکل علوی بھٰذا اللطافۃ و مرکز سفلیٰ بھٰذا الکثافۃ کیف لا ید لان علی اللطیف الخبیر۔

''مینگنی تو بتاتی ہے کہ ادھر سے اونٹ گیا ہے۔ لید بتاتی ہے کہ ادھر سے

گدھا گیا ہے۔ پاؤں کے نشان بتاتے ہیں کہ ادھر سے کوئی آدمی چل کر گیا ہے، تو کیا یہ جسم بزرگ علوی (آسمان) وجود اس لطافت کے اور یہ مرکز سفلی (زمین) باوجود اس کثافت (ثقل) کے (خدائے) لطیف وخبیر کے وجود پر دلالت نہیں کرتے۔''

(نیز) حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مصنوعات سے اس کے وجود پر دلیل لائی جاتی ہے اور عقلوں کے ذریعے سے اس کی معرفت کا اعتقاد کیا جاتا ہے اور فکر وغور سے اس کی حجت ثابت کی جاتی ہے۔ وہ دلالتوں سے پہچانا گیا ہے اور بینات کے ذریعے سے مشہور ہے۔

۴۔ نہج البلاغہ ..... جناب امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ وجودِ خدا کی کیا دلیل ہے آپ نے فرمایا تین چیزیں۔ حالات کا تغیر، اعضاء کا ضعف، ہمت اور ارادے کا ٹوٹنا (یعنی تغیر حالات دلالت کرتے ہیں کہ متغیرات حادث ہیں اور ہر حادث چیز کا پیدا کرنے والا کوئی نہ کوئی ہونا چاہیے۔ دوسرے، اعضاء کا ضعف کہ یہ بھی دلیل حدوث ہے۔ تیسرے، ارادے کا ٹوٹنا، جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ ہم سے بھی بڑا کوئی ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے جو ہمارے پختہ ارادوں کو توڑ دیتا ہے۔ ورنہ کیسے کیسے مضبوط ارادے ہم کرتے ہیں پھر اگر کوئی ان کا توڑنے والا نہیں تو کیوں وہ ارادے پورے نہیں ہوتے)؟

۵۔ توحید شیخ الصدوق ۔امالی ۔ جناب امام رضا علیہ السلام کے پاس ایک شخص حاضر ہوا۔ اور عرض کی یابن رسول اللہؐ ۔ عالم کے حدوث پر کیا دلیل ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ''تم پہلے موجود نہ تھے پھر موجود ہوئے۔'' اور تم خود جانتے ہو کہ آپ اپنے تئیں تم نے نہیں بنایا اور نہ تم کو کسی ایسے نے بنایا ہے جو تمہارے ہی مانند ہو۔ (لہٰذا معلوم ہوا کہ کسی اور بزرگ وجلیل نے جو ہماری تمہاری مشابہت سے بالاتر ہے اس نے تم کو اور اشیاء عالم کو پیدا کیا

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ کیونکہ سب ہی تو عدم سے وجود میں آئے ہیں۔ پھر کون ہے جو انہیں وجود میں لایا وہی تو پروردگار عالم ہے۔)

۶۔ یــــــــد۔ ن۔ محمد بن عبداللہ خراسانی، خادم امام رضا علیہ السلام کہتا ہے کہ ایک زندیق (دہریہ) جناب امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں آیا جبکہ آپ کے پاس بہت سے آدمی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا (اے شخص) جو کچھ تم لوگ کہتے ہو اگر وہی ٹھیک ہوا۔ (یعنی عالم کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے) تو کیا ہم دونوں (میں اور تم) برابر ہی نہ رہیں گے؟ اور جو نماز، روزے، زکوۃ اور اقرار توحید ہم کرتے ہیں ان سے ہمیں کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔ (زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ یہ نماز، روزے ایک فعل عبث ہوں گے، مگر چونکہ کوئی پرستش کرنے والا نہ ہوگا ہمیں کچھ ان کی بھی پروا نہ ہوگی کہ کیا عبث کیا اور کیا فائدہ) لہٰذا ہم اور تم اس صورت میں دونوں برابر ہی رہیں گے۔

یہ سن کر وہ زندیق چپ ہو رہا۔

پھر آپ نے فرمایا: ''اگر وہ ہوا جو ہم لوگ کہتے ہیں۔ (یعنی اگر خدائے تعالیٰ موجود ہے جیسا کہ لوگوں کا قول ہے اور ہم اس کے وجود و توحید کا اقرار کرتے ہیں) اور وہی ٹھیک بھی ہے جو ہم کہتے ہیں (تو بتاؤ) کہ کیا تم تباہ نہ ہو جاؤ گے اور ہم نہ بچ جائیں گے۔ (کیونکہ تم نے تو اس کے وجود کو مانا ہی نہ تھا، اس لیے نہ اس کا اقرار کیا، نہ اس کی عبادت کی، اور اب معلوم ہوا کہ وہ موجود ہے تو بتاؤ کہ تمہارا کیا حشر ہوگا۔ اب رہے ہم، سو ہم نے تو اس کی عبادت بھی کی تھی، اس کی توحید و قدرت کے مقر بھی تھے، ہمارے ساتھ تو ضرور نیک برتاؤ کرے گا، لہٰذا تم تباہ ہو جاؤ گے اور ہم نجات پا جائیں گے۔)

کہنے لگا...... خدا آپ پر رحم کرے (خدا آپ کا بھلا کرے)

Presented by Ziaraat.Com

اب مجھے یہ بتایئے کہ آخر وہ کیوں کر ہے، اور کہاں ہے؟ (یعنی اگر خدائے تعالیٰ موجود ہے تو کس طرح کا ہے اور کس جگہ ہے)۔

آپ نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے۔ ارے جو تو نے خیال کیا ہے وہ غلط ہے۔ اسی نے تو جگہ اور مکان بنائے ہیں۔ وہ تو اس وقت بھی تھا جب کہ کوئی جگہ موجود نہ تھی۔ اسی نے تو کیفیتوں کو پیدا کیا ہے، وہ تو اس وقت بھی موجود تھا جب کہ کوئی کیفیت موجود نہ تھی۔ (پھر اس میں کیفیت کیوں کر ہو گی اور اس کی کوئی جگہ کہاں ہو گی) وہ کسی کیفیت یا کسی مکان کے ذریعے سے نہیں پہچانا جاتا، اور نہ کسی حاسے سے، اور نہ اس کا قیاس کسی چیز پر ہو سکتا ہے۔

اس نے کہا،...... پھر تو وہ کچھ ہوا ہی نہیں۔ کیونکہ جب کسی حاسے ہی سے محسوس نہیں ہوتا۔ (تو اس کا وجود ہی کب ہو سکتا ہے۔)

آپ (ابوالحسن علیہ السلام) نے فرمایا: ''افسوس! جب تمہارے حاسے اس کے ادراک سے عاجز ہوئے تو تم اس کی خدائی ہی کا انکار کرنے لگے، اور ہمارے حاسے جو اس کے ادراک سے عاجز ہوئے تو ہمیں اور یقین اس کا ہوا کہ وہی ہمارا رب ہے اور وہی ایک ایسی چیز ہے جو تمام چیزوں کے برخلاف ہے۔''

اس شخص نے کہا،...... اچھا، تو مجھے بتایئے کہ کب تھا (یعنی کب سے موجود ہے)۔

آپ نے فرمایا: تم مجھے پہلے یہ بتاؤ کہ کب نہ تھا؟ تو میں تمہیں بتا دوں کہ وہ کب سے ہے۔

اس شخص نے کہا،...... تو اس پر دلیل کیا ہے (کہ وہ ہمیشہ سے ہے)۔

آپ نے فرمایا،...... جب میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو ایسا پایا کہ مجھ کو اس میں کچھ کمی زیادتی، طول و عرض میں ممکن نظر نہ آئی، اور نہ اس میں سے تکالیف کو دور کر سکتا ہوں، اور نہ (بطور خود) کوئی فائدہ مند چیز اس تک لا سکتا ہوں۔ اس سے میں نے جانا کہ اس عمارت

Presented by Ziaraat.Com

(جسم) کا کوئی معمار ہے۔ تو اس کا اقرار کرلیا (اور اسے مان لیا۔)

علاوہ اس کے جو اسی کی قدرت سے گردش فلکی، اور پیدائش ابر، ہواؤں کا چلنا، آفتاب و ماہتاب اور ستاروں کی حرکت وغیرہ وغیرہ آیات عجیبہ متقنہ دیکھتا ہوں تو ان سے مجھے یقین ہوتا ہے کہ ان سب کا کوئی نہ کوئی مقدر اور پیدا کرنے والا ہے۔

اس شخص نے کہا،...... تو پھر چھپا ہوا کیوں بیٹھا ہے؟

آپ نے فرمایا،...... مخلوقات پر جو پردہ پڑا ہوا ہے وہ ان کے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے ہے۔ (یعنی آدمی جو اس کو نہیں دیکھ سکتے تو صرف اس وجہ سے کہ ان کے دل کی آنکھیں گناہوں کی وجہ سے اندھی ہوگئی ہیں ورنہ جو لوگ صاحبان ایمان وتقویٰ ہیں ان کی دلی آنکھیں جلوۂ نورِ الٰہی کو ہر وقت مشاہدہ کرتی رہتی ہیں) رہا وہ خود، تو اس پر کوئی چیز بھی رات اور دن کی گھڑیوں میں پوشیدہ نہیں۔

اس نے کہا،...... تو اس کو آنکھیں کیوں نہیں دیکھ سکتیں؟

آپ نے فرمایا،...... وہ اس سے بالاتر بھی ہے کہ اس کو کوئی آنکھ دیکھ سکے یا کوئی خیال اس کو محیط ہو سکے، یا کوئی عقل اس کو سمجھ سکے۔

اس نے کہا،...... اچھا تو آپ اس کی تعریف (اس کے اجزائے اصلیہ) مجھ سے بیان کیجئے۔

آپ نے فرمایا،...... اس کی کوئی حد نہیں (حد سے مراد یہاں حدِ منطقی ہے جس کو اہل منطق جنس وفصل سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر چیز کے لیے ایک جنس قریب ہوتی ہے اور ایک فصل قریب اور وہی اس کے اجزائے اصلیہ ہوتے ہیں انہیں سے مرکب شدہ چیز کا نام حد ہے اور جس کی یہ ہے اس کو محدود اور نوع حقیقی کہتے ہیں۔)

اس نے کہا،...... یہ کیوں؟

Presented by Ziaraat.Com

آپ نے فرمایا، ...... اس لیے کہ ہر محدود کی ایک انتہا ہوتی ہے اور جب وہ محل تحدید ہوا تو اس میں احتمالِ زیادتی ہوگا اور جب احتمالِ زیادتی ہوا تو احتمالِ کمی بھی ہوگا۔ (حالانکہ اس کی ذات میں کمی اور زیادتی کا احتمالِ زیادتی ہوا تو احتمالِ کمی بھی ہوگا۔ (حالانکہ اس کی ذات میں کمی اور زیادتی کا احتمال ناممکن و غلط ہے)۔ لہٰذا نہ وہ محدود ہے۔ نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے نہ اس کے اجزاء علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں (یعنی نہ اس میں اجزاء ہیں جن کو الگ الگ کر کے سمجھا جاوے) اور نہ وہ وہم و خیال میں آتا ہے۔

اس نے کہا، ...... تو آپ لوگ جو اس کو لطیف و سمیع و بصیر و علیم و حکیم کہتے ہیں اس کے کیا معنی ہیں۔ کیا بغیر کان کے بھی کوئی سمیع ہوسکتا ہے۔ بے آنکھ کے بھی کوئی بصیر ہوسکتا ہے۔ بغیر ہاتھوں سے کام لیے بھی کوئی لطیف ہوسکتا ہے۔ بغیر صناعی کے بھی کوئی حکیم ہوسکتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، ...... ہم انسانوں میں جس کو لطیف کہا جاتا ہے وہ کاریگری کے مطابق ہوتا ہے۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ جو کوئی لطیف چیز بناتا ہے۔ اس کو کہتے ہیں۔ ما الطف فلاناً، ''فلاں شخص نے کیا اچھی کاریگری کی''۔ پھر (جب آدمیوں کو ان کی صناعی کی وجہ سے لطیف کہتے ہیں تو) خالق جلیل کو کیوں نہ لطیف کہیں۔ اس لیے کہ اس نے تو نہایت ہی جلیل و لطیف خلقت پیدا کی ہے۔ حیوانات کے اندر ان کی روحوں کو ترکیب دیا، اور ہر قسم کے جاندار الگ الگ باہم صورتوں میں فرق رکھنے والے پیدا کیے کہ ایک دوسرے سے مشابہ نہیں ہوتا تو ہر ایک ہی کی ترکیب صورت میں خالق لطیف و خبیر نے باریکی صرف کی ہے (اس وجہ سے اس کو لطیف کہتے ہیں مگر اس نے ہاتھوں سے نہیں بنایا ہے بلکہ محض اپنے حکم سے پیدا کیا ہے۔)

پھر ہم نے درختوں اور اس کے پاکیزہ خوردنی اور ناخوردنی پھلوں کو دیکھا تو اس

Presented by Ziaraat.Com

وقت ہم نے کہا کہ ہمارا خالق لطیف ہے مگر نہ اس معنی سے لطیف ہے جو مخلوقات کو ان کی صنعت میں باریکی کرنے کی وجہ سے کہا جاتا ہے، اور ہم نے کہا کہ وہ سمیع ہے کیونکہ اس پر کوئی سی آواز اپنی مخلوقات کی عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک کی پوشیدہ نہیں ہے خواہ چیونٹی ہو، یا اس سے کوئی چیز بڑی ہو۔ خشکی میں ہو یا دریا میں اور نہ اس پر زبانیں (اور لغات) مشتبہ ہوتی ہیں۔ اس وقت ہم نے کہا کہ سمیع (سننے والا) ہے مگر کان کے ذریعے سے نہیں۔ اور نیز ہم نے کہا کہ وہ بصیر ہے مگر آنکھ سے نہیں دیکھتا۔ (کیونکہ اس کے آنکھ نہیں ہے) پر اس وجہ سے بصیر ہے کہ سیاہ چیونٹی کے نشان کو بھی اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر دیکھ لیتا ہے، اور تاریک شب میں چیونٹی کی چال کو معلوم کر لیتا ہے۔ وہ اس کے منافع اور مضار کو بھی جانتا ہے۔ اس کے اثر جفتی اور اس کے بچے اور نسل کو بھی جانتا ہے۔ اس وقت ہم نے اس کو کہا کہ وہ بصیر ہے۔ مگر نہ اس طرح جیسے اس کی مخلوقات کسی چیز کو دیکھتی ہے۔

راوی کہتا ہے کہ وہ شخص (زندیق) وہاں سے جدا نہ ہوا یہاں تک کہ مسلمان ہو گیا۔

☾

۷۔ جناب امام حسن عسکری بن علی بن محمد علیہم السلام سے مروی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر میں آپ نے فرمایا:

الله الذی یتاله الیه عند الهوائج والشدائد

''اللہ وہ ہے جس کی طرف شدتوں اور حاجتوں کے وقت ہر مخلوق احتیاج لے جاتی ہے۔''

جب کہ سب کی طرف سے سوائے اس کے قطع امید ہو جاتی ہے اور اس کے علاوہ سب سے اسباب قطع ہو جاتے ہیں۔ تم جو بسم اللہ کہتے ہو تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ میں مدد مانگتا ہوں اپنے تمام کاموں میں اس معبود ''اللہ'' سے جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں،

Presented by Ziaraat.Com

وہی فریادیوں کا فریاد رس ہے، اور وہی جواب دینے والا ہے۔ جب بھی اسے پکارا جائے۔

یہی وہ مطلب ہے جسے جناب صادق علیہ السلام نے ایک شخص سے فرمایا تھا جبکہ اس نے عرض کی تھی "یابن رسول اللہ! مجھے خدا کو بتایئے کہ وہ کیا ہے؟ کیونکہ مجھ سے اکثر لوگ بحث کرتے ہیں اور مجھے پریشان کر رکھا ہے۔"

آپؑ نے فرمایا، اے بندۂ خدا کبھی تم کشتی میں بھی سوار ہوئے ہو؟

اس نے عرض کی، ہاں سوار ہوا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: "تو کسی ایسی جگہ پر وہ کشتی ٹوٹی بھی ہے جہاں نہ کوئی کشتی تھی جو تمہیں بچا سکتی، اور نہ پیراک تھے جو تمہاری فریادرسی کرتے۔"

اس نے کہا، ...... ہاں ایسا ہوا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: "اس وقت تمہارا دل کسی طرف لگا ہوا تھا، (کیا تمہارے دل میں آیا تھا) کہ کوئی ایسا بھی ہے جو اس ورطۂ ہلاکت سے تمہیں بچا سکے؟"

اس نے عرض کی، ...... ہاں!

آپ نے فرمایا، تو وہی اللہ ہے جو بچانے پر قادر ہے جبکہ کوئی بچانے والا نہ ہو، اور فریادرسی پر قدرت رکھتا ہے جبکہ کوئی فریادرس نہ ہو۔

میدانِ جنگ میں حضرت علی علیہ السلام کا درسِ توحید

۸۔ یـــد۔ لی۔ مقدام بن شریح بن ہانی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے، کہ بروز جنگ جمل ایک اعرابی جناب امیرالمومنینؑ کے سامنے آیا اور عرض کی، یا امیرالمومنین علیہ السلام! کیا آپ فرماتے ہیں کہ اللہ واحد ہے؟

راوی کہتا ہے کہ یہ دیکھ کر لوگوں نے اس پر حملہ کیا، اور کہا، اے اعرابی! کیا تو دیکھتا

Presented by Ziaraat.Com

نہیں کہ امیر المومنینؑ اس وقت کس پریشانی و تردد سے دوچار ہیں۔

اس وقت آپؑ نے خود ارشاد فرمایا:

''اسے چھوڑ دو، کیونکہ یہ اعرابی جو کچھ ہم سے چاہتا ہے (یعنی توحید کا دریافت کرنا) وہی تو ہم اس قوم (مخالف) سے چاہتے ہیں۔ (یعنی اسی توحید کے قائم کرنے کو تو ہم ان سے چاہتے ہیں۔)

پھر آپؑ نے فرمایا: اے اعرابی! اللہ کو جو واحد کہتے ہیں اس کے چار معنی ہو سکتے ہیں۔ دو ان میں سے تو خدائے تعالیٰ کی جناب میں صحیح نہیں ہیں اور دو وجوہات اس کے لیے ثابت ہیں۔ وہ دو وجوہات جو جائز نہیں ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی کا یہ کہنا کہ اللہ واحد ہے اور اس سے وہ واحد عددی مراد لے (یعنی دس بیس، یا دو چار خداؤں میں کا ایک خدا) پس اس معنی سے اس کو واحد کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ جس کا ثانی ہی نہ ہو وہ باب اعداد میں کیوں کر آ سکتا ہے۔ دیکھو کہ جن لوگوں نے خدا کو تین میں کا ایک (تیسرا کہا) (عیسائیوں نے) کہا وہ کافر ہو گئے۔

دوسرے کسی کا یہ کہنا کہ وہ آدمیوں میں کا ایک ہے جس سے وہ کسی جنس کی نوع مراد لے (یعنی یہ سمجھے کہ خدا بھی کوئی نوع ہے۔ جیسے انسان نوع ہے اور اس کے تحت میں کئی خدا ہیں۔ جن میں کا ایک یہ خدا بھی ہے۔ (پس یہ بھی جائز نہیں، کیونکہ اس میں تشبیہ پائی جاتی ہے اور پروردگار عالم تشبیہ و مشابہت سے بالاتر ہے۔)

''لیکن وہ دو باتیں جو خدا میں ثابت ہیں ان میں پہلی کسی کا یہ کہنا کہ وہ واحد ہے یعنی اس کا کوئی شبیہ و نظیر نہیں ہے۔ بیشک ہمارا پروردگار ایسا ہی ہے۔ یعنی اس معنی سے واحد ہے کہ اس جیسا دوسرا نہیں۔ دوسرے کسی کا یہ کہنا کہ وہ خدائے عزوجل احدی المعنی میں ہے جس سے اس کی یہ مراد ہو کہ اس کی تقسیم نہیں ہو سکتی۔ نہ ظاہر وجود میں، نہ عقل میں نہ وہم

ہیں۔ ہمارا پروردگار ایسا ہی ہے (یعنی اس معنی سے ضرور واحد ہے کہ اس میں اجزاء نہیں پائے جاتے جنہیں عقل یا وہم یا آلات خارجیہ الگ الگ کر کے سمجھ سکیں۔ جیسے اور مرکبات کی حالت ہے۔ پس ان دو معنوں سے خدائے تعالیٰ کو واحد کہنا صحیح ہے۔)

موحدوں کو کیا ثواب ملے گا؟

۹۔ید۔لی۔ن۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قسم اس کی جس نے مجھ کو سچا بشیر و نذیر بنا کر بھیجا، کہ وہ کسی موحد کو دوزخ میں نہ جلائے گا۔ بیشک اہل توحید شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

پھر آپؐ نے فرمایا: کہ جب قیامت کا دن ہوگا، اور پروردگار عالم کچھ لوگوں کو جن کے اعمال دنیا میں بُرے تھے جہنم میں لے جانے کا حکم دے گا۔ تو وہ عرض کریں گے۔ "اے ہمارے پروردگار تو کس طرح ہمیں دوزخ میں بھیجتا ہے، حالانکہ ہم دار دنیا میں تیری توحید کے قائل تھے اور کس طرح آگ میں ہماری زبانوں کو جلاتا ہے حالانکہ ان زبانوں نے تیری توحید بیان کی تھی، اور کس طرح تو ہمارے دلوں کو جلاتا ہے، حالانکہ ان کو اس بات کا یقین تھا کہ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور کیوں کر تو ہمارے چہروں کو جلاتا ہے حالانکہ یہی چہرے تیرے سامنے خاک پر گرتے تھے اور خاک آلودہ ہوتے تھے (یعنی سجدے کیے تھے) کس طرح تو ہمارے ہاتھوں کو جلاتا ہے حالانکہ ہم نے انہیں دعاؤں میں تیرے سامنے اٹھایا تھا۔"

- اس وقت اللہ جل جلالہٗ فرمائے گا۔
- "اے میرے بندو! دنیا میں تمہارے اعمال بُرے تھے لہٰذا تمہیں اس کے بدلے میں جہنم میں بھیجا جاتا ہے۔"
- وہ عرض کریں گے۔

Presented by Ziaraat.Com

- ''خدایا! تیری معافی اور بخشش بڑی ہے یا ہمارے گناہ؟
- فرمائے گا، بلکہ میری رحمت بڑی ہے۔
- تو وہ عرض کریں گے۔
- (خدایا) ہمارا اقرار کرنا تیری وحدانیت کا بڑا ہے یا ہمارے گناہ۔تو وہ فرمائے گا، بلکہ تمہارا اقرار کرنا میری وحدانیت کا۔

تب وہ عرض کریں گے۔''اے ہمارے پالنے والے! تیری لیے بس یہی زیبا ہے کہ تو ہمیں معاف فرمادے اور ہم پر رحم فرما، کیونکہ تیری رحمت ہر شے کو محیط ہے۔''

اس وقت پروردگار عالم فرمائے گا۔

''اے میرے فرشتو! قسم ہے مجھے اپنے عزت و جلال کی، میری مخلوقات میں جو سب سے زیادہ میرے محبوب ہیں وہی لوگ ہیں جو میری توحید کا اقرار کرتے تھے، اور میرے سوا کسی کو سچا معبود نہیں جانتے تھے۔ مجھ پر لازم ہے کہ اہل توحید کو دوزخ میں نہ جلاؤں۔ (اب) تم میرے (ان موحد) بندوں کو جنت میں داخل کرو۔''

معرفت توحید کا انعام

۱۰۔ ید۔ لی۔ موسیٰ بن اسماعیل بن موسیٰ بن جعفر نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے، انہوں نے اپنے پدر بزرگوار جعفر بن محمد (جناب صادق علیہ السلام) سے، انہوں نے اپنے آبائے طاہرین سے، انہوں نے علی علیہ السلام سے آیۂ ''هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ'' (سورۂ رحمٰن ۵۵ آیت ۶۰) کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛ ''پروردگار عالم فرماتا ہے کہ توحید کے عوض میں جو نعمت میں نے قرار دی ہے وہ جنت ہی ہے۔ (یعنی جو لوگ اقرار توحید

Presented by Ziaraat.Com

کرتے ہیں وہ جنتی ہیں۔)

۱۱۔ ثو۔ ید۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ''ما من شیء اعظم ثوابا من شهادة ان لا اله الا الله لا اله الا الله کی گواہی سے بڑھ کر کسی چیز کا ثواب نہیں ہے۔''

لان الله عزوجل لا یعدله شی و لا یشرکه فی الامور احد ''کیونکہ اللہ تعالیٰ کے برابر کوئی چیز نہیں اور نہ کوئی اس کے کام میں اس کا شریک ہے۔ (بس وہی ایک ہے جو خالق تمام جہان کا ہے، اس کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ لہٰذا جو لوگ اس کی توحید کی گواہی دیں گے اور اسے یکتا سمجھیں گے ان کے ثواب کے برابر بھی کسی کو ثواب نہ ملے گا کیونکہ جب وہ بے مثل ہے تو اس کی توحید کا ثواب بھی بے مثل ہی ہونا چاہیے۔[1]

مومن کے لیے جنت کی ضمانت

۱۲۔ ید۔ جناب صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ''بے شک خدائے تعالیٰ نے مومن کے لیے ایک بڑی ضمانت کی ہے۔''

''مفضل راوی کہتے ہیں'' میں نے عرض کی وہ ضمانت کیا ہے؟

۱۔ ان حدیثوں کا دراصل مطلب یہ ہے کہ جو خدائے تعالیٰ کو واحد و یکتا جانے گا تو ضرور ہے کہ اس کی عبادت بھی کرے گا اس کے احکام کو تسلیم کرے گا جن لوگوں نے اس تک خدا کے احکام پہنچائے ہیں مثلاً رسولؐ یا ائمہ ان کو بھی مانے گا ان کی تعظیم کرے گا لہٰذا ضروری ہے کہ جنت میں جائے گا کیونکہ جو شخص خدائے تعالیٰ کے احکام کو نہیں مانتا، ان پر عمل نہیں کرتا ان احکام کے پہنچانے والے رسولؐ و امامؑ کی وقعت نہیں کرتا وہ دراصل موحد نہیں اس کے دل میں خدائے تعالیٰ کی وحدانیت کی کچھ عزت نہیں، اگر عزت ہوتی تو ضرور ان تمام باتوں کو بھی تسلیم کرتا۔ دیکھو یہ مطلب آئندہ ثبوت سے معلوم ہو جائے گا۔

Presented by Ziaraat.Com

آپ نے فرمایا؛ وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور محمدؐ کی نبوت اور علیؑ کی امامت کا اقرار کرے، اور جو کچھ خدائے تعالیٰ نے اس پر فرض کی ہے۔ (عبادت و اخلاق وغیرہ) اسے ادا کرے تو خدا نے ایسے شخص کے لیے ضمانت کی ہے کہ اسے اپنے جوار (جنت) میں ساکن کرے گا۔"

راوی کہتا ہے میں نے عرض کی، یہ تو خدا کی قسم بڑی کرامت ہے جس کے مانند آدمیوں کی کرامت (مہربانی) کبھی ہو نہیں سکتی۔

آپ نے فرمایا: اعملوا قلیلا تنعموا کثیرا" (ہاں یہی تو ہے کہ) کام کرو تھوڑا اور نعمت پاؤ بہت سی (یہ سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کون کرسکتا ہے کہ ایک ذرا نماز، روزے اور اقرار توحید پر اتنا بڑا باغ جنت اور ابدی نعمت دے دی۔"

معرفتِ امام زمانہؑ

۱۳۔ ید۔ ابن متوکل نے اسدی سے، اس نے محمد بن حسین صوفی سے، اس نے یوسف بن عقیل سے، اس نے اسحاق بن راہویہ سے روایت کی ہے کہ جب امام رضا علیہ السلام نیشا پور میں پہنچے (جو ملک ایران کا ایک مشہور شہر ہے) اور چاہتے تھے کہ اسی راہ سے مامون عباسی کے پاس تشریف لے جائیں۔ تو اصحاب حدیث حضرت کے قریب آ کر جمع ہو گئے اور عرض کی۔ یابن رسول اللہ! آپ چلے جاتے ہیں، اور ہم سے کوئی ایسی حدیث نہیں بیان فرماتے، کہ آپ سے ہم لوگ فائدہ حاصل کرسکیں۔ اس وقت آپ عماری میں تشریف فرما تھے۔ لوگوں کا یہ کلام سن کر آپ نے عماری سے سر نکالا، اور فرمایا: "میں نے سنا ہے اپنے پدر بزرگوار موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے، فرماتے تھے کہ میں نے سنا اپنے پدر بزرگوار جعفر بن محمد علیہ السلام سے، وہ فرماتے تھے کہ میں نے سنا اپنے پدر بزرگوار محمد بن علی علیہ السلام سے وہ فرماتے تھے کہ میں

نے سنا اپنے پدر بزرگوار علی علیہ السلام بن الحسین علیہ السلام سے وہ فرماتے تھے کہ میں نے سنا اپنے پدر بزرگوار حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام سے۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے سنا اپنے پدر بزرگوار امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ فرماتے تھے کہ میں نے سنا جبرئیل علیہ السلام سے، وہ فرماتے تھے کہ میں نے سنا اللہ جل جلالہٗ سے، وہ فرماتا تھا۔ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ حصنی فمن دخل حصنی امن عذابی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (یعنی اقرار وحدانیت خدا) میرا قلعہ ہے پس جو کوئی میرے قلعے میں داخل ہوا، میرے عذاب سے محفوظ رہا۔"

راوی کہتا ہے کہ جب سواری آپ کی وہاں سے روانہ ہوئی، تو آپ نے پکار کر فرمایا: بشرطها و شروطها و انا من شروطها (یعنی اقرار وحدانیت خدا کا قلعہ ہے خدا تو ضرور ہے جو عذاب سے بچانے والا ہے مگر اس کی کچھ شرطیں بھی ہیں۔ اور میں اس کی شرطوں میں سے ہوں۔)

مطلب حضرت کا یہ ہے کہ جب تک امام زمانہ علیہ السلام کی امامت کا بھی اقرار نہ کیا جائے تب تک ایمان کامل نہیں ہوتا بلکہ جس نے معرفت امام نہ حاصل کی وہ گویا کافر ہے۔ جیسا کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث متفق علیہ فریقین سے ثابت ہے کہ من مات ولم یعرف امام زمانه مات میتة الجاهلیة

اللہ ہی معبودِ حقیقی ہے

۱۴۔ ن۔ جناب امام حسن عسکری علیہ السلام بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام نے اپنے پدر بزرگوار جناب امام علی نقی علیہ السلام سے، انہوں نے اپنے آبائے طاہرین سے، انہوں نے جناب امیر المومنین صلوات اللہ علیہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے،

Presented by Ziaraat.Com

انہوں نے جبرئیل سید الملائکہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ جل وعز نے فرمایا "انی انا اللہ لا الـــہ الا انا" بیشک میں ہی وہ معبود برحق ہوں کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، "مـن اقرلی بالتوحید دخل حصنی و من دخل حصنی امن عذابی" جو میری توحید کا اقرار کرے گا گویا وہ میرے قلعے میں داخل ہو گیا اور جو میرے قلعے (یعنی حمایت خدائی) میں آ گیا وہ میرے عذاب سے بچ گیا۔"

☾

خدائے تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا کیوں واجب ہے؟

۱۵۔ ن۔ ع۔ کتاب علل الشرائع میں امام رضا علیہ السلام سے، ان علل میں جو آپ نے فضل سے بیان کیے ہیں، مروی ہے۔ "اگر کوئی شخص یہ کہے کہ خدائے تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کو یہ حکم کیوں دیا ہے کہ اس کے وجود کا اقرار کرے، اس کے رسولوں اس کے قائم کردہ اماموں کو کیوں مانے۔ جو احکام خدائے تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں ان کو کیوں تسلیم کرے؟

"اس کے جواب میں" کہا جائے گا کہ اس کے بہت سے اسباب ہیں۔ منجملہ ان کے (ایک فلسفیانہ اور حکیمانہ) یہ سبب بھی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے وجود کو نہیں مانتا (جیسے دہریے وغیرہ) وہ معصیتوں اور بڑے بڑے گناہوں سے ہرگز اجتناب نہ کرے گا، اور نہ اپنی خواہشوں اور لذتوں کے حاصل کرنے میں کسی شخص کی پروا کرے گا، خواہ فساد ہو یا ظلم ہو (کیونکہ جسے خدائے تعالیٰ کے وجود کا یقین ہی نہیں ہے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ بُرے کاموں کی وجہ سے کوئی شخص مجھے سزا دینے والا بھی ہے، تو اسے کیا پروا ہو گی کہ کسی کا مال لوٹ کھائے، کسی کو خواہ مخواہ قتل کر دے۔ دوسروں کی بیویوں سے زنا کرے، جھوٹ بولے، جہان میں فساد پھیلائے، ہرگز اس کو ان کاموں کے کرنے میں مضائقہ نہ ہو گا۔ اس لیے کہ اس کو آخرت کے عذاب کا کچھ خوف ہی نہیں ہے) اور جب لوگ یہ باتیں کرنے لگیں گے، ہر ایک شخص اپنی

Presented by Ziaraat.Com

خواہش نفس کو بلا لحاظ کسی کے پورا کرنے لگے گا تو اس سے تمام جہان میں فساد پھیل جائے گا (اور نظام عالم ابتر ہو جائے گا۔ ہر ایک شخص دوسرے پر ظلم کرنے کے لیے آمادہ ہو جائے گا، تو لوگ ایک دوسرے کی بیویاں، ایک دوسرے کا مال وغیرہ چھین لیا کریں گے۔ خونریزی جائز سمجھ لیں گے، عورتوں کو (عام طور پر) حلال جاننے لگیں گے، ناحق بے گناہ ایک دوسرے کا حق غصب کرلیں گے، تو اس سے تمام دنیا میں خرابی پیدا ہو جائے گی۔ تمام مخلوق تباہ ہو جائے گی۔ زراعت ونسل برباد ہو جائے گی (اور اگر لوگوں کے دلوں میں خدائے تعالیٰ کے وجود اور اس کی طاقتوں کا خیال ہوگا تو ضرور انہیں یہ ڈر لگا رہے گا کہ اگر ہم کوئی برا کام کریں گے تو ہمارا معبود ہم سے ناراض ہوگا، اگر ہم کسی کو ناحق مار ڈالیں گے تو وہ ہم کو سزا دے گا کیونکہ وہ توانا و قادر ہے۔ اس سبب سے خواہ مخواہ برائیوں سے بچیں گے نیکی کی طرف مائل ہوں گے جس سے نظام عالم قائم رہے گا۔ (چنانچہ اس زمانے میں بھی ہم دیکھتے ہیں، کہ علاوہ قانون سلطنت کے دباؤ کے لاکھوں بلکہ کروڑوں آدمی وہ ہیں جو صرف اس وجہ سے ظلم، فسق، فجور، جھوٹ، چغلی، زنا، شراب خوری وغیرہ سے پرہیز کرتے ہیں کہ انہیں ہر وقت آخرت کی باز پرس کا خوف لگا رہتا ہے، کہ کہیں ایسا نہ ہو ہم بے ایمانی کریں، کسی کا مال چھین لیں تو ہمارا پروردگار ہمیں سزا دے۔ یہی وجہ ہے کہ اب تک نظامِ عالم میں عام طور پر ابتری نہیں ہے۔

آج اگر یہ خیال دلوں سے اُٹھ جائے تو عام طور پر لوگ بدکاریاں اور بدمعاشیاں کرنے لگیں اور چند ہی روز میں دنیا درہم و برہم ہو جائے۔

لہٰذا لازم ہوا کہ تمدن کے قائم رکھنے اور نظامِ عالم کو برہم نہ ہونے دینے کے خیال سے بھی بلحاظ فلسفۂ عقل ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ وجودِ خدائے تعالیٰ کا اقرار کرے اور تسلیم کرے کہ وہ ہمیں سزا و جزا دینے پر اچھی طرح قادر ہے اور منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ۔

خدائے تعالیٰ حکیم ہے اور کبھی کوئی شخص حکیم نہیں ہو سکتا، جب تک فساد سے منع نہ

Presented by Ziaraat.Com

کرے، اور نیک کاموں کا حکم نہ دے، ظلم سے نہ روکے، فواحش سے نہ ٹوکے اور (ظاہر ہے) کہ فساد کا ممنوع ہونا نیک کاموں کا حکم دیا جانا، فواحش سے روکنا اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تعالٰی کے وجود کا اقرار نہ کیا جائے اور اس کی معرفت حاصل نہ کی جائے۔

پس اگر تمام لوگ اسی طرح چھوڑ دیے جائیں اور ان سے اقرار توحید نہ لیا جائے تو نہ کسی نیک کام کا حکم ہی ثابت ہو سکے گا اور نہ فساد سے نہی ثابت ہو گی کیونکہ اس خیال کے بموجب نہ کوئی حکم دینے والا ہو گا اور نہ کوئی نہی کرنے والا۔ (لہٰذا نیک کام نیک نہ سمجھا جائے گا اور نہ بُرا کام بُرا سمجھا جائے گا۔ اور جب اس طرح اباحتہ عامہ ہو جائے گی تو وہی پہلی خرابیاں لازم ہو آئیں گی جو مذکور ہو چکیں۔)

اور منجملہ اُن کے ایک یہ بھی سبب ہے کہ ہم بہت سے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ چھپ چھپ کر بُرے کام کرتے ہیں۔ پس اگر اللہ تعالٰی کو نہ تسلیم کیا جائے اور اس بات سے خوف نہ کیا جائے کہ وہ پوشیدہ باتوں کو بھی جانتا ہے تو عام طور پر کوئی شخص بھی اپنی خواہش نفس اور ارادے کے پورا کرنے میں کسی کی پروا نہ کرے گا، نہ معصیت کو ترک کرے گا اور نہ کسی کی ہتکِ حرمت سے باز آئے گا۔ نہ گناہ کبیرہ کرنے سے پرہیز کرے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں تو پوشیدہ طور پر یہ کام کرتا ہوں۔ کوئی دیکھ تو رہا ہی نہیں (پھر کسی کی معصیت کرنے سے مجھ کو کیا پروا ہے) تو اس صورت میں بھی تمام خلق کی تباہی و بربادی ہو گی۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ انتظام خلق اور ان کی اصلاح بغیر ایک ایسے معبودِ برحق کے تسلیم کیے ہوئے، جو علم بھی رکھتا ہو، ہر بات سے باخبر بھی ہو، ہر پوشیدہ و خفی باتوں کو جاننے والا بھی ہو، نیک کام کا حکم دینے والا ہو، فساد سے روکنے والا ہو، ممکن ہی نہیں۔ (اور جب کہ لوگ ایک ایسے معبود کو مانتے ہوں گے) تو تنہائی اور تخلیہ میں قسم قسم کے فاسد امور کرنے سے باز رہیں گے (کیونکہ اس صورت میں ان کو یقین ہو گا کہ ہمارا معبود برحق ہماری پوشیدہ باتوں سے

Presented by Ziaraat.Com

بھی مطلع ہے اگر چہ ان باتوں کو انسانوں میں سے کوئی نہیں دیکھتا ہے لیکن وہ تو جانتا ہے، تو لامحالہ کسی نہ کسی روز سزا ضرور دے گا۔ لہٰذا ایسے امور سے بچنا چاہیے، اور یہی نظام دنیا کے قائم رہنے کی بڑی حکمت ہے۔)

اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ خدائے تعالیٰ کو ایک مان لینا کیوں واجب ہے اور اس بات کی معرفت کیوں لازم ہے کہ وہ واحد و یکتا ہے۔

تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اگر یہ اقرار لازم نہ ہو تو لامحالہ ممکن ہو گا کہ لوگ دو یا دو سے زیادہ مدبر عالم کے مُقِر ہوں گے۔ پھر تو اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانتے ہی نہ ہوں گے کہ کون ہے۔ کیوں کہ کئی خداؤں کے ماننے کی صورت میں کوئی شخص بھی نہ سمجھ سکے گا کہ میں کس کی عبادت کرتا ہوں، اپنے خالق کی یا اس کے علاوہ دوسرے کی جو میرا خالق نہیں ہے اور آیا اس کی اطاعت کرتا ہوں جس نے مجھے حکم دیا ہے یا کسی اور کی۔ پس واقعی طور پر لوگ اپنے خالق و صانع کو پہچان نہ سکیں گے اور نہ ان کو حکم دینے والے کا حکم اور نہ منع کرنے والے کا منع کرنا معلوم ہو گا کیونکہ وہ نہ امر کو پہنچانتا ہے نہ نہی کو۔

منجملہ ان کے یہ بھی سبب ہے کہ اگر جائز ہو کہ دو خدا مانے جائیں تو یہی نہ معلوم ہو گا کہ ان دو میں سے کون زیادہ اس قابل ہے کہ اس کی عبادت و اطاعت کی جائے، اور اگر یہ جائز رکھا جائے کہ دوسرے کی عبادت کی جائے تو اس میں صاف یہ بھی جائز ہو گا کہ (واقعی اور اصلی) خدا کی عبادت نہ کی جائے اور جبکہ اس خدائے تعالیٰ کی عبادت نہ کی گئی جو واقعی مستحق عبادت ہے۔ پھر تو خدائے تعالیٰ کا بھی انکار ہو گیا، اس کی کتابوں کا بھی انکار ہو گیا۔ ہر امرِ باطل کا بھی اثبات ہو جائے گا، ہر امرِ حق بھی چھوٹ جائے گا تمام امورِ حرام حلال ہو جائیں گے، ہر اطاعت سے خروج لازم آئے گا، اور فساد کا مباح و جائز ہونا، اور ہر اچھی باتوں کا ابطال ہونا۔

Presented by Ziaraat.Com

منجملہ ان کے ایک یہ بھی سبب ہے کہ اگر ایک سے زیادہ خدا مانے جائیں (ایک تو واقعی پروردگارِ عالم اور دوسرا کوئی اور) تو ابلیس کو بھی ممکن ہوگا کہ وہ اپنی خدائی کا دعویٰ کرے اور کہے کہ وہ دوسرا خدا میں ہی ہوں۔ (جیسا کہ باوجود ایک ہی خدا مانے جانے کے بہت سے آدمیوں نے اپنے خدا ہونے کا دعویٰ کر دیا، اور ہزاروں آدمی بے عقلی سے ان کے ہم زبان ہو گئے تو جب عقلاً (دو خداؤں کا ہونا ممکن سمجھا ئے تو اس وقت بہت سے لوگوں کو ممکن ہوگا کہ وہ اپنی خدائی کا بھی دعویٰ کریں، پھر ممکن ہے کہ ابلیس ہی آدمی کی صورت بن کر کہنے لگے کہ وہ دوسرا خدا میں ہوں مجھے مانو۔ تو بڑی ابتری اور بیہودگی خلق میں پھیلے گی اور نظامِ عالم کی تباہی لازم آئے گی) یہاں تک کہ وہ تمام احکام میں خدائے تعالیٰ کی مخالفت کرنے لگے گا، اور اپنی طرف لوگوں کو مائل کرے گا۔ پھر اس میں تو بہت ہی بڑا کفر پھیلے گا اور سخت نفاق برپا ہو جائے گا۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ اچھا اس امر کا اقرار کیوں واجب ہے کہ خدائے کے مثل کوئی نہیں۔

تو جواب میں کہا جائے گا کہ اس کے بھی کئی سبب ہیں۔

منجملہ ان کے یہ ہے کہ جب لوگ پروردگار عالم کو بے مثل و بے نظیر سمجھیں گے تو خاص طور پر اسی کی عبادت و اطاعت کی طرف متوجہ ہوں گے۔ کسی اور کو اپنا معبود نہ سمجھیں گے۔ نیز ان پر یہ بات بھی مشتبہ نہ ہوگی کہ ان کا پالنے والا اور پیدا کرنے والا کون ہے۔ روزی دینے والا کون ہے۔ (اور اگر اس کے لیے مثل و مانند تجویز کر لیں گے تو پھر انہیں اس امر کی شناخت ناممکن ہو جائے گی کہ ہمارا خدا ان دونوں میں سے کون ہے جس کی عبادت ہمیں لازم ہے۔

اور منجملہ ان کے ایک یہ بھی سبب ہے کہ اگر لوگ اپنے پروردگار کو بے مثل و نظیر نہ

Presented by Ziaraat.Com

سمجھیں گے تو ان کو شبہ ہو سکے گا کہ شاید ان کے معبود یہ بُت اور مورتیاں ہی تو نہیں ہیں جنہیں ان کے آباء و اجداد نے قائم کیا تھا۔ یا آفتاب و ماہتاب، اور آگ ہی تو کہیں ان کے معبود و خالق نہیں ہیں۔ کیونکہ خدا کو بے مثل نہ سمجھنے پر اشتباہ کا ہو جانا بہت سہل ہے۔ (بخلاف اس کے کہ جب خدائے تعالیٰ و تبارک کو بے نظیر و بے مثل سمجھیں گے تو دنیا میں جتنی چیزیں ایسی دکھائی دیں گی جن کے لیے مثال و نظیر موجود ہے ان کو وہ اپنا معبود نہ جانیں گے) (اور اگر لوگ انہیں آفتاب، ماہتاب، آگ اور بُت وغیرہ کو اپنا معبود سمجھنے لگے تو) اس میں بڑا فساد اور تمام عبادات کا ترک اور تمام معاصی کا ارتکاب لازم آئے گا۔ جس قدر ان حادث و مصنوع معبودوں کے اوامر و نواہی لوگوں تک پہنچائے جائیں گے۔ (جیسا کہ ہم فرقۂ مجوس و ہنود میں دیکھتے ہیں کہ چونکہ ان کے گرو اور رشیوں نے ان سے یہ کہہ دیا ہے کہ آگ تم سے یہ چاہتی ہے، اور اندر یہ چاہتا ہے) آفتاب کی یہ خواہش ہے وغیرہ وغیرہ تو اسی کے مطابق یہ لوگ ان مخلوقات کو خالق سمجھ کر ان کی عبادت کرتے، اور واقعی خدا کو بالکل چھوڑے بیٹھے ہیں۔ نام تو جانتے ہیں کہ مگر عبادت اس کی قطعاً نہیں کرتے، ہاں مورتوں کو سجدے کرتے ہیں۔ آفتاب کی، چاند کی، اگنی کی، صبح کی، اندر کی البتہ دعائیں پڑھتے ہیں جو فی الواقع ایک بے اختیار مخلوق ہیں۔ بالاختیار نہ نفع پہنچانے پر قادر ہیں، نہ نقصان پہنچانے پر۔)

منجملہ ان کے ایک یہ بھی سبب ہے کہ اگر لوگوں پر خدائے تعالیٰ کو بے مثل ماننا لازم و واجب نہ ہو تو وہ سمجھ سکیں گے کہ جو بات دوسری مخلوقات میں ہے مثلاً عجز، کاہلی، تغیر، زوال، فنا، کذب، جھوٹ، عذر۔ وہ اس پر بھی جائز و ممکن ہیں، حالانکہ جن میں یہ صفات پائی جاتی ہیں اس کے فنا ہو جانے کا ہر وقت خوف رہے گا۔ نیز اس کے عدل و انصاف پر پورا اعتماد نہ ہو سکے گا، نہ اس کا کوئی قول، کوئی امر و نہی، کوئی وعدہ و وعید، کوئی ثواب و عقاب قابل ثبوت نہ ہوگا۔ (کیونکہ عاجز و کاذب خدا کی باتوں کا اعتبار ہی کیا؟) پھر تو تمام خلق میں فساد پھیل جائے گا، اور

Presented by Ziaraat.Com

ربوبیت ایک سرے ہی سے ندارد ہو جائے گی۔"

ناظر منصف! اس حکیمانہ کلام کو غور سے پڑھیے اور سمجھیے کہ واقعیت کو فلسفۂ تمدن سے کیسا ثابت کیا گیا ہے۔ یہ حضرت کی دلیلیں اس بناء پر ہیں کہ اگر ایک مدہوش سائنسدان جو اپنے فلسفۂ سائنس کے زور میں خدائے تعالیٰ کے وجود کا منکر ہو اور وہ یہ چاہتا ہو کہ تمام عالم کے لوگ بھی میرے ہی ہم خیال بن جائیں تو علاوہ اس بات کے کہ ایک حقیقی اور واقعی بات پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے جو سب سے بڑا جرم ہے۔ وہ اپنی دنیاوی زندگی اور انسانی تمدن کا بھی سخت دشمن ہے۔

بالفرض (نعوذ باللہ من ذٰلک) اگر عالم کا پیدا کرنے والا واقعا کوئی بڑا مدبر، حکیم، قادر، واجب الوجود، حی و قیوم نہ ہو تو تب بھی تو عقل فلسفۂ تمدن اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ ایک ایسے خدا کا وجود مانا جائے جو اپنی ذات سے یکتا ہو۔ تمام کمالیہ صفات پر حاوی ہو۔ بے مثل ہو، بے نظیر ہو، تمام اچھے اخلاق اس میں پائے جاتے ہوں، سزا و جزاء پر بھی پوری طرح قادر ہو۔ کیونکہ اگر تمام جہان یہی تسلیم کر لے جو اس سائنٹسٹ کا قول ہے تو دیکھو کہ عالم میں کیا ابتری پیدا ہوتی ہے۔ پھر کسے اس بات کا خوف ہوگا کہ اگر میں چوری کروں گا تو عذاب میں مبتلا کیا جاؤں گا۔ کون سمجھے گا کہ غضب و ظلم بُری بات ہے۔ کون کسی کی عبادت کرے گا، کون سچائی طرف مائل ہوگا۔ کوئی شخص ایک منٹ کے لیے بھی اپنی خواہش نفس کے پورا کرنے کے لیے ناجائز باتوں سے پرہیز نہ کرے گا۔ اس لیے کہ اس کو کسی زبردست طاقت کی پروا نہیں ہے۔ پھر ذرا غور تو کرو کہ اس جہان کا کیا حال ہوگا۔

پس حضرت کا اس کلام سے یہ منشاء ہے کہ خدا نے واجب الوجود کا وجود علاوہ عقل فلسفۂ الٰہیہ کے عقل فلسفۂ تمدن و عقل فلسفۂ اخلاق سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ جن کی بابت لوگ مدعی ہوتے ہیں کہ ہم فلسفۂ تمدن خوب جانتے ہیں، فلسفۂ اخلاق کے بڑے ماہر ہیں۔ پھر معبودِ

Presented by Ziaraat.Com

حقیقی کے وجود یا اس کی صفات کے منکر ہیں۔ بات کیا ہے؟

بات صرف یہ ہے کہ انہوں نے فلسفہ کا صرف نام ہی نام سنا ہے۔ انہیں ہرگز ان علوم کی حقیقت سے اطلاع نہیں۔ ورنہ کبھی ان کی عقل اس بات کو تجویز نہ کرتی کہ باوجود عالم وحکیم ہونے کے منکر پروردگار عالم کے ہو جائیں۔ برادر! سمجھو اور معصوم علیہ السلام کی ہدایت سے فائدہ اٹھاؤ۔ یہ ہیں واقعی وہ ہستیاں جو حقیقی فلسفے اور خدائی مکتب کے تعلیم یافتہ کہے جا سکتے ہیں۔

۱۶۔ مص۔ جناب صادق علیہ السلام نے فرمایا، جو شخص خدا کو پہچانتا ہے اس کا جسم ظاہری تو مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے۔ مگر دل اس کا خدا سے لگا ہوتا ہے۔ اگر ذرا بھی اس کا دل خدا تعالیٰ سے غافل ہو جائے تو شدتِ شوق سے فوراً مر جائے۔ جو شخص خدائے تعالیٰ کو اچھی طرح پہچانتا ہے وہ اماناتِ خدا کا امین ہے۔ اس کے بھیدوں کا مخزن ہے۔ اس کے نور کا معدن ہے اس کی مخلوقات پر اس کی رحمت کی دلیل ہے۔ اس کے علوم کا حامل ہے اس کے فضل وعدل کی میزان ہے۔ اسے نہ خلق کی کچھ پروا ہے نہ اپنی خواہشاتِ نفس کی، نہ دنیا کی۔ اسے کا مونس سوائے خدا کے کوئی نہیں ہوتا۔ اس کا کلام، اس کا اشارہ، اس کے سانس بھی جو نکلتے ہیں تو خدا ہی کی یاد میں ہوتے ہیں اور خدا ہی کے لیے ہوتے ہیں، اور خدا ہی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ پس وہی ایسا شخص ہے جو خدائے تعالیٰ کے باغ قدس میں چلنے والا ہے اور اس کے لطائفِ فضل سے توشہ حاصل کرنے والا ہے۔ (دیکھو! یاد رکھو!) معرفتِ (خدا) اصل اور جڑ ہے اور ایمان اس کی چوٹی ہے۔"

ثبوتِ واجب الوجود

۱۷۔ ج۔ ہشام بن حکم سے مروی ہے کہ ایک زندیق نے جناب صادق علیہ السلام سے

Presented by Ziaraat.Com

دریافت کیا کہ صانع عالم کے وجود کی کیا دلیل ہے؟

فرمایا آپؑ نے، وجودِ افعال (کاموں اور صنعتوں کا وجود) اس بات کو بتا رہا ہے کہ کوئی ان کا کرنے والا ہے جس نے انہیں بنایا ہے۔ دیکھو! جب تم کسی اچھے مضبوط بنے ہوئے مکان کو دیکھتے ہو تو تم کو یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے خواہ تم نے اس کے بنانے والے کو دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔ (پھر اس عالم کی مخلوقات کو دیکھ کر تمہیں کیوں یقین نہیں ہوتا کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے۔)

اس نے عرض کی (پھر) وہ کیا چیز ہے۔

آپؑ نے فرمایا، وہ ایک ایسی چیز ہے جو تمام چیزوں سے علیحدہ ہے۔ میں جو کہتا ہوں کہ وہ ایک چیز ہے تو (اس سے یہ نہ سمجھنا کہ دنیاوی چیزوں کے مانند اسے بتاتا ہوں بلکہ) اس سے میری مراد ذات خدا کا ثبوت ہے۔ وہ ایک ایسی شے ہے کہ خود ہی ہے۔ مگر وہ نہ تو جسم ہے نہ صورت، نہ اس کا ادراک حاسے سے ہوسکتا ہے نہ چھو کر اور نہ ٹٹول کر۔ پانچوں حاسے اس کی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتے۔ وہم و خیالات سے معلوم نہیں کر سکتے۔ زمانہ (کا گزرنا) اس میں نقصان اور کمی پیدا نہیں کرتا، اس میں زمانہ کی وجہ سے تغیر نہیں ہوتا۔ (بلکہ ہمیشہ سے ایک حال پر ہے اور ہمیشہ ایک حال پر رہے گا۔)

سائل نے عرض کی، ہمارے وہم و خیال میں جتنی چیزیں آتی ہیں وہ سب کی سب مخلوق ہیں۔

آپ نے فرمایا، اگر ایسا ہو جیسا تم کہتے ہو تو ہم لوگ توحید کے قائل ہی نہ ہوں۔ کیونکہ ہمیں اس بات کی تکلیف نہیں دی گئی ہے کہ کسی غیر موہوم چیز کا اعتقاد رکھیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جتنی چیزیں حاسوں کے ذریعے سے خیال میں آتی ہیں اور حاسے ان کی حدود کو مشکل معلوم کر لیتے ہیں وہ ضرور مخلوق ہے۔ مگر خدائے تعالیٰ کو جو کہ تمام چیزوں کا خالق ہے اس کو

Presented by Ziaraat.Com

دونوں بُری جہتوں سے خارج سمجھنا چاہیے۔

ایک تو یہ کہ معدوم نہیں ہے، کیونکہ عدم ونفی تو محض نہ ہونے کا نام ہے۔ (اور خدا موجود ہے پھر عدم اس میں کیوں کر ہوگا۔)

دوسرے یہ کہ وہ اپنی مخلوقات سے جن میں کھلی ہوئی ترکیب وتالیف پائی جاتی ہے مشابہ نہیں ہے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ ایک بنانے والا اس وجہ سے مانا جائے کہ مصنوعات پائے جاتے ہیں (ورنہ آخر یہ بغیر بنانے والے کے کیوں کر ہوئے۔) اور وہ اپنے مصنوع ہونے کی وجہ سے مجبور ہیں کہ ان کا کوئی صانع تسلیم کیا جائے، مگر وہ صانع ان مصنوعات کے مشابہ نہیں ہے۔ نہ ترکیب وتالیف میں، نہ حدوث بعدالعدم میں، نہ چھوٹے سے بڑے ہونے میں، نہ اس بات میں کہ جیسے کوئی مصنوع چیز کبھی سفید ہوتی ہے، پھر سیاہ ہو جاتی ہے۔ نہ اس بات میں کہ جیسے ایک چیز قوی تھی پھر کمزور ہوگئی، اور ایسے ہی بہت سے امور ہیں جن کے بیان کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں ہے۔ (ان سب باتوں میں سے کسی میں بھی اللہ تعالیٰ اپنی مصنوعات کے مشابہ نہیں ہے۔)

سائل نے عرض کی، تو جب آپ نے اس کا وجود ثابت کیا تو گویا اس کی تحدید کر دی۔

آپؑ نے فرمایا، میں نے اس کی تحدید تو نہیں کی، بلکہ اس کے وجود کو تمہارے سامنے ثابت کیا ہے۔ کیونکہ اثبات ونفی کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔ (یا کوئی شے موجود ثابت ہوگی یا معدوم ومنفی، اور چونکہ خدائے تعالیٰ منفی ومعدوم نہیں ہے، لہٰذا موجود ثابت ہوگا۔)

پھر سائل نے عرض کی کہ خدائے تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ: الرحمٰن علی العرش استوی۔ (جس سے بظاہر سائل یہ سمجھتا ہے کہ خدائے تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہے۔)

Presented by Ziaraat.Com

آپؑ نے فرمایا، اس جملے سے پروردگار نے اپنی قوت و غلبہ کا وصف بیان کیا ہے۔ اسی طرح وہ عرش پر غالب ہے اور اپنی مخلوقات سے بالکل جداگانہ ایک چیز ہے۔ عرش اسے اٹھائے ہوئے نہیں ہے اور نہ یہ کہ عرش اسے محیط ہے، اور نہ یہ کہ عرش اس کا محلِ نشست ہے، مگر مطلب یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ خود عرش کا بلند کرنے اور پیدا کرنے والا ہے، عرش کو قائم رکھنے والا ہے۔ اس بارے میں ہم وہی کہتے ہیں جو اس نے خود فرمایا ہے: وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ[1] تو پروردگار نے جو عرش و کرسی کو بیان کیا ہے، ہم بھی اسے مانتے ہیں لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ عرش یا کرسی اسے محیط نہیں ہے، اور نہ وہ کسی جگہ یا کسی چیز کا اپنی مخلوقات میں سے محتاج ہے۔ بلکہ اس کی مخلوقات البتہ اس کی محتاج ہے۔

پھر سائل نے عرض کی۔ تو پھر (دعا کے وقت) آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانے یا زمین کی طرف جھکانے میں کیا فرق رہا۔ (کیوں آپ لوگ دعاء میں آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہیں؟)

آپؑ نے فرمایا، ہاں یہ بات تو اس کے علم و احاطہ و قدرت میں مساوی ہے۔ (خواہ ہم اوپر کو ہاتھ اٹھا کر دعا کریں یا نیچے جھکا کر دعا کریں۔ بہر صورت وہ ہماری دعاؤں کو سنتا ہے اور جانتا ہے۔) لیکن اس نے اپنے ولیوں اور بندوں کو بھی حکم دیا ہے کہ اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف عرش کی جانب بلند کرو۔ کیونکہ وہی مقام معدنِ رزق ہے۔ (وہیں سے انسانوں کے لیے روزی آتی ہے اور مقرر ہوتی ہے)۔

لہٰذا ہم نے بموجب حکم قرآن اور احادیث رسولؐ کی یہ بات مان لی۔ چنانچہ رسولؐ نے فرمایا: ''تم لوگ اپنے ہاتھوں کو خدائے تعالیٰ عزوجل کی طرف بلند کرو'' (اور یہ تو ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر تمام عالم کے گروہوں اور امتوں کا اتفاق ہے۔ سب ہی تو دعا

۱۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر محیط ہے۔ (سورہ بقرہ ۲ آیت ۲۵۵)

کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتے ہیں۔ اس میں خاص طور پر ہم مسلمانوں پر کیا اعتراض ہے؟)

متعلق بتوحید خدائے تعالیٰ

۱۸۔ ج۔ ہشام بن الحکم سے مروی ہے کہ ایک زندیق نے جناب صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے (یہ وہی فرقۂ مجوس ہے جن کی رائے پہلے دیباچہ میں بیان کی گئی ہے۔) کہ خدائے تعالیٰ کے ساتھ ساتھ ایک ایذا رساں طینت تھی اور وہ اس سے کسی طرح جدا نہ ہوتی تھی اور نہ خدائے تعالیٰ اس سے کسی طرح چھٹکارا پا سکتا تھا۔ آخر اس سے امتزاج پیدا کیا اور خود بھی اسی موذی طینت میں داخل ہو گیا۔ یہی وہ طینت ہے جس سے اس نے اشیاء عالم کو پیدا کیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، سبحان اللہ و تعالیٰ، یعنی اللہ تعالیٰ ایسی بیہودہ بات سے جسے یہ لوگ کہتے ہیں، بہت پاک اور برتر ہے۔ کیسا وہ مجبور خدا ہوگا جس کو لوگ قادر کہتے ہیں اور پھر بھی وہ اس موذی طینت سے بچ نہ سکا۔

(اب میں پوچھتا ہوں کہ) وہ طینت اگر زندہ اور ازلی الوجود ہے تو دو قدیم اللہ ہوئے (ایک وہ طینت خبیثہ جس کو تم قدیم کہتے ہو اور ایک خود خدائے تعالیٰ) جو آپس میں مل جُل گئے اور ان سے عالم کی خِلقت و تدبیر ہوئی۔ پس اگر ایسا ہی ہوا ہے تو پھر موت و فنا کہاں سے آ گئی؟ (یعنی اگر تمام عالم کی چیزیں ایک قدیم چیز سے بنی ہیں تو پھر فنا کیوں ہوتی ہیں، ان کو بھی قدیم ہی ہونا چاہیے) اور اگر وہ طینت مُردہ تھی تو مُردہ چیز بھی قدیم ازلی (خدا) کے ساتھ رہ نہیں سکتی (کیونکہ مُردہ سے مطلب یہاں معدوم ہے، اور ظاہر ہے کہ معدوم اور موجود کا کوئی ساتھ نہیں ہے۔) نیز، یہ کہ میت (معدوم چیز) سے کوئی زندہ چیز نہیں بن سکتی۔ (پھر یہ

Presented by Ziaraat.Com

کیوں کر ممکن ہوا کہ طینت مردہ معدوم سے تمام جہان کے موجودات بن گئے۔) یہ تو وہی دیصانیوں کا سا قول ہوا، جو بڑے ہی سخت زندیق ہیں اور نہایت ہی مہمل باتیں کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے وہ کتابیں دیکھ رکھی ہیں جو ان کے متقدمین تصنیف کر گئے ہیں۔ اور ان میں مزخرف و بے اصل باتیں لکھ گئے ہیں۔ جن پر نہ کوئی دلیل ہے نہ حجت جس سے ان کا دعویٰ درست ہو سکے بلکہ وہ تمام باتیں خدا اور رسولؐ اور آسمانی کتابوں کے برخلاف ہیں۔

لیکن جو لوگ یہ کہتے ہیں ''بدن (موجودات) تو ظلمت ہیں اور روحیں نور ہیں۔ نور کوئی برائی نہیں کرتا، اور ظلمت کوئی بھلائی نہیں کرتی۔'' ان کو تو کسی شخص کے تئیں ملامت کرنی ہی جائز نہ ہوگی خواہ وہ کوئی معصیت کرے یا کوئی حرام کام، یا فحش باتیں کیونکہ (بدن تو ان کے نزدیک ظلمت ہے) اور ظلمت سے سوائے بدی کے اور کچھ ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ اس کا ذاتی فعل ہے۔ (پھر بدکاروں کو بدکاری کرنے پر ملامت کیوں کی جاتی ہے جبکہ یہ ان کا ایک بے اختیاری فعل ٹھہرا) اور نہ ان کو یہ مناسب ہوگا کہ کسی معبود سے دعا کریں، اس سے تضرع و زاری کریں کیونکہ نور تو خود پروردگار ہے (اور وہی ان کی روح ہے) تو پروردگار کا اپنے آپ سے تضرع و زاری کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ یا کسی غیر سے پناہ مانگنا کیا مہمل بات ہے۔ اور نہ ان کو یہ کہنا درست ہوگا کہ میں نے اچھا کیا، یا بُرا کیا۔ کیونکہ بدی تو ظلمت کا فعل ہے اور یہ اس کو کرنا پڑے گا، اور نیکی نور کا کام ہے (اور وہ بھی اس کا لازمی فعل ہے۔ پھر یہ کیا معنی کہ میں نے یہ بُرا کام کیا، یا میں نے یہ اچھا کام کیا۔ ''میں'' کہاں سے آیا۔ وہ تو ایک مجبورا فعل تھا جو ہو گیا۔ پھر تم نے کیا کیا؟) اور ان کے علاوہ کوئی تیسرا ہے ہی نہیں (کیونکہ بدن میں یا تو روح ہے یا یہ گوشت و پوست سے مرکب بدن ہے۔ بدن ظلمت ہے روح نور ہے، تیسرا کون ہے جو کہتا ہے کہ میں نے اچھا کیا۔ میں نے بُرا کیا؟)

نیز، یہ ظلمت ان کے قول کی بنا پر بہ نسبت نور کے بہت بہتر ہوئی۔ کیونکہ ہم اجسام و

Presented by Ziaraat.Com

ابدان کو دیکھتے ہیں تو نہایت ہی صنعت و حکمت پر پاتے ہیں۔ پھر کس نے یہ اجسام مختلف صفتوں پر بنا دیے۔ (ظلمت تو ایک ہی چیز ہے اس سے یہ مختلف صورتیں اور مختلف خواص و آثار کیوں ظاہر ہوتے ہیں)۔

نیز، اس بناء پر لازم آتا ہے کہ جس قدر درخت، پھل، پرندے، چوپائے وغیرہ ہیں سب خدا ہو جائیں (کیونکہ یہ سب جسم رکھتے ہیں اور جسم تمہارے قول کی بناء پر ظلمت ہے اور ظلمت کو تم خدا اور خالق کہتے ہو۔ لہٰذا یہ سب کے سب خدا ہوں گے۔ آخر یہ کیسا بیہودہ قول ہے) انتہیٰ بقدر الحاجة۔

اللہ واحد ہے

۱۹۔ یــد۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اِن اللّٰـه عزّوجـلَ تبارکت اسمآئه و تعالیٰ فی علوکنهه احد توحد بالتوحید فی توحده ثم اجراه علٰی خلقه فهو احـد صـمـد مـلك قـدوس یعبده کل شی و یصمد الیه و فوق الذی عسینا ان نبلغ ربنا و سبع کل شیء علماً

بیشک اللہ عزوجل جس کے نام مبارک ہیں اور اپنی بلندی کنہ میں برتر ہے، یکتا ہے اپنی یکتائی میں، اکیلا ہونے میں صرف وہی ایک ہے (باقی چیزیں جو اس کے سوا ہیں کوئی ایسی نہیں جس میں دوئی کی بو نہ ہو، مگر وہ اس سے بری ہے) پھر اس نے اس لفظ واحد کو اپنی خلق پر بھی جاری کر دیا۔ (مثلاً کہتے ہیں کہ ایک آدمی آیا، فلاں شخص اپنے زمانے میں یکتا ہے، مگر وہ یکتائی کی صفت جو خدائے تعالیٰ میں ہے کہ اس میں نہ اجزاء ہیں نہ ترکیب ہے، نہ اس کی صفات زائدہ بر ذات ہیں، وہ بات کسی اور میں نہیں۔) پس وہی احد ہے، صمد (بے

Presented by Ziaraat.Com

نیاز) ہے، بادشاہ ہے، پاک ہے، ہر شے اس کی عبادت کرتی ہے، اور اس کی محتاج ہے، اور ہماری رسائی سے بالاتر ہے، ہمارے پروردگار کا علم ہر شے کو محیط ہے (کوئی چیز ایسی نہیں جو اس سے مخفی ہو۔)

خدائے تعالیٰ کے کوئی بیٹا، بیٹی نہیں ہے

۲۰۔ فس۔ ابوبصیر نے جناب ابوعبداللہ الصادق علیہ السلام سے دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا (سورۂ مریم ۱۹ آیت ۹۱) کی تفسیر میں روایت کی ہے، کہ جب قریش نے کہا کہ خدائے تعالیٰ کے اولاد بھی ہے۔ یہ فرشتے عورتیں ہیں (اور یہی خدا کی بیٹیاں ہیں، معاذ اللہ) تو پروردگار عالم نے ان لوگوں کے رَدّ میں فرمایا: لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا (سورۂ مریم ۱۹ آیت ۸۹) یعنی تم لوگوں نے بڑی سخت بات کہہ دی۔ تکادُ السَّمٰوات يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا (سورۂ مریم ۱۹ آیت ۹۰۔۹۱) قریب تھا کہ آسمان اس بات سے پھٹ جائیں کہ ان قریش نے کہہ دیا، خدا کے اولاد بھی ہے۔ وَمَا ينبغى الرحمٰن ان يتخذَ وَلدًا حالانکہ ممکن نہیں کہ پروردگار کسی کو اپنا فرزند بنائے۔ ان كل مَن فى السمٰوات والارض الا اٰتى الرحمٰن عبداً جتنے آسمان و زمین کے رہنے والے ہیں وہ سب خدا کے بندے ہیں (کوئی اس کا بیٹا یا بیٹی نہیں ہے)۔

تو فرمایا پروردگار نے "لَقَدْ اَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا" (سورۂ مریم ۱۹ آیت ۹۴۔۹۵) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سب کا احصاء و شمار کر لیا ہے جیسا چاہیے اور سب کے سب قیامت کے دن اس کے سامنے اکیلے یعنی ایک ایک کر کے آئیں گے۔"

Presented by Ziaraat.Com

خدائے تعالیٰ جسم و جسمانیات سے منزّہ ہے

۲۱۔ یـد۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ایک نصاریٰ سے مناظرہ ہو رہا تھا۔ اس مناظرہ کے ایک حصہ میں آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ "بیشک خدائے تعالیٰ اس سے زیادہ اجل و اعظم ہے کہ اس کے لیے ہاتھ یا پاؤں یا حرکت یا سکون ثابت کیا جائے یا اس کو یہ کہا جا سکے کہ وہ لمبا ہے، یا پست قد ہے، یا یہ کہ خیالات اس کو ادراک کر سکیں یا عقلیں اس کی حقیقی صفتوں کو معلوم کر سکیں۔

اس نے اپنے مواعظ اور وعدو وعید کو نازل فرمایا ہے۔ (نہ یہ کہ زبان سے بولا ہے) اس نے بغیر زبان اور ہونٹ کے حکم فرمایا، لیکن جس طرح چاہا فرما دیا، "ہو جا" پس ہو گیا، اور وہی بہتر تھا جو ہو گیا۔ جیسا کہ لوح محفوظ میں اس نے ارادہ فرمایا تھا (مطلب یہ ہے کہ نہ خدا کے ہاتھ ہیں نہ پاؤں، نہ زبان، نہ ہونٹ بلکہ چیزوں کا موجود ہو جانا صرف اس کی ایک مشیت ہے۔)

۲۲۔ ج۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے یعقوب بن جعفر جعفری نے روایت کی ہے کہ آپؑ کے سامنے کچھ لوگوں کا ذکر آیا کہ وہ کہتے ہیں، خدائے تعالیٰ آسمانِ دنیا پر اُترتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، پروردگار ہرگز نہیں اُترتا، اور نہ اسے اُترنے کی احتیاج ہے، وہ تو قریب و بعید ہر حال میں برابر جانتا ہے۔ کوئی قریب چیز اس سے دور نہیں اور نہ کوئی بعید چیز اس کے پاس چلی جاتی ہے۔ نہ وہ کسی شے کا محتاج ہے۔ بلکہ اور سب چیزیں اس کی محتاج ہیں۔ وہی بخشش والا ہے اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ وہی عزیز حکیم ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اُترتا ہے تو یہ ایسے لوگوں کا قول ہے جو خدائے تعالیٰ کی طرف کمی و

Presented by Ziaraat.Com

زیادتی کی نسبت دیتے ہیں۔ حالانکہ ہر حرکت کرنے والی چیز کسی محرک کی محتاج ہے۔ یا اس آلہ کی محتاج ہے جس سے وہ حرکت کرے (اگر پروردگار آسمان اوّل پر اترے تو چاہیے اس کو ان آلات کی ضرورت پڑے جن سے اُترنا ہے۔ مثلاً پاؤں، زینے وغیرہ) پس جو شخص خدائے تعالیٰ کی جناب میں ایسے خیالات رکھتا ہے وہ تباہ ہوا۔ لہٰذا تم لوگ اس بات سے ڈرتے رہو کہ اس کے لیے کوئی حد کمی یا زیادتی کی قائم کرو، اور تحریک یا تحرک یا زوال یا استنزال، یا اُٹھنا بیٹھنا ثابت کرو۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ تمام بیان کرنے والوں کے بیان اور تعریف کرنے والوں کی تعریف اور خیال کرنے والوں کے خیال سے بالاتر ہے۔"

اللہ ہر جگہ موجود ہے

۲۴۔ شاج۔ ایک یہودی خلیفہ ابوبکر کے پاس آیا اور کہا کیا تمہیں رسولؐ خدا کے خلیفہ ہو؟

ابوبکر...... ہاں (میں ہی خلیفہ ہوں)

یہودی...... ہم نے توریت میں دیکھا ہے کہ انبیاءؑ کے خلفاء ان کی تمام امت سے زیادہ علم والے ہوتے ہیں، تو تم مجھے بتاؤ کہ خدائے تعالیٰ کہاں ہے۔ آسمان میں ہے یا زمین میں؟؟

ابوبکر...... آسمان میں ہے۔ عرش پر (بیٹھا ہے)

یہودی...... تو میرے خیال میں زمین اس سے خالی ہوگی؟ اس قول کے مطابق تو لازم آتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کسی جگہ ہو اور کسی جگہ نہ ہو۔

ابوبکر...... یہ تو زندیقوں کا سا کلام ہے۔ دور ہو میرے پاس سے ورنہ تجھ کو قتل کردوں گا۔

یہودی یہ سن کر تعجب کرتا اور اسلام پر ہنستا ہوا چلا۔ راہ میں امیر المومنین علی ابن ابی

Presented by Ziaraat.Com

طالب علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔

امیرالمومنین...... یہودی! مجھے معلوم ہوگیا جو کچھ تم نے سوال کیا تھا، اور جو جواب پایا۔ (تمہارے سوال کے جواب میں) ہم یہ کہتے ہیں کہ خدئے تعالیٰ ہی نے جگہ اور مقامات پیدا کیے ہیں۔ اس کے لیے کوئی جگہ کوئی مقام خاص نشست کا نہیں ہے۔ (ورنہ اس کا محتاج الی المکان ہونا لازم آئے گا۔ حالانکہ خدائے تعالیٰ کس جگہ کا محتاج نہیں ہے۔ نیز یہ کہ اسی نے زمین، آسمان، عرش وکرسی وغیرہ پیدا کیے ہیں۔ آخر ان کے پیدا کرنے سے پہلے کہاں رہتا تھا۔ اگر اس کو مکان اور جگہ کی ضرورت ہوتی تو چاہیے تھا کہ خدا سے پہلے جگہ اور مقام موجود ہوتا، جس پر اس کا مقام ہوتا۔ حالانکہ وہی سب سے پہلے ہے اس سے پہلے کوئی چیز نہیں ہے۔) وہ خدائے عزوجل اس سے بالاتر ہے کہ کوئی جگہ اس کو محیط ہو۔ بلکہ وہ ہر مقام پر (اپنی قدرت سے) موجود ہے (مگر) نہ کسی چیز سے ملا ہوا ہے، نہ کسی چیز کا ہم پہلو ہے۔ (لیکن) جانتا ہر چیز کو ہے۔ اس کی تدبیر سے کوئی شے خالی نہیں ہے۔ (دیکھو) میں تم کو تمہارے ایک مضمون کی خبر دیتا ہوں جو میرے بیان کی تصدیق کرتا ہے۔ اگر تم اسے جانتے ہو تو کیا تم اسے مان لو گے؟

یہودی...... ہاں!

امیرالمومنین علیہ اسلام نے فرمایا، ...... کیا تمہاری کتاب میں یہ نہیں لکھا ہے کہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام ایک روز بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک فرشتہ پورب سے آیا، حضرت موسیٰؑ نے پوچھا، کہاں سے آئے ہو؟

اس نے کہا، ...... خدا کے پاس سے۔

پھر دوسرا فرشتہ پچھم سے آیا۔ حضرت موسیٰؑ نے پوچھا، کہاں سے آئے ہو۔

اس نے کہا، ...... خدا کے پاس سے۔

Presented by Ziaraat.Com

پھر ایک فرشتہ اور آیا۔ حضرت موسیٰ نے پوچھا، کہاں سے آئے ہو؟

اس نے کہا،...... خدا کے پاس سے۔ ساتویں آسمان سے آتا ہوں۔

پھر ایک اور فرشتہ آیا، حضرت موسیٰ نے پوچھا، کہاں سے آئے ہو؟

اس نے کہا،...... ساتویں طبقۂ زمین سے۔ خدائے تعالیٰ کے پاس سے آتا ہوں۔

اس وقت حضرت نے فرمایا: ''سبحان من لا یخلو منه مکان ولا یکون إلی مکان اقرب من مکان'' ''پاک ہے وہ معبود برحق جس سے کوئی جگہ خالی نہیں (بلکہ ہر جگہ موجود ہے) اور نہ ایسا ہے کہ کسی جگہ سے بہ نسبت کسی اور جگہ کے زیادہ قریب ہے۔ (بلکہ اس کو ہر مقام، ہر چیز، ہر شخص سے نسبت برابر ہے۔)

یہودی،...... میں گواہی دیتا ہوں کہ یہی حق اور سچ بات ہے اور (اے علیؑ) تم اپنے نبیؐ کے قائم مقام ہونے کے زیادہ مستحق ہو بہ نسبت اس شخص کے جس نے غلبے سے اس جگہ کو حاصل کر لیا ہے۔

علم خدائے تعالیٰ

۲۴۔ یـد۔ ن ۔ حسن بن بشار نے جناب ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ کہتا ہے کہ میں نے حضرت سے دریافت کیا کہ کیا خداوند تعالیٰ ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جو اب تک پیدا نہیں ہوئیں؟ کیا اسے خبر ہے کہ اگر ہوں گی تو کس طرح پیدا ہوں گی؟ یا یہ کہ وہ صرف انہیں چیزوں کو جانتا ہے جو موجود ہیں۔

آپ نے فرمایا،...... بیشک خدائے تعالیٰ تمام چیزوں کو ان کے موجود ہونے سے پہلے جانتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ: اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ (جاثیہ ۴۵ آیت ۲۹)

Presented by Ziaraat.Com

اور اہل دوزخ کی بابت فرماتا ہے۔ وَ لَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (سورہ انعام ۶ آیت ۲۸) (اگر وہ پھر دنیا کی طرف لوٹا دیے جائیں تو پھر وہی کام کرنے لگیں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا۔) یہ ارشاد پروردگار کا اس موقع پر ہے جہاں قیامت کے دن کے حالات قرآن مجید میں بیان فرماتا ہے، کہ اس دن کفار اور بدمعاش لوگ کہیں گے کہ خدایا، ہمیں دوزخ میں نہ ڈال، بلکہ ہمیں پھر دنیا میں بھیج دے کہ ہم لوگ نیک کام کریں گے اور تیرے حکم کو مانیں گے، تو پروردگار ان کے جواب میں فرمائے گا کہ اگر وہ پھر لوٹا بھی دیے جائیں تب بھی خدا کے احکام کو نہ مانیں گے۔ بلکہ اپنی اس قدیم شرارت پر قائم رہیں گے) تو (دیکھو) کہ خدائے تعالیٰ کو معلوم ہے وہ بات جو ابھی نہیں ہوئی۔ اور اپنے فرشتوں سے فرمایا تھا، جبکہ انہوں نے (حضرت آدمؑ کے پیدا ہونے کی بابت کہا تھا) کیا تو پیدا کرے گا ایسے لوگوں کو جو زمین پر فساد پھیلائیں گے اور خونریزیاں کریں گے، حالانکہ ہم تو تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہی ہیں۔

تو پروردگار عالم نے فرمایا: اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (البقرہ ۲ آیت ۳۰) ''میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے''۔

(تم کو معلوم ہونا چاہیے) کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے تمام چیزوں کو جانتا ہے۔ اگرچہ وہ ابھی پیدا بھی نہ ہوئی ہوں۔

پس مبارک ہے ہمارا پروردگار، اور بلند مرتبہ ہے پھر بہت ہی بلند مرتبہ ہے۔ اسی نے تمام چیزوں کو پیدا کیا اور انہیں (ان کے پیدا کرنے سے) پہلے ہی جانتا ہے۔ جس طرح اس کی مشیت میں تھا۔ ہمارا پروردگار اس طرح کا ہے، ہمیشہ سے وہ علیم و سمیع و بصیر رہا ہے۔ (یعنی اس کا علم قدیم ہے ہر شے سے، خواہ معدوم شے ہو یا موجود ہو۔ ایسا نہیں ہے کہ موجود چیزوں کو جانتا ہو، اور معدوم چیزوں کو نہ جانتا ہو۔)

Presented by Ziaraat.Com

۲۵۔ مـــع ۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں، میں نے جناب صادق علیہ السلام سے دریافت کیا خدائے عزوجل کے اس کلام کی تفسیر کیا ہے۔ یعلم السِّر واَخفٰی (سورہ طٰہٰ ۲۰ آیت ۷) (وہ جانتا ہے سر و اخفی کو)۔

آپ نے فرمایا: (السِّر سے مراد تو یہ ہے جو تم اپنے دل میں کوئی بات پوشیدہ رکھتے ہو۔ (اور اسے ظاہر کرنا نہیں چاہتے اسے بھی خدائے تعالٰی جانتا ہے) اور اخفیٰ سے مراد یہ ہے کہ کوئی بات تمہارے دل میں آئی ہو اور پھر تم اسے بھول گئے ہو (اسے بھی پروردگار عالم جانتا ہے اگر چہ تم اسے نہ جانتے ہو اور تمہیں یاد نہ ہو۔)

علمِ خدا کی کوئی حد و انتہا نہیں

۲۶۔ یـــــــد ۔ ابوعلی جناب صادق علیہ السلام کے پاس حاضر تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میری زبان سے نکلا۔ الحمد لِلّٰه منتهٰی علمه ''یعنی میں خدا کی حمد کرتا ہوں اس قدر جو اس کے علم کی حد ہے''۔

حضرت نے فرمایا: لا تقل ذٰلك فانه ليس لعلمه منتهیٰ ''اے ابوعلی! ایسا نہ کہو کیونکہ خدائے تعالٰی کے علم کی کوئی حد اور انتہا نہیں ہے۔

قدرت اور ارادۂ خدائے تعالٰی

۲۷۔ یـــــــد ۔ عبداللہ دیصانی نے ہشام ابن حکم سے ایک مرتبہ پوچھا: ''کیا تمہارا کوئی پروردگار ہے؟''

انہوں نے کہا۔ ''ہاں ہے''۔

Presented by Ziaraat.Com

اس نے کہا۔ ''کیا وہ قادر بھی ہے۔''

انہوں نے کہا۔ ''بیشک قادر ہے، غالب ہے۔''

اس نے کہا۔ ''کیا تمہارے پروردگار کو یہ بھی قدرت ہے کہ تمام دنیا کو ایک انڈے کے اندر داخل کر دے، کہ نہ تو انڈا بڑھے اور نہ دنیا چھوٹی ہو (پھر بھی دنیا ایک انڈے میں سما جائے)۔

انہوں نے (ہشام نے) کہا۔ مجھے اس کے جواب میں مہلت دو۔

اس نے کہا، میں نے تم کو ایک سال کی مہلت دی۔

ہشام وہاں سے سوار ہو کر ابوعبداللہ الصادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اجازت مانگی۔ حضرت نے اندر آنے کی اجازت دی۔

ہشام نے عرض کی، یا ابن رسول اللہ! دیصانی نے مجھ سے ایک سوال کیا ہے جس کے جواب میں، یا تو آپ پر بھروسہ ہے یا خدا پر۔ (تیسرا کوئی بھی اس کا جواب نہیں دے سکتا۔)

آپؑ نے فرمایا، اس نے کیا سوال کیا ہے۔

ہشام نے وہ سوال عرض کیا۔

آپؑ نے فرمایا، ہشام! تمہارے کتنے حاسے ہیں۔

عرض کی، پانچ

فرمایا، سب میں چھوٹا حاسہ کون سا ہے۔

عرض کی، آنکھ (پتلی کا تل)

آپؑ نے فرمایا، اس کی مقدار کیا ہے۔

عرض کی، ایک مسور کے برابر یا اس سے بھی کم۔

Presented by Ziaraat.Com

آپ نے فرمایا۔ اے ہشام، ذرا اپنے سامنے اور اوپر کی طرف تو دیکھو، کیا دکھائی دیتا ہے؟

عرض کی، آسمان، زمین، مکانات، عمارات، مٹی، پہاڑ، نہریں (دکھائی دیتی ہیں)۔

آپ نے فرمایا، (سمجھو اور غور کرو) کہ جو ہستی (پروردگار عالم) اس بات پر قادر ہے کہ مسور کے برابر کی یا اس سے بھی چھوٹی ایک چیز میں تمام وہ چیزیں داخل کر دے جنہیں تم دیکھتے ہو۔ وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ تمام دنیا کو ایک انڈے کے اندر داخل کر دے کہ نہ دنیا چھوٹی ہو اور نہ انڈا بڑا ہو (جیسا کہ ایک ذرا سی آنکھ کے اندر اتنی بڑی بڑی چیزیں ایک دم میں آ سکتی ہیں۔)

یہ جواب سن کر ہشام حضرت پر جھکے اور سر اقدس اور ہاتھ پیروں کے بوسے لیے۔ اور عرض کی۔ یا ابن رسول اللہ! بس یہ جواب میرے لیے کافی ہے۔ یہ کہہ کر اپنے گھر واپس آئے (انتہی بقدر الضرورۃ)

کلامِ پروردگارِ عالمین

۲۸۔ ما۔ ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے سنا، فرماتے تھے۔ لم یزل اللہ جل اسمہ عالماً بذاتہ ولا معلوم ولم یزل قادرا بذاتہ ولا مقدور یعنی پروردگار عالم ہمیشہ عالم بذاتہ رہا ہے جبکہ کوئی معلوم (یعنی قابل علم) نہ تھا، اور ہمیشہ سے قادر بذاتہ رہا ہے جبکہ کوئی مقدور (قابل قبول قدرت) نہ تھا۔

تو میں نے عرض کی، میں آپ پر فدا ہوں۔ کیا وہ ہمیشہ سے متکلم بھی تھا۔

آپ نے فرمایا، کلام اس کا پیدا کیا ہوا ہے۔ خدائے تعالیٰ موجود تھا، اس وقت اس میں کلام (جو ایک حادث چیز ہے اور حروف و آواز سے مرکب ہے) نہ تھا۔ پھر اس نے کلام

Presented by Ziaraat.Com

کو پیدا کر دیا۔ (لوگوں کی زبانوں پر اور درخت کے اندر سے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ سے درخت نے کلام کیا وغیرہ وغیرہ)

حضرت موسیٰؑ نے اللہ سے کیونکر کلام کیا

۲۹۔ ج ۔ ابوقرہ محدث نے جناب صادق علیہ السلام سے کلام اور گفتگو، باری تعالیٰ کی بابت دریافت کیا کہ میں آپ پر فدا ہوں۔ باری تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کیوں کر کلام کیا؟

آپ نے فرمایا، خدا بہتر جانتا ہے کہ اس نے کس زبان میں ان سے کلام کیا۔ سریانی میں گفتگو کی یا عبرانی میں۔

اس وقت ابوقرہ نے اپنی زبان پکڑ کر عرض کی، میں تو اس زبان کی بابت دریافت کرتا ہوں (کہ آیا، اس نے اسی زبان سے حضرت موسیٰؑ سے گفتگو کی تھی؟)

آپؑ نے فرمایا.. باری تعالیٰ اس سے پاک ہے، جو تم کہتے ہو (اس کے منہ اور زبان نہیں ہے) پناہ بخدا کہ وہ اپنی مخلوقات سے مشابہ ہو۔ یا اس طرح کلام کرے جیسے لوگ گفتگو کرتے ہیں۔ لیکن اس معبود تبارک و تعالیٰ کے مانند کوئی بھی چیز نہیں ہے۔ اور نہ اس کا جیسا کوئی کہنے اور کرنے والا ہے۔

ابوقرہ نے عرض کی یہ کیوں کر؟

آپؑ نے فرمایا، خدائے تعالیٰ جو اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے تو وہ ایسا نہیں ہوتا جیسے ایک آدمی دوسرے آدمی سے بات کرتا ہے اور نہ منہ سے لفظ نکال کر بات کرتا ہے۔ لیکن (کلام اس کا ایک حکم ہے) کہہ دیتا ہے ہو جا بس ہو جاتا ہے (یعنی آپ سے آپ ہی اس کے حکم سے ویسی ہی آواز آنے لگتی ہے) جیسا وہ چاہتا ہے۔ باری تعالیٰ نے جو جناب موسیٰؑ سے کلام کیا تھا، امر و نہی فرمایا تھا۔ وہ بغیر کسی تردّد کے تھا۔ نفسِ خبر میں (یعنی اسے اس

Presented by Ziaraat.Com

کلام میں کوئی زحمت نہ تھی۔ یہ کلام اس کا ایک حکم تھا۔ نہ یہ کہ زبان ہلانا، آواز نکالنا، حروف و الفاظ ادا کرنے۔)

خدا دو نہیں ہو سکتے

۳۰۔کتاب التوحید ۔ابن عبدوس نے ابن قتیبہ سے اس نے فضل بن شازان سے روایت کی ہے کہ ایک ثنویہ (جو مجوسیوں کا ایک فرقہ ہے) نے جناب ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے سوال کیا (اور میں وہاں حاضر تھا) کہ میں تو کہتا ہوں کہ عالم کے بنانے والے دو ہیں۔ پھر اس پر کیا دلیل ہے کہ صانع عالم ایک ہی ہے۔

آپ نے فرمایا: تمہارا یہی کہنا کہ وہ دو ہیں، اس بات کی دلیل ہے کہ صانع عالم ایک ہی ہے۔ کیونکہ تم جو دو خدا ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔ تم پہلے ایک کا وجود مان لیتے ہو، تبھی تو دو کہتے ہو۔ پس (معلوم ہوا) کہ ایک کا ہونا تو متفق علیہ ہے اور ایک سے زیادہ مختلف فیہ ہے۔ (لہٰذا دو ہونے کا بار ثبوت تمہارے ذمہ رہا۔ ایک تو تمہارے ہی کلام سے ثابت ہو گیا جس کے ثابت کرنے کی ہمیں ضرورت نہ رہی۔ اب رہا دوسرا خدا، اسے تم ثابت کرو! (سبحان اللہ کیسا الزامی جواب ہے۔ اس سے بہتر الزامی جواب بھی ناممکن ہے۔)

۳۱۔ ج ۔ ہشام بن الحکم سے مروی ہے کہ ایک زندیق نے جناب صادق علیہ السلام سے یہ سوال کیا تھا کہ صانع عالم کا ایک سے زیادہ ہونا کیوں ناممکن ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تم جو دو صانع عالم کہتے ہو تو اس بات سے خالی نہیں کہ وہ دونوں قدیم و قوی ہوں گے۔ یا دونوں ضعیف ہوں گے یا ایک قوی اور دوسرا ضعیف ہوگا۔ پس اگر دونوں قوی ہیں، تو ہر ایک ان میں سے دوسرے کو دفع کیوں نہیں کرتا، اور تنہا رہ کر تدبیر عالم

Presented by Ziaraat.Com

میں کیوں نہیں مصروف ہوتا، اور اگر کہو کہ ایک قوی ہے اور دوسرا ضعیف ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ خدا ایک ہی ہے۔ جیسا کہ تم کہتے ہو، کیونکہ دوسرے میں (ضعف کی وجہ سے) عجز ظاہری موجود ہے۔ (اور جو ضعیف ہے وہ خدا ہو نہیں سکتا۔) اور اگر کہو کہ نہیں صاحب وہ تو دو ہی ہیں (ہٹ دھرمی سے) تو اس بات سے خالی نہیں کہ دونوں، آیا متفق ہیں ہر طرح سے یا ہر طرح سے مختلف ہیں۔ (اگر دونوں ہر جہت سے متفق اور ایک رائے ہیں، تو دوئی ناممکن ہے کیونکہ دو چیزیں اس وقت دو ہوتی ہیں جبکہ ان میں کسی جہت سے تشخصات وغیرہ کے ذریعے سے اختلاف ہو ورنہ کبھی دو چیزیں ہر طرح سے متحد الصورۃ، متحد التشخص، متحد الماہیۃ ہو کر دو نہیں ہوسکتیں، اور اگر دونوں میں کچھ اختلاف ہے، ایک کی صورت کیسی ہے دوسری کی کیسی، ایک کا تشخص اور علامت ونشان اور ہے، دوسرے کی علامت ونشان اور ہے۔ تو چاہیے کہ ہمیں دونوں کے آثار قدرت محسوس ومعلوم ہوں۔ حالانکہ ہم کو ایک کے سوا دوسرے کی قدرت وصنعت کہیں دکھائی نہیں دیتی)۔

پس جبکہ ہم نے خلقت کو منتظم دیکھا اور آسمان کو (ایکساں) چلتا ہوا پایا، رات دن، سورج چاند کا آنا جانا (ایکساں دیکھا تو کام کی صحت وتدبیر وانتظام عالم کے متناسب ہونے سے علم ہوا کہ مدبر ایک ہی ہے۔

☾

۳۲۔ یــــد ـ ایک روایت میں اس قدر اور زیادہ ہے کہ اگر تم دعویٰ کرو گے کہ خدا دو ہیں تو تمہیں لازم ہو کہ کہو ان دونوں کے درمیان کوئی حدِ فاصل وممیز بھی ہے۔ تاکہ دو ہوسکیں۔ (کیونکہ بغیر کسی ممیز وحد فاصل شے فاصل کے دو، دو کیوں کر ہوسکتے ہیں) تو اب وہ ممیز وحدِ فاصل تیسرا خدا ٹھہرا، اور یہ بھی ان دونوں کے ساتھ ساتھ قائم ہوا۔ تو تمہیں تین خدا کہنا لازم ہوگا اور اگر تین خدا کے قائل ہو جاؤ گے تو ان میں وہی بات لازم آئے گی جو ہم نے دو

Presented by Ziaraat.Com

میں کہی ہے۔ (یعنی تین! تین نہیں ہو سکتے جب تک ان میں ہر ایک کو تمیز دینے والا نہ ہو) تو ان تینوں کے درمیان دو اور ہوں گے، پھر پانچ خدا ہو جائیں گے۔ (تین پہلے اور دو یہ قدیم ممیز) اور پھر بیشمار ہی خدا ہوتے چلے جائینگے (کیونکہ جیسی گفتگو تین میں ہوئی ہے ویسی ہی پانچ میں بھی ہوگی، تو تین ممیز اور پیدا ہوں گے۔ لہٰذا آٹھ خدا ہو جائینگے اور اسی طرح بڑھتے رہیں گے یہاں تک کہ بے انتہا خدا ہو جائیں گے۔) (نعوذ باللہ)

(یہ برہان بھی برہان لمی ہے جس سے توحید پروردگار عالم آپ نے ثابت فرمائی ہے۔)

بُت پرستی کیوں کر شروع ہوئی

۳۳۔ ع ۔ حریز نے جناب جعفر بن محمد علیہما السلام سے تفسیر آیہ: وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا (نوح ۷۱۔ ۲۳)

میں نے سنا کہ آپ نے فرمایا یہ لوگ (جن کے نام اس آیت میں لیے گئے ہیں ود اور سواع، یغوث اور یعقو اور نسر) پہلے اللہ عزوجل کی عبادت کرتے تھے جب مر گئے تو ان کی قوم میں رونا پڑ گیا اور ان پر ان کی جدائی شاق ہوئی۔ تو ابلیس لعنہ اللہ، ان کے پاس آیا اور کہا کہ میں تم لوگوں کے لیے انہی یعوق ونسر وغیرہ کی صورت کے بُت بنائے دیتا ہوں۔ انہیں دیکھ لیا کرو، اور انہیں سے اُنس و دلچسپی حاصل کرو اور اللہ کی عبادت کیا کرو (رونے پیٹنے سے کیا فائدہ) پھر اس نے ان لوگوں کے لیے ان مُردوں کی صورت کی مورتیں بنا دیں۔ وہ لوگ خدا کی عبادت کیا کرتے اور ان مورتوں کو دیکھ لیتے تھے (جس سے ان کی دلچسپی قائم رہے) جب جاڑے اور برسات کے دن آئے تو ان مورتوں کو گھر میں اٹھا کر رکھ دیا، اور برابر خدائے تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب یہ لوگ بھی مر گئے، اور ان کی

Presented by Ziaraat.Com

اولاد کا زمانہ آیا تو کہنے لگے کہ ہمارے آباؤ اجداد تو انہی مورتوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ لٰہذا خدائے تعالیٰ کو چھوڑ کر ان تصویروں اور بتوں کی عبادت کرنے لگے۔ یہی مطلب خدائے تعالیٰ کے اس قول کا ہے لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا .... (سورہ نوح ۷۱ آیت ۲۳) الخ (یعنی چونکہ تمہارے باپ دادا انہی کی عبادت کرتے رہے ہیں لٰہذا تم لوگ بھی ود، و، سواع و یعوق و یغوث و نسر کو نہ چھوڑنا۔)[1]

آتش پرستی کب سے شروع ہوئی

۳۴۔ یــد ۔ عبدالحمید بن ابی الدیلم نے ابو عبداللہ (جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام) سے روایت کی ہ کہ قابیل (حضرت آدمؑ کے بیٹے) نے جب دیکھا کہ آگ نے ہابیل (حضرت آدمؑ کے دوسرے بیٹے کی قربانی قبول کر لی۔ تو ابلیس نے اس سے کہا کہ (دیکھو) ہابیل اس آگ کی پرستش کرتا تھا۔ (اس وجہ سے اس نے ہابیل کی قربانی منظور کر لی) قابیل نے کہا۔ میں تو اس آگ کی پرستش نہیں کروں گا جسے ہابیل پوجتا تھا لیکن دوسری آگ کی پرستش کروں گا اور اس پر قربانی چڑھاؤں گا تو وہ میری قربانی منظور کر لے گی۔ پھر آتش خانے بنائے اور قربانی چڑھائی۔ نہ اسے اپنے پروردگار کا کچھ علم تھا اور نہ اس کی اولاد کو۔ لٰہذا اس کی اولاد نے وراثت میں اس سے آگ کی پرستش حاصل کی (جو اب مجوسیوں میں) رائج ہے۔

خدا کسی کے مشابہ نہیں

۳۵۔ یــد ۔ عطار اپنے باپ سے اور وہ سہل سے روایت کرتا ہے۔ سہل کہتے ہیں کہ میں نے ابو محمد علیہ السلام کو ۲۵۵ھ میں لکھا کہ یا سیدی! ہمارے ساتھ والے توحید میں اختلاف کرتے

۱۔ صیغہ نہی یہاں پر نفی کے معنی میں ہے یعنی "نہ چھوڑو گے"۔

Presented by Ziaraat.Com

ہیں۔ کوئی تو کہتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے جسم ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ صورت ہے۔ پس اگر آپ کی رائے ہو، اے میرے سردار! کہ اس بارے میں مجھ کو تعلیم فرمائیں جس پر میں واقف ہو جاؤں اور اس سے آگے نہ بڑھوں تو ضرور ایسا کریں۔ یہ آپ کی اس حقیر پر ایک بخشش ہو گی۔ تو آپ نے اپنے دستِ اقدس سے یہ توقیع لکھی۔

''تم نے توحید کی بابت مجھ سے سوال کیا ہے اور یہ بات تم سے دُور کی گئی ہے (یعنی اس میں زیادہ غور و خوض کرنا) خدائے تبارک و تعالیٰ ایک ہے، یکتا ہے، بے نیاز ہے۔ نہ خود اس نے کسی کو جَنا، اور نہ دوسرے کے پیٹ سے جَنا گیا۔ اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔ وہ پیدا کرنے والا ہے، خود کسی کا پیدا کیا ہوا نہیں ہے۔ وہ خدائے تبارک و برتر جسم و غیر جسم میں جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور جس طرح چاہتا ہے صورت بناتا ہے۔ خود مصوَّر (تصویر بنایا ہوا) نہیں ہے۔ اس کی تعریفیں جلیل ہیں اس کے نام مقدس ہیں۔ وہ اس سے زیادہ بالاتر ہے کہ کوئی اس کے مشابہ ہو سکے پس وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں۔ اس کے مانند کوئی چیز نہیں ہے بس وہی سمیع (سننے والا) اور بصیر (دیکھنے والا) ہے۔''

معرفتِ پروردگارِ عالم

۳۶۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک اعرابی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے غرائب علم تعلیم فرمایئے۔

Presented by Ziaraat.Com

آپؐ نے فرمایا، تم نے راس علم ہی کی بابت کیا کچھ حاصل کر لیا ہے جو علم کے عجائبات کو پوچھنے لگے۔

اس نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! راسِ علم (علم کی چوٹی) کیا چیز ہے؟

آپؐ نے فرمایا، معرفت خدائے تعالیٰ جو حق معرفت ہے۔

اعرابی نے عرض کی خدائے تعالیٰ کی معرفت (یعنی پوری معرفت)...... حق معرفت کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا، کہ اس کی معرفت اس طرح حاصل کرے کہ ''وہ بے مثل ہے، بیشک وشبہ ہے۔ بے مانند ہے۔ بیشک وہی ایک ہے۔ اکیلا، ظاہر ہے، باطن ہے۔ اوّل ہے، آخر ہے، نہ اس کا کوئی ہمسر ہے، نہ اس کی کوئی نظیر ہے۔'' بس یہ خدا کی پوری معرفت ہے۔

۳۷۔ یـد ۔ جناب ابوالحسن علیہ السلام سے مروی ہے۔

یزید جرجانی کہتا ہے، میں نے حضرت سے دریافت کیا کہ کم از کم آدمی کی معرفتِ پروردگار کتنی ہونی چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا۔ ''اس بات کا اقرار کرنا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کی کوئی شبیہ نہیں۔ اس کی کوئی نظیر نہیں، بیشک وہی قدیم ہے، مثبت ہے، موجود ہے، کبھی مفقود نہ ہوگا، اور یہ کہ اس جیسی کوئی چیز نہیں۔''

فطرت کیا چیز ہے؟

۳۸۔ علاء بن فضل نے جناب صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ کہتے ہیں، کہ میں نے

Presented by Ziaraat.Com

حضرت سے قولِ خدائے تعالیٰ...... فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا (سورۂ روم ۳۰ آیت ۳۰) کی تفسیر دریافت کی۔ آپؑ نے فرمایا فطرت سے مراد وہ فطرت جس پر خدائے تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اس سے مراد توحید ہے یعنی سب کو توحید پر پیدا کیا ہے۔)

☾

عبداللہ رمانی نے حضرت علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار سے، انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار محمد بن علی بن الحسین صلوات اللہ علیہ وعلیہم سے تفسیر کلام پروردگار عالم فطرة الله التی فطر الناس علیها، کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد لا اِلٰهَ الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه علی امیر المومنین، ہے توحید یہاں تک ہے۔ یعنی ان میں سے کسی کا منکر دراصل توحید کا منکر سمجھا جائے گا۔

☾

ذاتِ خدائے تعالیٰ ازلی ہے

۳۹۔ لـی۔ بحذف اسناد۔ بزنطی نے ابوالحسن الموصلی سے اس نے جناب ابوعبداللہ الصادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک عالم علمائے یہود سے امیر المومنین علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کی۔

یا امیر المومنینؑ! متی کان ربك۔ آپ کا پروردگار کب سے ہے؟

آپؑ نے فرمایا، تیری ماں تیرے ماتم میں روئے وہ کب نہ تھا؟ یہاں تک کہ کہا جائے کب سے ہے؟ میرا پروردگار ہر پہلے سے پہلے تھا۔ جس سے قبل کوئی چیز نہیں ہے۔ اور ہر آخر کے آخر رہے گا جس کا کوئی آخر نہیں اور نہ کوئی حد ہے، نہ اس کے انتہا کی کوئی غایت ہے، اس سے تمام ہی انتہائیں منقطع ہیں۔ وہی ہر انتہا کی انتہا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

۴۰۔ مع...... میمون البان نے بیان کیا ہے کہ میں نے جناب صادق علیہ السلام سے سنا، اس وقت جب کہ کسی نے آپ سے اللہ تعالیٰ کے اس کلام کے معنی دریافت کیے تھے۔ ''هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ''۔ (سورۂ حدید ۵۷ آیت ۳)

آپؑ نے فرمایا، وہی اوّل ہے اس سے قبل کوئی اوّل نہیں اور نہ کوئی ابتداء اس سے سابق ہے، اور وہی آخر ہے، اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ جیسا کہ صفات مخلوقین سے سمجھا جاتا ہے۔ (کہ جس کو آخر کہتے ہیں اس کے معنی یہ ہوئے ہیں کہ یہاں اس کی حد ہو گئی، مگر خدائے تعالیٰ اس معنی سے آخر نہیں کہ اس کی کوئی انتہا ہے) لیکن وہ قدیم ہے اوّل ہے آخر ہے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، نہ اس کی کوئی ابتداء ہے نہ انتہا اس پر حدوث واقع نہیں ہوتا، اور نہ وہ ایک حال سے دوسرے حال پر بدلتا ہے۔ ہر چیز کا (وہی) خالق ہے۔

۴۱۔ ید...... ابوبصیر سے روایت ہے کہ جناب صادق علیہ السلام نے (ایک مرتبہ) ایک ڈبا نکالا جس کے اندر ایک پرچہ تھا۔ اس میں یہ لکھا ہوا تھا۔

''پاک ہے وہ معبود یکتا جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ قدیم ہے۔ پیدا کرنے والا ہے۔ اس کی کوئی ابتدا نہیں۔ (دائم ہے جس کے واسطے فنا نہیں، زندہ ہے جس کے واسطے موت نہیں، ہر دیکھی اور نہ دیکھی ہوئی چیزوں کا خالق ہے۔ بغیر تعلیم کیے ہوئے ہر شئے کا عالم ہے۔ وہی وہ معبود ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔''

۴۲۔ ید...... جناب صادق علیہ السلام سے محمد بن سماعہ نے روایت کی کہ راس

Presented by Ziaraat.Com

الجالوت[1] نے ایک مرتبہ یہودیوں سے کہا، کہ مسلمانوں کا یہ دعویٰ ہے کہ علی علیہ السلام بڑے بحث کرنے والے اور سب سے بڑھ کر عالم ہیں، ہمیں ان کے پاس لے چلو، تاکہ میں ان سے ایک سوال کروں اور انہی کو اس میں مخاطب قرار دوں...... پس حضرت کے پاس لایا گیا:

اس نے کہا،...... یا امیر المومنین ہمارا پروردگار کب سے ہے؟

آپؑ نے فرمایا،...... اے یہودی! "کب سے ہے۔" تو اُس کو کہا جاتا ہے جو کبھی نہ رہا ہو اور پھر موجود ہو گیا ہو۔ وہ تو بغیر کَیْنُونِیّت کے موجود ہے، اور بغیر کسی کیفیت کے موجود تھا۔ اے یہودی! اُس کے لیے قبل کیوں کر ہو سکتا ہے۔ حالانکہ وہ ہر قبل سے قبل ہے۔ نہ اس کی کوئی حد ہے نہ کوئی انتہا ہے اور نہ کوئی منتہیٰ ہے جس تک وہ ختم ہو۔ اس سے تو تمام انتہائیں منقطع ہیں، وہی ہر حد کی حد ہے......"

یہ سن کر اس یہودی نے کہا۔ "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا دین سچا ہے اور جو مذہب اس مذہب کے مخالف ہے وہ باطل ہے۔"

☾

۴۴۔ نص...... یونس بن ظبیان نے روایت کی ہے۔

کہتے ہیں کہ میں جناب صادق جعفر بن محمد علیہما السلام کے پاس گیا، اور عرض کی:

یا ابن رسولؐ اللہ! میں (امام) مالک اور ان کے اصحاب کے پاس گیا تھا۔ وہاں سنا کہ بعض تو کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کے چہرہ ہے جیسے عام لوگوں کے چہرے ہوتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں، اس کے دو ہاتھ ہیں، اور خدائے تعالیٰ کے اس کلام سے سند لاتے ہیں،...... بِيَدَيَّ اَسْتَكْبَرْتَ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک تیس برس کے جوان کی صورت میں ہے۔" تو، یا ابن رسولؐ اللہ! اس معاملہ میں آپ کیا فرماتے ہیں۔

(راوی) کہتا ہے کہ آپؑ تکیہ لگائے ہوئے تھے، سیدھے ہو بیٹھے فرمایا:

---

[1] غالباً اس سے مراد یہودیوں کا لارڈ پادری ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

خدایا! معاف کرنا، معاف کرنا (توبہ، توبہ)

پھر فرمایا: یونس! جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بھی ویسا ہی چہرہ ہے جیسے اور لوگوں کے چہرے ہیں۔ وہ مشرک ہے اور جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ویسے ہی ہاتھ پاؤں ہیں جیسے مخلوقات کے، وہ کافر ہے (خدا کا منکر ہے) اس کی گواہی نہ قبول کرنا، اور نہ اس کا ذبح کیا ہوا جانور کھانا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے بالاتر ہے جو صفت مخلوقات سے خدا کو تشبیہ دینے والے کہتے ہیں۔ وجہ اللہ سے مراد اس کے انبیاء و اولیاء ہیں (جن کے توسط اور ذریعے سے خدا تک رسائی ہو سکتی ہے)

اور یہ جو خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے خَلَقْتُ بِیَدَیَّ اَسْتَکْبَرْتَ (سورۂ ص ۳۸ آیت ۷۵) اس میں ید سے مراد قدرت ہے۔ (یعنی اے ابلیس! میں نے تجھ کو اپنی قدرت سے پیدا کیا۔ پھر بھی تو متکبر بن گیا؟ جیسا کہ اس کے کلام وَ اَیَّدَکُمْ بِنَصْرِہٖ (سورۂ انفال ۸ آیت ۲۶) میں ہے۔ (جس کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے تم کو اپنی نصرت سے قدرت و قوت دی)۔ پس جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کسی چیز کے اندر ہے یا کسی چیز پر ہے (جیسے بعض لوگ کہتے ہیں کہ خدا آسمان پر ہے یا عرش پر ہے) یا ایک حالت سے دوسری حالت میں آ جاتا ہے۔ یا اس سے کوئی چیز خالی ہے۔ یا اس سے کوئی چیز بھری ہوئی ہے (یعنی کسی جگہ نہیں ہے کسی جگہ موجود ہے) تو وہ خدائے تعالیٰ کو مخلوقین کے صفات سے متصف کرتا ہے۔ حالانکہ خدائے تعالیٰ ہر شئے کا خالق ہے۔ وہ اندازہ سے قیاس نہیں کیا جا سکتا، اور نہ وہ آدمیوں سے مشابہ ہے۔ نہ اس سے کوئی جگہ خالی ہے، نہ اس سے جگہ بھری ہوئی ہے۔ وہ باوجود دوری کے قریب ہے اور باوجود نزدیکی کے دور ہے۔

یہ ہے ہمارا پروردگار جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس جو شخص اس صفت سے خدا کو دوست رکھے اور اس کا ارادہ کرے وہ موحد ہے اور جو کوئی اس صفت کے علاوہ کسی اور صفت

Presented by Ziaraat.Com

سے اس کو دوست رکھے اس سے خدا بھی الگ ہے اور ہم بھی اس سے الگ ہیں۔"

کیا اللہ ہر شب پہلے آسمان پر اُتر آتا ہے

۳۴۳۔ ابن ابی محمود سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام رضا علیہ السلام سے عرض کی۔

یا ابن رسولؐ اللہ! آپ اس حدیث کی بابت کیا فرماتے ہیں جسے لوگ جناب رسول خدا سے روایت کرتے ہیں کہ "خدائے تبارک وتعالیٰ ہر شب میں نیچے والے آسمان[1] پر اُتر آتا ہے۔" (جیسا کہ مؤطا ابن مالک میں موجود ہے)

آپؑ نے فرمایا، خدا لعنت کرے ان لوگوں پر جو باتوں میں تحریف کر دیتے ہیں۔ (اور اس کے مقام سے ہٹا دیتے ہیں)۔ خدا کی قسم رسولؐ اللہ نے ایسا نہیں فرمایا۔ بلکہ آپؐ نے یہ فرمایا تھا کہ......

> "خدائے تعالیٰ ایک فرشتے کو نیچے والے آسمان پر نازل فرماتا ہے ہر شب کی پچھلی تہائی میں اور ہر شب جمعہ کے ابتدائی حصے میں، اور اس کو حکم دیتا ہے کہ ندا کرے "ہے کوئی سوال کرنے والا، کہ میں اسے عطا کروں، ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں، ہے کوئی استغفار کرنے والا کہ میں اسے بخش دوں، اے طالب خیر متوجہ ہو، اے طالب شر کمی کر، پس برابر وہ فرشتہ یہ پکارتا رہتا ہے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہ۔ جب صبح ہو جاتی ہے تو ملکوت آسمان میں اپنے مقام پر واپس چلا جاتا ہے۔"

---

[1] جیسا کہ موطا ابن مالک میں موجود ہے۔ میں نے بچشم خود دیکھا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اس حدیث کو میرے پدرِ بزرگوار نے اپنے جدِ بزرگوار سے انہوں نے اپنے آبائے طاہرین سے، انہوں نے رسولؐ خدا سے روایت کیا ہے۔" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۴۵۔ یـد...... ابراہیم بن محمد ہمدانی کہتے ہیں کہ:

میں نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ "ہم سے پہلے کچھ لوگ آپ کے موالیّن (دوستوں) میں سے توحید میں اختلاف کرتے تھے۔ بعض کہتے تھے، خدائے تعالیٰ کے جسم ہے، بعض کہتے تھے اس کی کوئی صورت ہے۔"

تو حضرت نے اس کے جواب میں لکھا (یہ غلط ہے کہ خدائے تعالیٰ کے جسم ہو یا صورت ہو)۔

"پاک ہے وہ معبود جس کی کوئی تحدید (حد) نہیں ہے، اور نہ اس کا وصف بیان ہو سکتا ہے۔ اس کے مانند کوئی چیز نہیں ہے۔ بس وہی سمیع وعلیم ہے یا حضرت نے بجائے علیم کے بصیر فرمایا۔ (راوی کو اس لفظ میں اشتباہ ہے۔)

اللہ کو مکان کے ساتھ موصوف کر سکتے ہیں

۴۶۔ ثابت بن دینار سے مروی ہے کہ:

میں نے جناب امام زین العابدین علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے دریافت کیا کہ آیا خدائے تعالیٰ کو مکان کے ساتھ موصوف کر سکتے ہیں؟ (یعنی اس کے لیے جگہ یا مکان تجویز کر سکتے ہیں کہ فلاں جگہ ہے۔)

آپؑ نے فرمایا: "پروردگارِ عالم اس سے بالاتر ہے (کہ کسی جگہ پر پایا جائے۔"

میں نے عرض کی، پھر اپنے نبی کو آسمان پر کیوں بلایا؟

Presented by Ziaraat.Com

آپؑ نے فرمایا: اس لیے کہ ان کو آسمان اور جو کچھ اس میں عجائب صنعت وغرائب خلقت ہے دکھائے۔

میں نے عرض کی، پھر یہ جو خدا نے فرمایا ہے۔ دَنَا فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (سورۂ نجم ۵۳ آیت ۹) یعنی رسولؐ ہمارا قریب ہوا پھر جھکا تو دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا۔ یا اس سے بھی کم۔

آپؑ نے فرمایا؛...... یہ اس طرح ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا پردہ ہائے نور سے قریب ہوئے اور ملکوت السموٰت کو ملاحظہ فرمایا، پھر جھکے تو اس کے ماتحت ملکوت زمین کو ملاحظہ فرمایا، یہاں تک کہ خیال فرمایا کہ گویا مع زمین سے اس قدر قریب ہوں کہ صرف دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا ہے[1] یا اس سے بھی کم۔

کیا آسمان وزمین چھ دن میں پیدا کیے گئے

۴۷۔ ی۔ د۔ ن...... تمیم قریشی نے اپنے باپ سے اس نے احمد بن علی انصاری سے اس نے ہروی سے روایت کی ہے کہ مامون نے ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام سے خدائے تعالیٰ کے اس قول کی تشریح پوچھی: وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ (سورۂ ہود ۱۱ آیت ۷) ''وہی وہ خدا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔''

---

[1] نہ یہ کہ جیسا عالم لوگ اس آیت کے معنی سمجھتے ہیں کہ جناب رسالتمآبؐ خدائے تعالیٰ سے اس قدر قریب ہوئے کہ ان میں اور خدائے تعالیٰ میں دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا اگر ایسا ہو تو پروردگار عالم کا مکانی یعنی محتاج مکان ہونا لازم آئے گا حالانکہ وہ زمانے کا محتاج ہے نہ مکان کا، وہ ہر جگہ موجود ہے اور پھر کہیں نہیں اس کی نشست کی کوئی خاص جگہ نہیں ہے ورنہ وہ جسم ہوگا اور جب جسم ہوگا تو ضرورت حادث ہوگا اور جب حادث ہوگا تو قدیم نہ رہ سکے گا حالانکہ وہ بذاتہٖ قدیم ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

تو آپؑ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے عرش اور پانی اور فرشتوں کو قبل آسمان و زمین کے پیدا کرنے کے خلق فرمایا تھا۔ فرشتے اپنے تئیں دیکھ کر اور عرش اور پانی کو دیکھ کر خدائے تعالیٰ کے وجود کو سمجھتے تھے۔ پھر پروردگار عالم نے اپنے عرش کو پانی پر قائم کیا تا کہ اس سے اپنی قدرت (فرشتوں پر) ظاہر کرے۔ اور تا کہ فرشتے یہ جان لیں کہ وہ ہر شئے پر قادر ہے۔ پھر اپنی قدرت سے عرش کو بلند کیا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پر منتقل فرمایا اور اسے ساتویں آسمان کے اوپر قرار دیا۔ پھر چھ روز میں آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ درآنحالیکہ وہ عرش پر غالب تھا اور اس بات پر قادر تھا کہ ان سے آسمانوں کو چشم زدن میں پیدا کرے (معلوم ہوا کہ جو لوگ استویٰ علی العرش کے معنی خدا کے بیٹھنے کے لیتے ہیں، وہ غلط ہے۔ بلکہ استویٰ کے معنی غلبہ اور قدر کے ہیں) لیکن اس نے چھ روز میں اس لیے پیدا کیا کہ فرشتوں پر رفتہ رفتہ ظاہر کرے کہ وہ کیوں کر کسی چیز کو خلق فرماتا ہے۔ تا کہ اس طرح کے حدوث سے وہ خدائے عزوجل کے وجود کو مرۃً بعد اخریٰ (آہستہ آہستہ رفتہ رفتہ) سمجھ سکیں، اس نے اس لیے تو نہیں پیدا کیا کہ اسے اس بات کی کچھ غرض تھی کیونکہ وہ عرش (تخت) سے غنی ہے (اس کو بیٹھنے کی تو ضرورت ہی نہیں جس لیے اس نے تخت بنایا ہو) اور (نیز) وہ تمام مخلوقات سے مستغنی ہے۔ اس کو یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ وہ عرش پر بیٹھا ہے کیونکہ وہ جسم نہیں رکھتا۔ پروردگار عالم اپنی مخلوقات کی صفات سے بہت بالاتر ہے۔"

☾

۴۸۔ یـد۔ مع۔ ن...... معاذی نے احمد ہمدانی سے، اس نے علی بن فضال سے روایت کی ہے کہ:

میں نے امام رضا علی بن موسیٰ علیہ السلام سے اس قول خدا کی تفسیر دریافت کی:
كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (سورۂ مطففین ۸۳ آیت ۱۵) "بیشک وہ لوگ

Presented by Ziaraat.Com

(گناہگار) اپنے پروردگار کے (دیکھنے سے) اس دن (قیامت میں) روکے جائیں گے (جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کسی مقام پر بیٹھا ہوگا اور اس کے اور ان گناہگاروں کے درمیان پردہ حائل ہوگا جس سے یہ لوگ اسے نہ دیکھ سکیں گے)۔

تو آپ نے فرمایا: خداوند تبارک و تعالیٰ کی صفت مکان سے نہیں کی جاسکتی۔ (یعنی اس کو یہ بات کہنا جائز نہیں ہے کہ وہ فلاں مقام پر ہے) کہ اس میں وہ داخل ہو اور وہاں رہ کر اپنے بندوں سے چھپے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہے کہ گناہگار لوگ اپنے پروردگار کے ثواب سے محجوب یعنی محروم رہیں گے۔

راوی کہتا ہے، پھر میں نے حضرت سے خدائے تعالیٰ کے اس کلام کے بارے میں دریافت کیا: وَجَآءَ رَبُّکَ وَالْمَلَکُ صَفًّا صَفًّا (سورۂ فجر ۸۹ آیت ۲۲) ''اور آیا تیرا پروردگار اور فرشتے صف بصف'' (جس سے پروردگار کا آنا جانا بظاہر ثابت ہوتا ہے۔)

تو آپ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کی صفت آنا جانا نہیں ہے وہ انتقال و تبدیل مکان سے بالاتر ہے۔ بلکہ اس آیت میں اس کی مراد یہ ہے کہ (قیامت کے دن) تیرے پروردگار کا حکم آئے گا اور فرشتے بھی صف بصف آئیں گے۔ (یہاں مضاف محذوف ہے یعنی ...... جآء امر ربك (امر) محذوف ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ خدائے تعالیٰ کے اس کلام کا کیا مطلب ہے: هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِىْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ (سورۂ بقرہ ۲ آیت ۲۱۰) ''جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور فرشتے قیامت میں بادل کے سائے میں ہو کر آئیں گے''۔)

آپ نے فرمایا: دراصل آیت اس طرح ہے...... هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ بِالْمَلٰٓئِكَةِ فِىْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ ''یعنی یہ کہ پروردگار عالم فرشتوں کو ابر کے سائے

Presented by Ziaraat.Com

میں لائے گا۔ نہ یہ کہ خود اور فرشتے ساتھ ساتھ ابر کے سائے میں آئیں گے) یہ آیت دراصل اس طرح نازل ہوئی تھی (محرفین نے تحریف کر دی ہے) اور کہہ دیا کہ یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملائکۃ ہے)۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے حضرت سے خدائے تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر دریافت کی سخر اللہ منھم اللہ یستھزء بھم مکروا و مکر اللہ یخادعون اللہ و ھو خادعھم (سورۂ نساء۴ آیت ۱۴۲) (اللہ نے ان سے مذاق کیا، اللہ ان سے مذاق کرتا ہے۔ انہوں نے مکر (حیلہ) کیا اور اللہ نے بھی مکر (حیلہ) کیا۔ وہ اللہ کو دھوکا دیتے ہیں اور اللہ ان کو دھوکا دیتا ہے؟)

آپؑ نے فرمایا، خدائے تعالیٰ مذاق نہیں کرتا، اور نہ مسخرا پن کرتا ہے، نہ مکر کرتا ہے، نہ فریب۔ لیکن (مطلب ان آیتوں کا یہ ہے) کہ وہ ان کو بدلہ دیتا ہے ان کے مذاق کا، ان کے تمسخر کا، ان کے مکر کا، ان کے فریب کا۔ (تو مطلب سخر اللہ منھم کا یہ ہوا کہ جب وہ اللہ سے مذاق کرتے ہیں تو اللہ، ان کو اس مذاق کا مزہ چکھائے گا، اور اس کا ان کو بدلہ دے گا، سزا دے گا، عذاب میں مبتلا کرے گا۔ نہ یہ کہ اللہ خود بھی ان سے مذاق کرے گا، یا کرتا ہے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ ایسا کرے۔ جب ایک معمولی شخص اس کو پسند نہیں کرتا تو پھر اللہ تعالیٰ کیوں کر پسند کرے گا، اور علیٰ ہذا القیاس اور آیتوں کا بھی یہی مطلب ہے۔ ''مکروا و مکر اللہ'' کے یہ معنی ہیں کہ وہ خدا سے مکر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس مکر کا ان کو مزہ چکھائے گا۔ اور عذاب میں مبتلا کرے گا۔) خدائے تعالیٰ اس سے بہت برتر ہے جو ظالمین (اس کی شان میں) کہتے ہیں۔''

۴۹۔ کش...... عبدالملک بن ہشام خیاط۔ راوی ہے کہ:

Presented by Ziaraat.Com

میں نے ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے عرض کی کہ میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں (مجھ کو خدا آپ پر قربان کرے)

آپ نے فرمایا: اے جبل کیا پوچھتے ہو پوچھو۔

میں نے عرض کی "میں آپ پر فدا ہوں، ہشام بن سالم کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ صورۃ (صورۃ والا) ہے اور یہ کہ آدمؑ اپنے پروردگار کی صورت پر پیدا کیے گئے تھے اور وہ (ہشام) یہ بھی بیان کرتا ہے "اور یہ بھی" (میں نے اپنے پہلو اور سر کے بالوں کی طرف اشارہ کیا) یعنی حضرت کو بتایا کہ ہشام کہتا ہے کہ اللہ کے پہلو بھی ہے اور سر کے بال بھی ہیں۔

اور یونس مولائے ال یقطین اور ہشام بن الحکم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک شئے مثل اور چیزوں کے ہے اور یہ کہ یہ تمام اشیاء اس سے جدا بھی ہیں، اور وہ ان اشیاء سے جدا ہے۔ (یعنی ہے تو وہ انہی چیزوں کے مانند مگر صورت میں فرق ہے۔) یہ دونوں یہ بھی کہتے ہیں کہ کوئی چیز اس طرح ثابت کی جاسکتی ہے کہ اس کو جسم کہا جائے۔ لہٰذا پروردگار جسم ہے مگر اور جسموں جیسا نہیں ہے۔ اور ایک شئے ہے مگر اور اشیاء کے مانند نہیں ہے، موجود ہے، غائب نہیں ہے اور نہ معدوم ہے۔ دونوں حدِ ابطال وتشبیہ سے خارج ہے۔ (یعنی نہ معدوم محض ہے اور نہ کسی چیز سے مشابہ ہے۔ مگر جسم ضرور ہے۔) تو میں ان دونوں قولوں میں کس کو تسلیم کروں؟

حضرت نے فرمایا کہ ابوعبداللہ (امام جعفرؑ صادق) نے ارشاد فرمایا ہے کہ "اس نے تو خدا کے ثابت کرنے کا قصد کیا تھا لیکن اس نے خدا کو اس کی مخلوقات سے مشابہ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر ہے، اس کی کوئی شبیہ نہیں ہے نہ اس کا مثل ہے، نہ کوئی اس کے برابر ہے، نہ اس کی کوئی نظیر ہے، نہ وہ کسی مخلوق کی صفت پر ہے۔ (اے جبلی) تم اس بات کو تسلیم نہ کرو جو ہشام بن سالم نے کہا ہے۔ بلکہ وہ تسلیم کرو جو مولائے ال یقطین اور اس کا

Presented by Ziaraat.Com

ساتھی کہتا ہے۔

راوی کہتا ہے، میں نے عرض کی جو کوئی مسئلہ توحید میں ہشام کا مخالف ہو، اس کو زکوۃ دی جائے؟

''آپؑ نے سر سے اشارہ کیا کہ نہیں''۔

خدائے تعالیٰ جسم وجسمانیت سے منزہ ہے

۵۰۔ لـــی ...... ابوبصیر نے جناب ابوعبداللہ الصادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

آپ نے فرمایا،''ان اللـه تبارك و تعالىٰ لا يوصف بزمان ولا مكان ولا حركة ولا انتقال ولاسكون''

''بیشک اللہ تعالیٰ کو زمانے، مکان، حرکت، انتقال اور سکون کے ساتھ صفت کرنی جائز نہیں ہے۔ (یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ وہ کسی زمانے میں تھا، یا ہے، یا ہوگا، یا فلاں زمانے سے موجود ہے۔ فلاں زمانے تک رہے گا۔ نہ یہ کہنا جائز ہے کہ خدائے تعالیٰ فلاں مقام پر ہے۔ یا یہ کہ بحرکت چلتا پھرتا ہے۔ یا یہ کہ کہیں بیٹھا ہوا ہے۔ یا یہ کہ ایک حالت سے دوسری حالت، یا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا رہتا ہے۔ یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ ان سب حالتوں سے منزہ اور پاک ہے) بلکہ اس نے زمانے کو پیدا کیا ہے، اس نے مکان (ہر جگہ) کو پیدا کیا ہے اسی نے حرکت وسکون وانتقال کو پیدا کیا ہے۔ (یہ سب اس کی مخلوقات ہیں۔ پھر اس میں خود یہ باتیں کیوں کر داخل ہوسکتی ہیں) یہ ظالمین جو کہتے ہیں اس سے خدائے تعالیٰ بہت بلند و برتر ہے''۔

خدائے تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا

۵۱۔ لـــی ...... عبداللہ بن سنان نے اپنے باپ سے روایت کی ہے:

Presented by Ziaraat.Com

وہ کہتے ہیں کہ میں ابو جعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپؑ کے پاس ایک خارجی المذہب آدمی بھی آیا، اور عرض کی، یا ابا جعفرؑ تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟

فرمایا...... اللہ کی۔

اس نے کہا...... کیا آپؑ نے اسے دیکھا ہے۔

فرمایا...... لم تره العیون بمشاهدة العیان و رائة القلوب بحقائق الایمان ''آنکھوں نے تو اس کو مشاہدۂ ظاہری سے ہرگز نہیں دیکھا، (اور نہ آنکھوں سے دیکھنے کی چیز ہے) (لیکن) دلوں نے ایمان کی حقیقتوں سے (یا حقیقی ایمان کے ذریعے سے) اسے دیکھا ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ آنکھ سے نہیں دکھائی دے سکتا، ہاں البتہ اس کے وجود کا یقین کرتے ہیں اور یہی دل کا یقین کرنا گویا اس کو دیکھنا ہے۔ کیونکہ دیکھنے کا نتیجہ بھی یقین ہی ہے اور دل سے معلوم کرنے کا نتیجہ بھی یقین ہے۔

☪

۵۲۔ یـــد لـــی...... اصبغ سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے حضور میں ایک شخص کھڑا ہوا۔ جس کا نام دغلب تھا اور عرض کی یا امیر المومنینؑ'' هــل رایت ربك '' کیا آپؑ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے۔

فرمایا، ویلك یا دعلب ''وائے ہو تجھ پر اے دغلب''۔ میں ایسا شخص نہیں ہو جو اُن دیکھے خدا کی عبادت کروں۔

اس نے عرض کی پھر کیوں کر آپؑ نے اس کو دیکھا؟

فرمایا۔ لم تره العیوب بمـــشاهدة الابصار ولكن رائة القلوب

Presented by Ziaraat.Com

بحقائق الایمان ''آنکھوں نے اس کو مشاہدۂ بصری سے ہرگز نہیں دیکھا ہے لیکن دلوں نے ایمانی حقیقتوں سے اس کو دیکھا ہے۔''

افسوس اے دعلب! بیشک میرا پروردگار دوری، حرکت، سکون، قیام، سیدھے کھڑے ہونے، آنے، جانے سے موصوف نہیں ہوتا۔ (یعنی یہ باتیں اس میں نہیں ہیں۔) وہ لطیف ہے مگر اس کی صفت لطف (لطافت و باریکی) نہیں ہے۔ بڑی عظمت والا ہے۔ مگر اس کو بڑا ہونے سے موصوف نہیں کر سکتے۔ (یعنی یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ بڑا سا ہے، جیسے پہاڑ، یا آسمان وغیرہ) بڑی بزرگی والا ہے، مگر اس کی صفت کبر (بزرگی اور بڑائی) نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ایسا بڑا ہے جیسے کھجور کا درخت۔) بڑی جلالت والا ہے مگر اس کو صفت غلظ (موٹا ہوتا) نہیں ہے۔ (یعنی جیسے اس کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ موٹا تازہ ہے مثل انسان وغیرہ کے)۔ بڑا مہربان ہے مگر اس کی صفت رقت نہیں ہے (یعنی جیسے انسان کو مہربانی اس وقت عارض ہوئی ہے جب اس کے دل میں رقت اور نرمی پیدا ہو۔ خدا کے دل ہی نہیں جس میں رقت و نرمی پیدا ہو۔) مومن ہے مگر عبادت کی وجہ سے مومن نہیں کہا جاتا۔ (یعنی اس کا نام مومن بھی ہے مگر اس لحاظ سے اس کو مومن نہیں کہتے جس لحاظ سے کسی انسان عبادت گزار کو مومن کہتے ہیں۔) ہر چیز کا ادراک کرنے والا ہے مگر چھوکر اور ٹٹول کر نہیں۔ بات کرنے والا ہے مگر زبان سے لفظ نکال کر نہیں۔ (کیونکہ وہ زبان نہیں رکھتا، جیسے انسان وغیرہ کی زبان ہوتی ہے)۔ وہ ہر چیز میں موجود ہے۔ (یعنی اس کے آثار قدرت وصفت ہر شئے سے نمایاں ہیں) مگر کسی چیز سے مخلوط وممزوج نہیں ہے۔ ہر شئے سے خارج ہے مگر اس سے بالکل مبائن اور الگ نہیں ہے (کہ اس کی حالت کو نہ جان سکے، بلکہ ہر شئے سے خارج ہے اور پھر اس کی حقیقت کو جانتا ہے) ہر شئے سے اوپر ہے مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں شئے کے اوپر بیٹھا ہے (یا موجود ہے) ہر شئے کے سامنے موجود ہے۔ مگر اس کو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں شئے کے آگے یا سامنے ہے۔ ہر چیز کے

Presented by Ziaraat.Com

اندر داخل ہے (ہر چیز کی اندرونی حالت کو جانتا ہے) مگر اس طرح نہیں جیسے ایک چیز دوسری چیز کے اندر ہوتی ہے۔ (جیسے پانی برتن میں)۔ ہر چیز سے خارج بھی ہے مگر نہ اس طرح جیسے ایک چیز کسی دوسری چیز سے خارج ہوتی ہے۔"

"یہ سن کر دغلب بیہوش ہو گیا۔"

۵۳۔ لـی...... جناب امام رضا علیہ السلام سے ابن بزیع نے قول خدائے تعالیٰ "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ" (سورۂ انعام ۶ آیت ۱۰۳) کی تفسیر میں سنا کہ آپؑ نے فرمایا: (جب) دل کے خیالات ہی اس کا ادراک نہیں کر سکتے تو آنکھوں کی بصارتیں کیوں کر اس کو دیکھ سکتی ہیں (یعنی جب پروردگار عالم کی کنہ ذات کو وہم و خیال بھی نہیں پا سکتا جو آنکھ سے زیادہ قوی ہے۔ تو بھلا آنکھ کی کیا طاقت ہے کہ اس کو دیکھ سکے۔)

۵۴۔ مـض...... ابن ابی عمیر نے ہشام سے روایت کی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ میں جناب صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ معاویہ بن وہب اور عبدالملک بن اعین آ گئے۔ معاویہ بن وہب نے حضرت سے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! آپ اس حدیث کی بابت کیا فرماتے ہیں جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ:

"رسولؐ خدا نے اپنے پروردگار کو دیکھا"

آخر کس صورت میں خدا کو حضرتؐ نے دیکھا۔ اور اس حدیث کی بابت آپؑ کیا فرماتے ہیں جسے روایت کرتے ہیں کہ:

"مومنین اپنے پروردگار کو جنت میں دیکھیں گے۔"

آخر کس صورت میں خدا کو دیکھیں گے؟

Presented by Ziaraat.Com

یہ سن کر آپؑ متبسم ہوئے، پھر فرمایا:

معاویہ! کیسا بُرا حال اس شخص کا ہوگا جس کی عمر ستر یا اسی برس کی ہو جائے اور اتنے دنوں تک وہ ملک خدا میں اپنی زندگی بسر کرے اور اس کی نعمتیں کھائے، پھر بھی اپنے معبود کو جیسا چاہیے تھا نہ پہچانتا ہو۔

پھر فرمایا: آپؑ نے، معاویہ! بیشک ہرگز محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پروردگار تبارک و تعالیٰ کو مشاہدۂ ظاہری سے نہیں دیکھا۔ (یعنی آنکھوں سے)۔ دیکھنا دو طرح کا ہوتا ہے۔

ایک دل سے دیکھنا (یعنی دلی یقین)

دوسرے، آنکھ سے دیکھنا۔ تو جو کوئی یہ مراد لیتا ہے کہ حضرت نے دل کی آنکھوں سے خدا کو دیکھا، وہ تو ٹھیک کہتا ہے، اور جو یہ مراد لیتا ہے کہ آنکھ سے حضرت نے خدا کو دیکھا، وہ خدا اور آیات خدا کا منکر ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے، ''جو شخص خدا کو اس کی مخلوقات سے مشابہ کرے، وہ کافر ہے''۔

میرے پدر بزرگوار نے اپنے پدر بزرگوار سے، انہوں نے امام حسینؑ بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے روایت کی ہے۔

فرمایا کہ امیرالمومنین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تھا کہ اے رسولؐ اللہ کے بھائی! کیا آپؑ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟

تو فرمایا: کہ میں کیوں کر ایسے خدا کی عبادت کر سکتا ہوں جس کو میں نے دیکھا ہی نہیں۔ (مگر) آنکھوں نے مشاہدۂ ظاہری سے اس کو ہرگز نہیں دیکھا، لیکن دل نے ایمان کی حقیقت سے اسے دیکھا ہے۔ (یعنی دل سے اس کی ذات اور اس کے وجود کا یقین حاصل ہوا ہے۔)

Presented by Ziaraat.Com

اور جب کہ کوئی مومن اپنے پروردگار کو آنکھ سے دیکھ سکتا ہو تو، (تم جانتے ہی ہو کہ) جس چیز کو آنکھ سے دیکھنا ممکن ہے وہ مخلوق اور پیدا کی ہوئی چیز ہے اور ہر مخلوق کے لیے ایک خالق کی ضرورت ہے۔ (جس نے اسے پیدا کیا ہو۔) تو اس وقت اس نے خدا کو حادث بنا دیا، مخلوق بنا دیا۔ (کیونکہ جب ہر دیکھی ہوئی چیز مخلوق و حادث ہے، تو خدا بھی جب آنکھوں سے دیکھا گیا، تو ضروری ہوا کہ وہ مخلوق و حادث ہو۔) حالانکہ جس نے خدائے تعالیٰ کو اس کی مخلوقات سے مشابہ بتایا وہ مشرک ہے۔ ان لوگوں کی حالت پر افسوس ہے (جو دیدار خدا کے قائل ہیں) کیا انہوں نے خدا کے اس کلام کو نہیں سنا کہ فرماتا ہے:

"لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَ هُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ" (سورۂ انعام ۶ آیت ۱۰۳) "آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں (لیکن) وہ خود تمام آنکھوں کو دیکھتا اور جانتا ہے اور وہی لطیف و خبیر ہے"۔

(اور کیا انہوں نے خدائے تعالیٰ کے) اس کلام کو (نہیں سنا کہ فرماتا ہے۔) "لَنْ تَرَانِي وَ لٰكِنِ انْظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي" (سورۂ اعراف ۷ آیت ۱۴۳) (اے موسیٰ تم) مجھ کو آنکھ سے ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن اس پہاڑ کی طرف نظر کرو، پس اگر یہ ٹھہرا رہے اپنی جگہ پر تو عنقریب مجھ کو دیکھو گے"۔

"فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا" (حالانکہ جب پروردگار کا جلوہ ہوا (یعنی اس کی پیدا کی ہوئی روشنی کوہ طور پر چمکی) تو پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ حالانکہ اس کے (پیدا کیے ہوئے) نور میں پہاڑ پر اتنی روشنی نکلی تھی جیسے سوئی کے سوراخ سے نکلتی ہے۔ تو زمین بھی پھٹ گئی۔ پہاڑ بھی چیخ اٹھے (ریزہ ریزہ ہو گئے) حضرت موسیٰ بھی بیہوش ہو گئے۔ جب افاقہ ہوا، اور ان کی روح ان کے بدن میں واپس کی گئی۔ تو عرض کی، (جناب باری تعالیٰ میں)۔

"سبحانک تبت الیک" (اے پروردگار) تو پاک ہے میں تجھ سے توبہ کرتا

Presented by Ziaraat.Com

ہوں۔" (یہ توبہ) ان لوگوں کی گفتگو سے جو یہ کہتے ہیں کہ تو دکھائی دے سکتا ہے، اور میں اس معرفت کی طرف رجوع کرتا ہوں جو تیری نسبت مجھ کو حاصل تھی۔ کہ آنکھیں تجھ کو نہیں دیکھ سکتیں۔ اور (اب) میں پہلا ایمان لانے والا، اور پہلا اقرار کرنے والا ہوں، کہ ضرور تو تو خود (ہر چیز کو) دیکھتا ہے اور (مگر) تو دیکھا نہیں جا سکتا۔ اور تو منظر اعلیٰ پر ہے۔ (یعنی تجھ پر نظر نہیں پڑ سکتی۔)

پھر حضرت نے فرمایا: افضل فرائض اور واجب ترین واجبات انسان پر خدائے تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنی ہے اور اس کی بندگی کا اقرار کرنا۔ اور حد معرفت یہ ہے کہ جان لے، سوائے اس کے کوئی معبود نہیں ہے، نہ اس کی شبیہ ہے اور نہ نظیر۔ اور اس بات کو پہچانے کہ وہ قدیم ہے۔ (ہمیشہ سے ہے) ثابت ہے۔ موجود ہے کبھی کھویا نہ جائے گا (یعنی معدوم نہ ہوگا) بغیر کسی شبیہ یا مبطل (نقصان پہنچانے والی صفت) کے موصوف ہے۔ اس کے مانند کوئی چیز نہیں ہے اور وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ اور اس کے بعد رسول کی معرفت اور نبوّت کی گواہی دینا، اور ادنیٰ درجہ معرفت رسول کا ان کی نبوت کا اقرار کرنا ہے اور یہ کہ جو کچھ وہ لائے، خواہ کتاب ہو یا امر و نہی ہو، وہ خدائے عزوجل کی طرف سے ہے۔ اور اس کے بعد امامؑ کی معرفت ہے جس کی معرفت سے خدا کی نعمت اور صفت اور اسم کو حال عسر و آسائش میں تم پورا کرتے ہو۔ اور ادنیٰ درجہ معرفت امامؑ کا یہ ہے کہ وہ نبی کے برابر ہے مگر درجۂ نبوت امامؑ میں نہیں ہے اور یہ کہ امام کی اطاعت عین خدا اور رسولؐ کی اطاعت ہے۔ اور اس کے حکم کو ماننا ہر امر میں، اور اس کی طرف رجوع کرنا اور اس کے قول پر عمل کرنا، اور اس بات کو جاننا کہ امامؑ بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور بعد ان کے امام حسن علیہ السلام، پھر امام حسین علیہ السلام، پھر علی بن الحسین علیہ السلام، پھر محمد بن علی (امام محمد باقر) علیہ السلام پھر میں (امام جعفر صادق) علیہ السلام پھر میرے بعد موسیٰ (کاظمؑ) میرے بیٹے اور

Presented by Ziaraat.Com

ان کے بعد علیؑ (رضا) ان کے بیٹے، اور بعد علیؑ (بن موسیٰ رضا) کے ان کے بیٹے محمد (تقی) اور بعد محمد کے ان کے بیٹے علی (نقی) اور بعد علی (نقی) کے ان کے بیٹے (امام) حسنؑ (عسکری) اور بعد امام حسن عسکریؑ کے ان کے بیٹے (امام) حضرت حجتؑ ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا، اے معاویہ! میں نے تمہارے سامنے اس معاملہ میں ایک اصل بیان کر دی، اس پر عمل کرو، کیونکہ اگر تم اس حالت پر مر جاتے، جس حالت پر تھے تو تمہارا بُرا حال ہوتا۔ تمہیں ان لوگوں کی باتیں دھوکے میں نہ ڈالیں جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دکھائی دے گا۔ آپ نے فرمایا۔ اور ان لوگوں نے تو بہت ہی تعجب خیز بات کہی ہے (یعنی حضرات اہلسنت و الجماعت نے) کیا ان لوگوں نے حضرت آدمؑ کو امر بد کی نسبت نہیں دی؟ کیا حضرت ابراہیمؑ کی طرف جو نسبت چاہی نہیں دی؟ کیا حضرات داودؑ کو بُرے امروں کی طرف نسبت نہیں دی؟ (وہ پرندے والا واقعہ) کیا حضرت یوسفؑ کی زلیخا کے معاملہ میں جو نسبت چاہی نہیں دی؟ کیا حضرت موسیٰؑ کی طرف قتل کی نسبت نہیں دی؟ کیا جناب رسالتمآبؐ کی طرف زید کے معاملے کی نسبت نہیں دی؟ کیا علی بن ابی طالب علیہ السلام کی طرف واقعۂ قطیفہ کی نسبت نہیں دی؟

(ان سب تہمتوں سے کتب سوادِ اعظم مملو ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار)

ان لوگوں نے ایسی باتوں سے اسلام کی توہین چاہی تھی تاکہ لوگ اپنے پچھلے پاؤں (کفر کی طرف) واپس چلے جائیں۔ خدا ان کی آنکھوں کو نابینا کرے جنہوں نے ان کے دلوں کو اندھا کر دیا ہے۔ ''خدائے تعالیٰ ان سب باتوں سے بالاتر ہے۔''

خدائے تعالیٰ کے صفات اور ذات ایک ہی چیز ہے

۵۵۔ ن۔ ید۔ لی ...... حسین بن خالد سے مروی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

وہ کہتے ہیں، میں نے جناب امام رضا علی بن موسیٰ علیہ السلام کو سنا وہ فرماتے تھے:

''خداوند تبارک وتعالیٰ ہمیشہ سے ہی عالم، قادر، حی، قدیم، سمیع اور بصیر ہے۔''

میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ:

''خداوند تعالیٰ ہمیشہ سے عالم تو ہے، مگر علم کے ذریعے سے، اور قدرت کے ذریعے سے قادر ہے۔ حیوۃ کے ذریعے سے حی ہے قدامت کے ذریعے سے قدیم ہے۔ قوت سامعہ کے ذریعے سے سننے والا ہے۔ قوت باصرہ کے ذریعے سے دیکھنے والا ہے (یعنی یہ سب صفتیں جدا جدا، خدائے تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں۔''

آپؑ نے فرمایا: جو شخص اس بات کا قائل ہے اور جو یہ مذہب رکھتا ہے اس نے ایک خدا کے ساتھ بہت سے خدا مان لیے۔ (کیونکہ جب یہ صفات اس کے، اس کی ذات کے علاوہ ہوئے تو یقیناً اس کی ذات کے ساتھ ساتھ موجود ہوں گے ورنہ لازم آئے گا کہ کسی وقت وہ عالم نہ رہا ہو۔ کسی وقت قادر نہ رہا ہو۔ کسی وقت سمیع وبصیر نہ رہا ہو، وغیرہ وغیرہ۔ اور جب یہ صفات اس کی ذات کے ساتھ ساتھ ہوئے اور ذات اس کی قدیم ہے، تو یہ صفات بھی قدیم ہوں گے۔ لہٰذا بہت سے قدیم ہو جائیں گے۔ ایک اللہ، دوسرے اس کا علم، تیسرے اس کی قدرت چوتھے اس کی سماعت، پانچویں اس کی بصارت، چھٹے اس کی حیات، الیٰ غیر ذٰلک، اور جب اتنے قدیم جمع ہو جائیں گے تو لازم آئے گا کہ سب خدا بھی ہوں، کیونکہ خدا وہی ہے جو واجب الوجود ہو، اور یہ سب صفات واجب الوجود ہیں۔ لہٰذا یہ سب خدا ہوئے۔ یہاں ایک خدا کا رونا پڑا تھا، یہ تو بہتیرے خدا نکل آئے۔) (نعوذ باللہ من ذٰلک)

(اس موقع پر فلسفیانہ تقریر ایک اور بھی ہو سکتی ہے مگر اشکال کی وجہ سے چھوڑتا ہوں۔)

Presented by Ziaraat.Com

حضرت فرماتے ہیں۔ ایسا شخص ہمارا دوست نہیں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ ہمیشہ سے خدائے تعالیٰ اپنی ذات مقدسہ سے عالم ہے، قادر ہے، حی ہے، قدیم ہے، سننے والا ہے، دیکھنے والا ہے۔ (ان صفات میں سے کوئی صفت اس کی ذات سے زائد نہیں ہے۔) مشرکین و مشبہین جو کہتے ہیں اس سے ہمارا پروردگار بہت بالاتر ہے۔"

۵۶۔ یــد...... ابوبصیر سے مروی ہے کہ:

میں نے ابوعبداللہ جناب صادقؑ کو سنا۔ وہ جناب فرماتے تھے...... خدائے تعالیٰ ہمیشہ سے اس طرح پر ہے کہ:

- علم، اس کی عین ذات ہے۔ (وہ عالم تھا) جبکہ کوئی معلوم نہ تھا۔
- سمع، (سماعت) اس کی عین ذات ہے جبکہ کوئی سماع (قابل سماعت) نہ تھا۔
- بصر، اس کی عین ذات ہے جبکہ کوئی مبصر (دیکھنے کے قابل چیز) نہ تھا۔
- قدرت، اس کی عین ذات ہے جبکہ کوئی مقدور (جس سے قدرت متعلق ہو اور قدرت کا اثر قبول کرے) نہ تھا۔

پھر جب اس نے اشیائے عالم کو پیدا کیا اور معلوم کا وجود ہوا تو اس کا علم ذاتی اس پر واقع ہوا اور سماعت ذاتہ مسموع پر واقع ہوئی۔ اور بصارت ذاتہ مبصر پر واقع ہوئی اور قدرت ذاتہ مقدور پر واقع ہوئی۔

راوی کہتا ہے، میں نے کہا، تو پروردگار ہمیشہ سے متکلم بھی تھا۔

آپ نے فرمایا، کلام ایک صفت حادثہ ہے ذاتی صفت نہیں (بلکہ اسے خدا نے پیدا فرمایا ہے۔ اور جس چیز میں چاہتا ہے قوت کلام پیدا کر دیتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰؑ سے بات کرنے کے لیے درخت میں آواز اور گفتگو پیدا کر دی۔ اسی معنی سے اس کو متکلم کہتے ہیں نہ

Presented by Ziaraat.Com

یہ کہ وہ منہ سے بولتا ہے)۔

علم

۵۷۔ مــن...... ابنِ حازم کہتے ہیں:

میں نے جناب ابوعبداللہ سے دریافت کیا۔ کیا ایسا ہوتا ہے کہ جو چیز آج پیدا ہوئی ہے وہ علم خدا میں نہ رہی ہو؟

آپؑ نے فرمایا؛ نہیں (ہرگز نہیں) بلکہ وہ چیز علم خدا میں آسمان اور زمین کے پیدا کرنے سے پہلے تھے۔

۵۸۔ یــــد...... صیقل نے جناب ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے...... آپ نے فرمایا۔ ''ان اللّٰـه علـم لا جهـل فيه'' اللہ تعالیٰ ہمہ علم ہے اس میں مطلق جہالت نہیں۔ حیوة لا موت فیه۔ ہمہ زندگی ہے اس میں موت بالکل نہیں۔ نور لا ظلمة فيه بالکل نور ہے، اس میں ظلمت مطلق نہیں۔

۵۹۔ فــس...... خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ (سورۂ لقمان ۳۱ آیت ۳۴)

''بیشک خدا ہی کو قیامت[1] کا علم ہے اور وہ مینہ[2] برساتا ہے اور جانتا[3] ہے کہ رحموں کے اندر کیا ہے۔ (لڑکا ہے یا لڑکی یا خنثیٰ ہے یا کچھ نہیں) اور کوئی[4] شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا اور[5] کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین پر مرے گا؟

Presented by Ziaraat.Com

جناب صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ یہ پانچ چیزیں وہ ہیں جن کو نہ مَلَکِ مقرب جانتا ہے نہ نبیِ مرسل (یعنی بغیر خدا کے بتائے ہوئے) یہ خاص خدائے عزوجل کے صفات میں سے ہیں۔

۶۰۔ یـــد...... عبداللہ بن سنان نے تفسیر آیۂ "وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْض" "اللہ تعالیٰ کی کرسی آسمانوں اور زمین کو محیط ہے۔" میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوعبداللہؑ نے ارشاد فرمایا کہ؛

تمام آسمانوں وزمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے کرسی وعرش میں ہے (کرسی وعرش سے کیا مراد ہے) وہ (اللہ تعالیٰ کا) علم ہے جس کا کوئی شخص اندازہ نہیں کرسکتا۔

۶۱۔ یـــد...... عبداللہ بن عامر نے ربعی بن ابی خطاب سے روایت کی ہے۔ اس نے جعفر بن بشیر سے، اس نے زریس سے، اس نے ابوجعفر (امام محمد باقر علیہ السلام) سے، آپؑ نے فرمایا:

پروردگار کے علم دو قسم کے ہیں: ایک علم مبذول، دوسرا علم مکفوف۔ لیکن علم مبذول تو کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے فرشتے اور پیغمبر نہ جانتے ہوں، اور ہم نہ جانتے ہوں۔ (یعنی جن جن چیزوں کا علم مبذول ہے یعنی خدا نے اس کا علم اوروں کو عطا کیا ہے ان میں سے ہر شئے کا علم ہم کو بھی ہے اور علم مکفوف، خاص خدا کے پاس ہے، جو علم اُم الکتاب ہے (غالباً اس سے مراد لوح محفوظ ہے اس کا علم کسی دوسرے کو نہیں ہے۔)

یـــد...... جناب ابوعبداللہ علیہ السلام سے فُضیل نے روایت کی ہے کہ:

حضرت نے فرمایا، خدائے تعالیٰ کا ایک تو وہ علم ہے جسے اس کے فرشتے اور اس کے

Presented by Ziaraat.Com

انبیاء و رُسل جانتے ہیں اور اس کو ہم بھی جانتے ہیں۔ اور ایک وہ علم ہے جس کو اس کے فرشتے اور اس کے انبیاء و رُسل نہیں جانتے۔

قدرت اور ارادۂ پروردگار

۶۲۔ ن...... محمد بن عرفہ سے مروی ہے۔

کہتے ہیں کہ جناب امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں، میں نے عرض کی۔ خدائے تعالیٰ نے تمام چیزوں کو قدرت سے پیدا کیا ہے یا قدرت کے سوا کسی اور چیز ہے۔ (گویا مطلب یہ ہے کہ خدا کی قدرت کوئی ایک چیز ہے جس سے اس نے اشیاء عالم کو پیدا کیا ہے۔)

آپؑ نے فرمایا، ایسا جائز (ممکن) نہیں ہے کہ اس نے اشیاء کو قدرت سے پیدا کیا ہو کیونکہ جب تم کہتے ہو قدرت سے چیزوں کو پیدا کیا (جیسے قلم سے خط لکھا۔ چاقو سے قلم بنایا۔) تو گویا تم قدرت کو اس کے علاوہ کوئی اور چیز قرار دیتے ہو، اور اسے ایک آلۂ کار ٹھہراتے ہو جس سے اس نے چیزوں کو پیدا کیا۔ یہ کہنا کفر ہے (شرک ہے) اور جب تم کہتے ہو غیر قدرت سے اس نے چیزوں کو پیدا کیا، تو تم اس کی یہ صفت بیان کرتے ہو کہ اس نے اقتدار و تمکن سے ان چیزوں کو بنایا ہے۔ مگر اس میں قدرت نہیں ہے (یہ دونوں ہی صورتیں غلط ہیں۔ نہ یہ سمجھنا جائز ہے کہ اس کی قدرت اس کے کام کا آلہ ہے اور اس کی ذات سے علیحدہ کوئی شئے ہے، اور نہ یہ کہنا جائز ہے کہ بغیر قدرت کے اس نے کام کیا ہے کیونکہ اس صورت میں نفیٔ قدرت لازم آئے گی۔)

لیکن وہ نہ تو ضعیف ہے نہ عاجز ہے اور نہ اپنے غیر کا محتاج ہے بلکہ وہ پاک پروردگار اپنی ذات سے قادر ہے (خود اس کی ذات قادر ہے) نہ یہ کہ قدرت کے ذریعے سے قادر ہے۔ (ورنہ اس کا محتاج ہونا لازم آئے گا کیونکہ قدرت جب اس کی ذات سے الگ اور

Presented by Ziaraat.Com

ایک آلہ کار ٹھہری اور وہ اپنے واسطے اس آلہ سے مدد لینے لگا تو اس کا محتاج ہوا کیونکہ بغیر اس کے کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتا۔ اور محتاج ہونا خدائے تعالیٰ کا محال ہے۔ لہٰذا اس کی قدرت کا اس کی ذات سے علیحدہ کوئی اور چیز ہونا بھی محال ہے۔

(پس معلوم ہوا کہ قدرت اس کی عین ذات ہے)

۶۳۔ ی ـــــ د ـ ن ..... بن ادریس نے اپنے باپ سے، اس نے محمد بن عبدلجبار سے، اس نے صفوان بن یحییٰ سے روایت کی ہے:

وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن علیہ السلام سے عرض کی آپ مجھے ارادۂ خدائے عزوجل اور ارادۂ خلق سے خبر دیجئے (یعنی ان دونوں کا فرق اور ان دونوں کے معنی بتایئے)

تو آپ نے فرمایا، مخلوق کا ارادہ تو ضمیر (جو بات دل میں آتی ہے) ہے اور اس کے بعد جو کام اس کے لیے ظاہر ہوتا ہے (یعنی جسے وہ کرنا چاہتا ہے مطلب یہ ہوا کہ مخلوق یعنی انسان وغیرہ جو ارادہ کرتے ہیں تو پہلے دل میں ایک قصد پیدا ہوتا ہے اور اس کے بعد جس کام کا قصد ہوتا ہے وہ کام اس پر مترتب ہوتا ہے)۔

لیکن اللہ عزوجل کا ارادہ (صرف) اس کا (کسی چیز کو) پیدا کر دینا ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ کیونکہ نہ تو وہ غور وفکر کرتا ہے اور نہ وہ سوچتا ہے۔ نہ تفکر کرتا ہے (بس کسی چیز کا پیدا کر دینا یہی اس کا ارادہ ہے) یہ صفات (فکر، غور اور تامل) اس سے منفی ہیں۔ یہ مخلوقات کی صفات ہیں۔ اللہ کا ارادہ تو بس فعل ہی ہے نہ کچھ اور۔ یہ کہہ دیتا ہے ہو جا، وہ کام ہو جاتا ہے، نہ زبان سے لفظ نکالتا ہے۔ (کیونکہ اس کے زبان ہی نہیں) اور نہ زبان سے بولتا ہے۔ نہ سوچتا ہے۔ نہ فکر کرتا ہے اور نہ اس کے ارادے کی کوئی کیفیت

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ جیسا کہ خود وہ بلا کیف ہے۔ (اس میں کوئی کیفیت نہیں پائی جاتی، کیونکہ کیفیت عرض ہے جیسے، نرمی، سختی، گرمی سردی، رطوبت یبوست، ملاحت خشونت وغیرہ اگر ایسی چیزیں ذاتِ پروردگار میں پائی جائیں تو لامحالہ وہ محل حوادث ہو جائے گا اس لیے خود بھی حادث ہو گا حالانکہ وہ واجب الوجود ہے۔)

ذاتِ خدائے تعالیٰ کے سوا ہر چیز مخلوق ہے بس وہ ایک خالق ہے

خداوند عالم خود فرماتا ہے: قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (سورۂ رعد ۱۳: ۱۶)

وَاللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قديرا (سورۂ زمر ۳۹: ۶۲)

۶۴۔ یــــد...... جناب ابوعبداللہ الصادق علیہ السلام سے عبداللہ بن سنان نے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

فی الربوبیت العظمی والالٰهیة الکبری لا یکون الشی۔ لامن شیء الا الله ولا ینقل الشی۔ و من جوهریته الی جوهر اخر الاالله ولا ینقل الشی۔ من الوجود الی العدم الا الله

یعنی ''علم ربوبیہ عظمیٰ اور الٰہیہ کبریٰ میں (یہ بات ثابت ہے) کہ بغیر مادہ وصورۃ کے کوئی نہیں پیدا کر سکتا، مگر اللہ۔ اور نہ کسی شئے کو اس کی جوہریت سے دوسرے جوہر کی طرف منتقل کر سکتا ہے مگر اللہ، اور نہ کسی شئے کو وجود سے عدم کی طرف لاسکتا ہے مگر اللہ'' (یعنی جس قدر بھی

Presented by Ziaraat.Com

چیزیں موجود سے عدم میں جاتی۔ یا عدم سے وجود میں آتی ہیں۔ خواہ
مادہ سے ہوں یا بلامادہ وہ سب خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔)

۶۵۔ یــــد...... زرارہ سے منقول ہے کہ میں نے سنا جناب صادق علیہ السلام سے کہ فرماتے تھے:

ان تبارك و تعالیٰ خلو من خلقه و خلقه خلو منه و كل
ما وقع علیه اسم شیء ما خلا الله فهو مخلوق والله
خالق كل شیء تبارك الذی لیس كمثله شیء

اسمائے پروردگار عالم

کتاب التوحید صادق: قطان نے ابن زکریا قطان سے، اس نے حبیب سے، اس نے ابن بہلول سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے ابوالحسن عبدی سے، اس نے سلیمان بن مہران سے، اس نے حضرت امام جعفر صادق بن محمد باقر علیہما السلام سے، انہوں نے اپنے پدر بزرگوار محمد بن علی سے، انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حسین بن علیؑ سے، انہوں نے اپنے پدر عالی قدر علی بن ابی طالب علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ:

ارشاد فرمایا: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔

"بیشک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ ایک کم ہو جو ان تمام ناموں کا احصاء کرے گا (بظاہر مطلب یہ ہے کہ ان کے معانی پر اطلاع حاصل کرے گا اور ان کے معانی کو سمجھے گا) وہ جنت میں داخل ہوگا وہ یہ ہیں:

Presented by Ziaraat.Com

الله

الاله	الواحد	الاحد	الصمد	الاول
الاخر	السميع	البصير	القدير	القاهر
العلى	الاعلى	الباقى	البديع	البارى
الاكرم	الظاهر	الباطن	الحى	الحكيم
العليم	الحليم	الحفيظ	الحق	الحسيب
الحميد	الخفى	الرب	الرحمن	الرحيم
الذارى	الرازق	الرقيب	الرؤف	الرائى
السلام	المومن	المهيمن	العزيز	الجبار
المتكبر	السيد	لاسبوح	الشهيد	الصادق
الصانع	الطاهر	العدل	الغفور	الغنى
الغياث	الفاطر	الفرد	الفتاح	الفالق
القديم	الملك	القدوس	القوى	القريب
القيوم	القابض	الباسط	المولى	القاضى الحاجات
المجيد	المنان	المحيط	المبين	المقيت
المصور	الكريم	الكبير	الكافى	كاشف الضر
الوتر	النور	الوهاب	الناصر	الواسع
الودود	الهادى	الوفى	الوكيل	الوارث
البر	الباعث	التواب	الجليل	الجواد
الخبير	الخالق	خير الناصرين	الديان	الشكور
	العظيم	اللطيف	الشافى	

Presented by Ziaraat.Com

جوامع توحید

نهج البلاغة : جناب امیر المومنین علیہ السلام نے حمد پروردگار اور اس کے صفات کے بیان میں کیا ارشاد فرمایا ہے:

''تمام تعریفیں اس معبود حقیقی کے لیے ہیں جسے حاسے ادراک نہیں کر سکتے اور نہ جگہیں اس کو محیط ہو سکتی ہیں (یعنی اس کے لیے مکان نہیں) نہ اس کو آنکھیں دیکھ سکتی ہیں اور نہ پردے اسے چھپا سکتے ہیں۔ اپنی قدامت سے اپنی مخلوقات کے حادث ہونے کو بتاتا ہے اور اپنی مخلوقات کے حدوث سے اپنے وجود کو، اور ان کے باہم آپس میں مشابہ ہونے سے اس بات کو بتاتا ہے کہ اس کا کوئی مشابہ نہیں۔ وہ ایسا ہے کہ وعدہ اس کا سچا ہے اور اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ اپنی مخلوقات میں انصاف قائم کیا ہے اور اپنے فیصلہ کرنے میں ان پر عدل کا برتاؤ کرتا ہے۔ اشیاء عالم کے حدوث سے اپنی ازلیت کا گواہ لایا ہے (اشیاء عالم کا حدوث اس کی ذات مقدسہ کی ازلیت کا گواہ ہے) اور ان (اشیاء) پر عاجزی کا نشان لگانے سے اپنی قدرت پر اور ان کو فنا پر مجبور کرنے سے اپنے دوام پر (یعنی اشیاء عالم کا فانی ہونا اس بات کا گواہ ہے کہ خود وہ باقی و دائم ہے)۔

واحد ہے، مگر واحد عددی نہیں۔ دائم (ہمیشہ رہنے والا) ہے مگر کسی حد و غایت تک نہیں۔ قائم ہے مگر کسی کے سہارے پر نہیں، ذہن اسے سمجھتے تو ہیں مگر شعور و احساس سے نہیں۔ مناظر اشیاء اس کے گواہ ہیں، مگر نہ اس طور پر کہ وہ ان کے اندر حاضر ہو۔ وہم اسے احاطہ نہیں کر سکتے۔ اس نے خیالات پر جلوہ تو کیا۔ (یعنی اپنی قدرت کے آثار ان میں دکھائے) اور انہیں اپنے تئیں نہ بتایا۔ (یعنی خیالات و اوہام صرف اس کی قدرت کے جلوے کو تو دیکھ سکے مگر اس کی کنہ ذات کے معلوم کرنے سے عاجز رہے۔) اور ان کا

Presented by Ziaraat.Com

فیصلہ خود انہی پر چھوڑ دیا۔ وہ بڑا (سا جسم) نہیں جس کی (حدود جسم) دراز ہوں اور اس کو بڑا سا جسم بنا دیا ہو۔ اور نہ ایسا عظیم ہے کہ اس کے (جسم کی) انتہائیں کسی حد پر ختم ہوئی ہوں، اور اس کو کوئی عظیم المقدار جسم بنا دیا ہو۔ بلکہ شان اس کی بڑی ہے اور غلبہ اس کا عظیم ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے، اس کے منتخب رسول اور پسندیدہ امین ہیں۔ خداوند عالم ان پر اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائے۔ اس نے انہیں لازم حجتیں اور بیّن فتح اور واضح طریقہ دے کر بھیجا تھا، تو انہوں نے رسالت کے کام کو پورا کر دیا۔ اسے خوب واضح کیا، روشن طریقے پر لوگوں کو گامزن کر دیا۔ اس طریقے (مذہب اسلام) کی لوگوں کو ہدایت فرما کر روشنی کے مینار (عمدہ دلیلیں) قائم کیے۔ اسلام کی رسیوں کو مضبوط کر دیا اور ایمان کے راستوں کو مستحکم بنا دیا۔

☾

یــــد ۔ ن...... جناب امام رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ:
امیرالمومنین علیہ السلام نے مسجد کوفہ میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

''تمام (حمد) تعریفیں اس معبود برحق کے لیے مخصوص ہیں جو کسی چیز سے پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ کسی چیز سے موجودات کو پیدا کیا (کیونکہ مادہ جس کو تمام چیزوں کی جڑ سمجھا جاتا ہے، یہ خود بلا مادہ پیدا کیا گیا ہے۔ اس کا خود کوئی مادہ نہیں ورنہ مادے کے لیے مادے کا ہونا لازم آئے گا اور تسلسل قائم ہو جائے گا جو محال ہے) اشیاء کے حدوث کو اپنی ازلیت کا گواہ قرار دیا، اور ان کی عاجزی کو اپنی قدرت کا گواہ بنایا اور ان کے ضروری فنا ہونے کو اپنے دوام کا گواہ قرار دیا۔ کوئی جگہ اس سے خالی نہیں تاکہ مکانیت سے اس کا ادراک ہو سکے اور نہ اس کی صورت و شبیہ ہے جس کی وجہ سے کسی کیفیت سے اس کا وصف کیا جا سکے، اور نہ کسی چیز سے غائب ہے کہ حیثیت (کہاں سے) سے اس کا علم حاصل کیا

Presented by Ziaraat.Com

جائے۔ (مثلاً یہ کہیں کہ اس میں خدا نہیں ہے تو کہاں ہے؟ فلاں جگہ ہے۔ یہ بات خدائے تعالیٰ کی نسبت نہیں کہی جاسکتی۔ کیونکہ وہ جگہ اور مکان سے مستغنی ہے) جتنی چیز کو اس نے پیدا کیا ہے ان سب سے صفات میں مبائن و مغائر ہے (کسی مخلوق میں اس کی صفت نہیں) ذوات اشیاء کے تغیرات کو از سرنو پیدا کرنے کی وجہ سے اس کا ادراک محال ہے (کیونکہ ہم دنیا کی جتنی چیزیں دیکھتے ہیں سب کو متغیر پاتے ہیں اور وہی تغیر ان اشیاء کی معرفت کا ذریعہ ہے۔

پس پروردگار کی کنہ حقیقت کا کیوں کر ادراک ہوسکتا ہے جس میں نہ تغیر ہے اور نہ تبدل اپنی کبر وعظمت کی وجہ سے تمام گردش حالات سے خارج ہے۔ بڑے کامل اور در آنے والے ذہنوں کو بھی اس کی حقیقت ذات معلوم کرنا حرام (ناممکن) ہے اور بڑے روشن اور عمیق غور وفکر کو بھی اس کی کیفیت معلوم کرنا محال ہے۔ اس کی عظمت کو مکانات احاطہ نہیں کر سکتے، اور بڑے بڑے غور ونظر کے سمندر میں غوطہ زن بھی اس کی صورت کو اپنے خیال میں نہیں لا سکتے۔ اور نہ اس کے جلال کو مقداریں گھیر سکتی ہیں اور نہ اندازے اس کی کبر و بزرگی کو جدا جدا کر سکتے ہیں۔ (یعنی اس کی حقیقت ذات کا اندازہ نہیں ہوسکتا) وہم و گمان سے اس کی کنہ کا معلوم کرنا محال ہے۔ اور فہموں سے اس کا استغراق ناممکن ہے اور ذہنوں سے اس کی تصویر قائم کرنا ممتنع ہے۔ بلند عقلیں بھی اس کا احاطہ کرنے سے مایوس ہوگئی ہیں اور علموں کے دریا بھی اس کی حقیقت ذات کی طرف اشارہ کرنے سے خشک ہو گئے ہیں۔ اور لطیف مناظرے اس کی قدرت کے وصف کی بلندی تک پہنچنے سے ذلت کے ساتھ آئے ہیں۔ یکتا ہے مگر عددی یکتا نہیں۔ ہمیشہ رہنے والا ہے مگر کسی حد تک نہیں۔ قائم ہے مگر کسی سہارے سے نہیں۔ وہ کوئی جنس نہیں جس کی ہمسر اور جنسیں ہوسکیں۔ وہ صورت و تصویر نہیں کہ اور صورتیں اس کے برابر ہوسکیں۔ وہ

Presented by Ziaraat.Com

مثل اور اشیاء کے نہیں کہ اس پر صفات واقع ہو سکیں (یعنی اس کی صفتیں بیان ہو سکیں) ادراک کے موجزن دریا کی لہروں میں عقلیں گم گشتہ راہ ہو گئی ہیں اور خیالات اس کی ازلیت کے احاطے سے حیران ہیں۔ فہم اس کی قدرت کے بیان کے معلوم کرنے سے عاجز ہیں۔ اس کی ملکوت کے آسمانوں کے لجّوں میں ذہن میں غرق ہو گئے ہیں۔

وہ اپنی نعمتوں کے ذریعے سے با اقتدار ہے۔ اپنی کبر و بزرگی کے ذریعے سے ممتنع ہے (ناممکن ہے کہ اس تک دسترس ہو سکے) تمام چیزوں کا مالک (اور ان پر قابض ہے) نہ زمانہ اسے کہنہ کرتا ہے اور نہ کوئی وصف اسے احاطہ کرتا ہے۔ بڑے بڑے اونچے پہاڑ اس کے سامنے اپنے انتہائی قرار میں جھکے ہوئے ہیں۔ مضبوط اسباب سماوی اپنے بلند قطروں میں اس کی معبودیت کا اقرار کیے ہوئے ہیں۔ تمام قسم کی چیزوں سے اس نے اپنی ربوبیت کی گواہی لے لی ہے اور ان کی عاجزی کو اپنی قدرت کا گواہ قرار دیا ہے، اور ان کے فطور و فنا (پیدائش و موت) کو اپنی قدامت کا اور ان کے زوال کو اپنی بقاء کا شاہد بنالیا ہے۔ پس انہیں (موجوداتِ عالم کو) اس سے کوئی چارہ نہیں کہ وہ ان کو (جب چاہے) پالے اور نہ یہ ممکن ہے کہ وہ اس کے احاطہ (قدرت) سے نکل جائیں، اور نہ یہ کہ اس کے احصاء (و شمار) سے پوشیدہ رہ جائیں، اور نہ یہ کہ اس کی قدرت اور اس کی دسترس) ان پر محال ہو جائے۔ (کوئی چیز کتنی بڑی، بزرگ یا دشوار کیوں نہ ہو مگر خدائے تعالیٰ اس پر قادر ہے اور جس طرح چاہے اس میں تغیر و تبدل کر سکتا ہے) ان موجودات کی خوبیِ صنعت (اس کے وجود و قدرت کی) ایک دلیل ہے۔ اور ان کی مرکب طبعیتیں (اس کے وجود کی) بُرہان ہیں اور ان کے طبائع کا حادث ہونا اس کی قدامت و ازلیت کا ثبوت ہے، اور ان میں جو کاریگریاں ہیں ان کا محکم ہونا (عقل والوں کے واسطے) عبرت ہے۔ پس نہ تو اس کی طرف کوئی حد منسوب کی جا سکتی ہے اور

Presented by Ziaraat.Com

نہ اس کی کوئی مثل بیان کی جاسکتی ہے اور نہ کوئی شئے اس سے پوشیدہ ہے۔ مثالوں اور مخلوقہ صفتوں سے بہت بالاتر ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی برحق معبود نہیں، اس کی ربوبیت پر ایمان لاتا ہوں اور اس کے نہ ماننے والوں کا مخالف ہوں۔ اور ...... میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسولؐ تھے۔ ایک اچھے مستقر پر ٹھہرائے گئے تھے۔ کریم صلبوں اور پاک رحموں سے پیدا ہوئے تھے۔ شریف الاصل معاون اور افضل منابت سے پیدا کیے گئے تھے۔ بڑی بلند چوٹی اور بڑی معزز اصل (خاندان) سے تھے۔ اس شجر سے پیدا ہوئے تھے جس سے اللہ نے انبیاء کو ڈھالا (پیدا کیا) تھا اور جس سے اپنے امینوں کو منتخب کیا تھا، جس کی لکڑی خوشبودار تھی (استعارات و کنایات ہیں) جس کی عمود سیدھی تھی، جس کی چوٹیاں بلند تھیں۔ جس کی شاخیں تر و تازہ تھیں، جس کے پھل پختہ تھے، جس کا باطن کریم تھا، جو زمین کرم میں لگایا گیا تھا، اور جو حرم میں اگایا گیا تھا اور وہیں اس کی شاخیں پھوٹی تھیں، وہیں پھلا تھا معزز ہوا تھا، وہیں ایسا ہوا تھا کہ اس پر دسترس ناممکن ہوگئی تھی۔ وہیں بلند ہوا اور وہیں بہت اونچا ہوگیا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے ان کو روح امین (جبرئیل فرشتہ خدا) کے ذریعے سے (کہ ان کو ان کے پاس نازل فرمایا) اور نور روشن کنندہ (قرآن مجید) اور کتاب مستبین کی وجہ سے مکرم کیا ان کے لیے براق کو مسخر کیا، ان سے فرشتوں نے مصافحہ کیا۔ ان کے ہاتھ سے شیطانوں کی ناک رگڑوائی۔

ان کے ذریعے بتوں اور دیگر پرستش کیے ہوئے (مصنوعی) خداؤں کو منہدم کیا۔ سنت ان کی رُشد ہے سیرت ان کی عدل تھی، فیصلہ ان کا حق ہوتا تھا۔ جو کچھ بھی ان کے پروردگار نے ان کو حکم دیا اس کو ظاہر فرمایا، جو کچھ بھی ان سے خدائے تعالیٰ نے

Presented by Ziaraat.Com

اٹھوایا (یعنی احکام) اسے (خلق تک) پہنچا دیا، یہاں تک کہ توحید کی خوب واضح دعوت دی خلق میں ظاہر کر دیا کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وحدانیت خالص (طور پر) مانی جانے لگی اور ربوبیت صاف ہو گئی (ہر شخص سمجھ گیا کہ واقعی خدائی اور ربوبیت کیا چیز ہے) اور اللہ نے (بھی) توحید کے ساتھ ان کی حجت کو ظاہر فرمایا، اور اسلام سے ان کا درجہ بلند کیا، اور اللہ عزوجل نے اپنی نبی کے لیے وہ روح اور وہ درجہ اور وہ وسیلہ منتخب کر کے دیا جو اس کے پاس ہے، ان پر اور ان کی آل پر اللہ رحمت نازل فرمائے۔"

Presented by Ziaraat.Com

خلاصہ ان تمام بیانات کا جو ائمہ معصومین علیہم السلام سے ہم تک پہنچا ہے یہ ہوا کہ

اللہ عزوجل۔ واحد ہے
دو نہیں ہو سکتے۔

قدیم ہے
حادث نہیں ہے۔ نیز یہ کہ دو باتیں قدیم نہیں ہیں جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے کہ خدا عیسیٰؑ اور روح القدس تینوں قدیم ہیں۔

علیم ہے۔
جاہل نہیں ہے۔

قادر ہے۔
بے اختیار نہیں ہے۔

سمیع و بصیر و مدرک ہے
ناواقف نہیں ہے۔

تمام صفات حقیقہ اس کی عین ذات ہیں۔
کوئی صفت اس کی ذات سے علاوہ اس میں لگی ہوئی نہیں ہے ورنہ اس کا حدوث لازم آئے گا۔

اس کے لیے کوئی مکان نہیں
وہ مکان سے مستغنی ہے۔ ایسا نہیں ہے جیسا کہ حضرات اہلسنت والجماعت کہتے ہیں کہ وہ عرش پر ہے۔

اس کے لیے جسم نہیں ہے۔
ورنہ وہ مرکب ہو جائے گا اور ہر مرکب حادث ہوتا ہے یعنی عدم سے وجود میں آیا ہوا ہوتا ہے حالانکہ خدائے تعالیٰ ایسا نہیں کہ پہلے معدوم رہا ہو پھر موجود ہو گیا ہو۔

وہ زمانی نہیں ہے۔ اس کا اوّل و آخر نہیں۔ خود ہی اوّل ہے خود ہی آخر ہے۔
ہر زمانے کو اس نے پیدا کیا ہے۔ وہ ہر زمانے سے مقدم ہے۔ کوئی چیز نہ تھی جب بھی وہ موجود تھا، جب کچھ نہ رہے گا تب بھی وہ موجود رہے گا۔

ہر چیز کو اسی نے پیدا کیا ہے۔
یہاں تک کہ مادہ بھی اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اس میں تغیر نہیں ہے۔	کیوں کہ یہ صفت مخلوقات وحوادث کی ہے۔
وہ واجب الوجود ہے۔	ماسوا اس کے سب ممکن الوجود ہیں۔
وہ دکھائی نہیں دے سکتا۔	کیوں کہ نہ وہ جسم ہے نہ رنگ ہے، نہ عرض ہے نہ جوہر ہے بلکہ ان سب سے مبائن کوئی چیز ہے جسے عقل ادراک نہیں کر سکتی۔
اس کی کوئی صورت نہیں ہے۔	لہٰذا یہ غلط ہے کہ پروردگار ایک مرد نوجوان کی شکل کا ہے۔
وہ کبھی پہلے آسمان پر نہیں اُترتا۔	جیسا کہ امام مالک اور بہت سے اہلسنت کا خیال ہے۔
وہ کسی میں حلول نہیں کرتا۔	اہل تصوف کہتے ہیں کہ ان میں خدا حلول کرتا ہے بلکہ کتے، بلی میں بھی حلول کرتا ہے، اور ہنود کی کتابوں میں بھی ایسا میں نے دیکھا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے آدمی میں حلول کیا، اور روح انسانی دراصل خدا ہے۔ مگر یہ محض خیال خام ہے جو غلط ہے۔
اس کی حقیقت کو کوئی عقل ادراک نہیں کر سکتی۔	اس وجہ سے کہ عقل صرف ان چیزوں کو معلوم کر سکتی ہے جنہیں حاسوں نے ادراک کیا ہو۔ اور حاسے صرف اُن چیزوں کو محسوس کر سکتے ہیں جن میں کیفیات پائی جاتی ہیں مثلاً رنگ، یا مزا یا گرمی سردی سختی نرمی وغیرہ، اور یہ سب چیزیں حادث اور عارضی ہیں۔ خدائے تعالیٰ میں ان کا وجود نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا حاسے اس کو نہیں معلوم کر

Presented by Ziaraat.Com

سکتے۔ اور جب حاسے اس کے ادراک سے عاجز ہوئے تو عقل بھی اس کی حقیقت و کُنہ کو نہیں معلوم کر سکتی، البتہ عقل اس کے وجود کو اس کی مخلوقات کو دیکھ کر اس کی مصنوعات کی خوبیاں پہچان کر معلوم کر سکتی ہے جس طرح انسان اپنی روح کے وجود کو اس کے آثار دیکھ کر معلوم کرتا ہے اسی طرح خدائے تعالیٰ کے وجود کو اس کے آثار قدرت دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے مگر اس کی حقیقت نہیں معلوم ہو سکتی۔ جس طرح آج تک کسی کو روح اور عقل کی حقیقت نہ معلوم ہو سکی۔ عقل اپنے تئیں خود نہ معلوم کر سکی کہ میں کیا ہوں، پھر خدائے تعالیٰ جل ذکرہٗ کو کیا معلوم کر سکتی ہے۔

نوٹ: اس کتاب میں جا بجا یـــد، لـــی۔ ج۔ ن وغیرہ الفاظ ہیں ان سے کتاب کا نام مقصود ہے یعنی یــد سے مراد کتاب توحید صدوقؒ ہے۔ ن، سے مراد کتاب عیون الاخبار ہے۔ لـــی، سے مراد امالی الصدوق ہے۔ ج، سے مراد نہج البلاغۃ اور علیٰ ہذا القیاس۔

Presented by Ziaraat.Com